هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے راہِ سلوک پر مستند کتاب

مدارج الخیر و مناهج السیر

شہزادۂ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی

شیخ جہاں حضرت علامہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی الازہری قدس سرہ

زیبِ سجادہ درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ
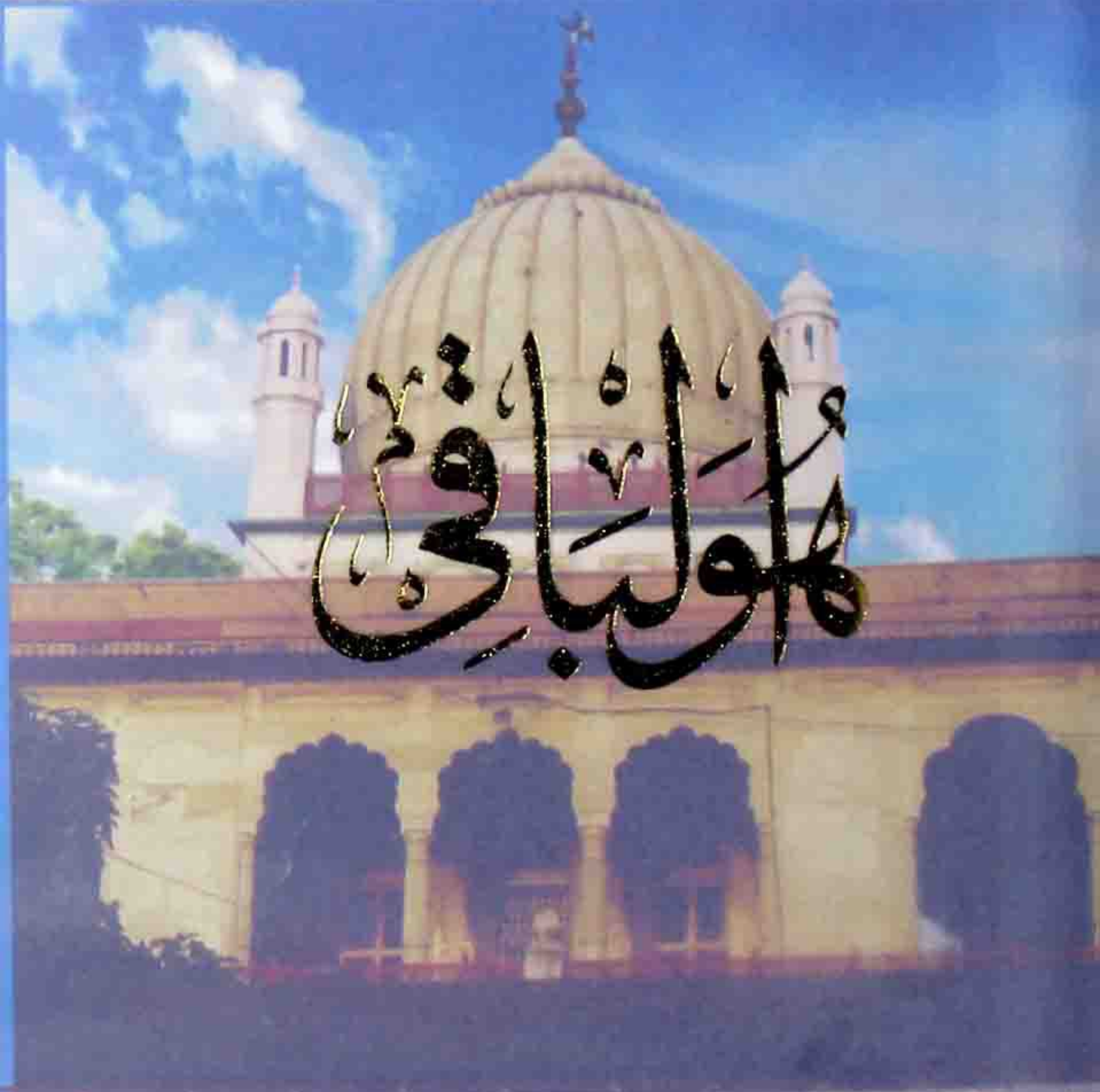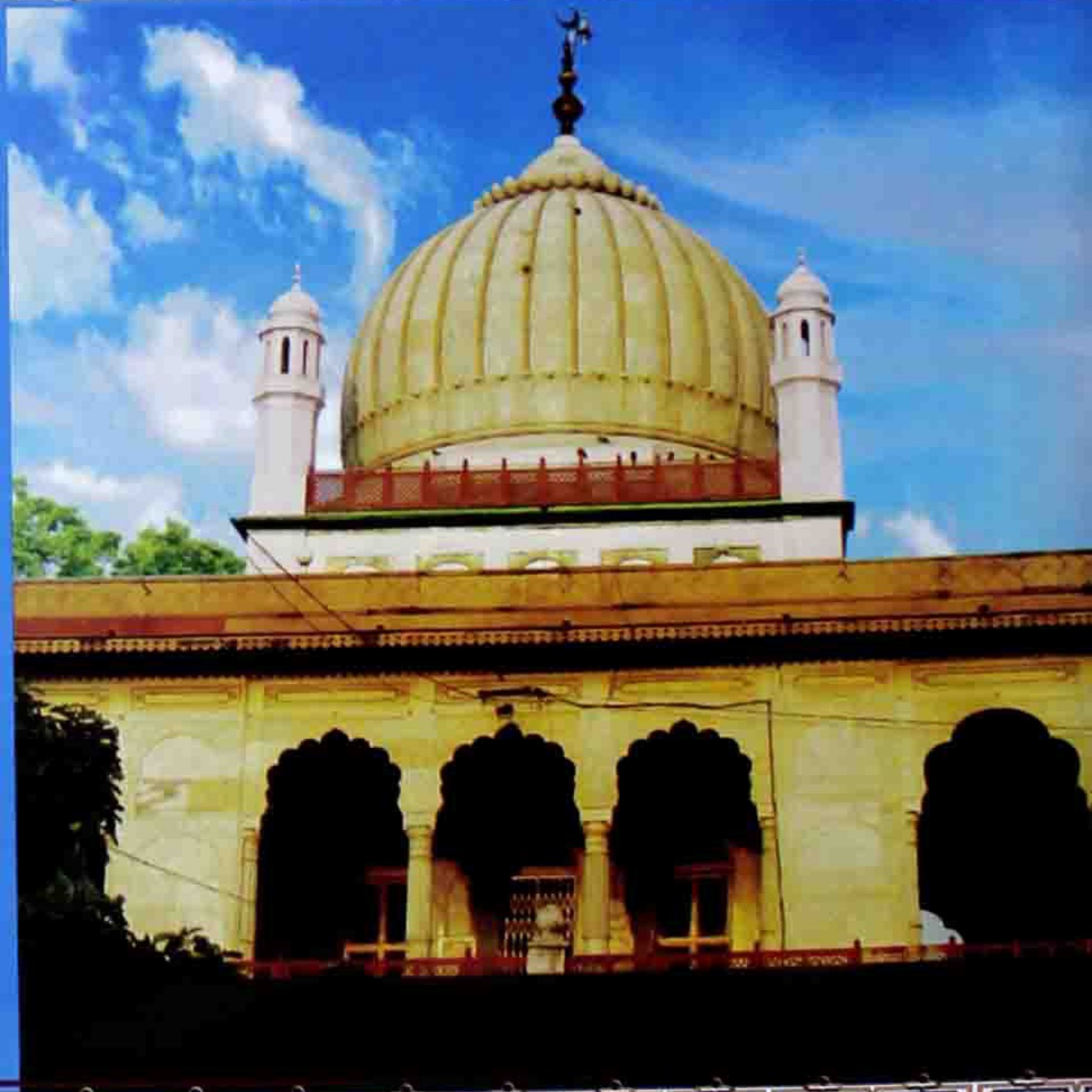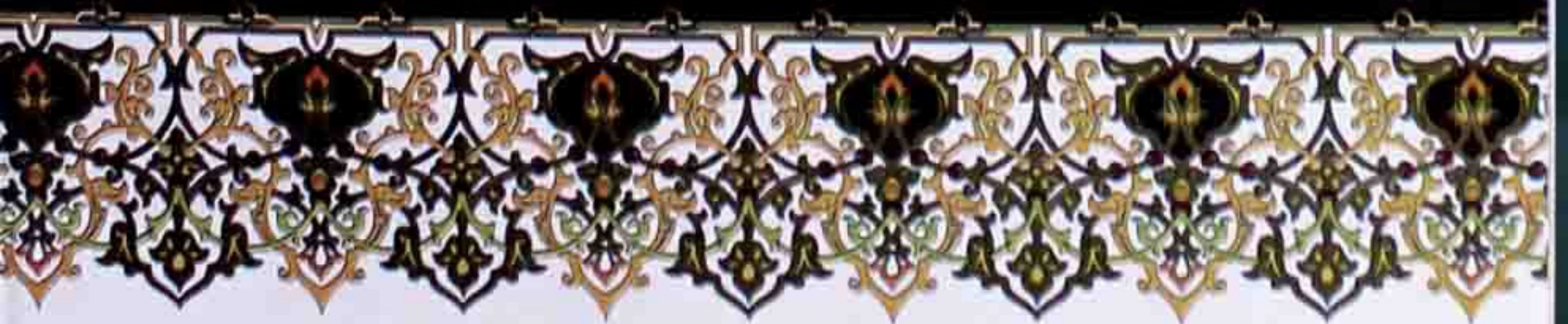
هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ

مدارج الخیر
و
مناہج السیر

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے راہِ سلوک پر مستند کتاب

شہزادہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی

شیخ جہاں حضرت علامہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی الازھری قدس سرہ

زیبِ سجادہ درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر

مترجم

محمد نعیم اللہ خیالی

بار دوم

۱۴۳۴ھ، ۲۰۱۳ء

کتاب کا نام	:	مدارج الخیر ترجمہ مناہج السیر
صفحات	:	244
تالیف	:	حضرت شیخ ابوالحسن زید فاروقی صاحب قدس سرہٗ
مترجم	:	مولانا محمد نعیم اللہ خیالی صاحب
کاوش	:	محمد فیاض صدیقی مجددی
تعداد	:	1000
ہدیہ	:	اعزازی تقسیم

(برائے ایصال ثواب والدین مرحومین محمد یوسف طیب صاحب)

ملنے کا پتہ

ناشر: محمد فیاض صدیقی مجددی

مکان نمبر B-7/93 محلہ کوچہ بندی اندرون شاہ فیصل گیٹ، گجرات

0323-2483424

انتساب

امام الانام　　شیخ الاسلام　　محی السنہ

مقتدائے اہل صحو　　ارباب سلوک کے پیشوا　　قطب الاخیار

چراغِ عارفاں　　ترجمانِ حق و صداقت　　وحید العصر

امام ربانی　　قندیل نورانی　　عارف لاثانی

حضرت مجدد الف ثانی

الشیخ احمد فاروقی سرہندی

قدس سرّہٗ

کے نام

محمد فیاض صدیقی مجددی

فہرست

تعارُف مصنّف

شہزادۂ امامِ ربانی، شیخِ جہاں، عارفِ باللہ حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

داشت فرزندان عالم نیک نام و نامدار
ولدِ عبداللہ فرزند عمر آقائے ما
اولین حضرت بلالِ و الہ دین مبین
جانشین صادق مولائے بے ہمتائے ما
ثانی شان حضرت زید سمی زید کش
نام باشد در کتاب مُنزَل مولائے ما
اصغر شان حضرت سالم کہ سالم آمدہ
ذات والدیش زغیب الفت دینائے ما

آپ کی ولادت ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۲۴ھ بمطابق ۱۳ر نومبر ۱۹۰۶ء بروز منگل منبع خیر و برکت خانقاہ شریف فیض درجت میں ہوئی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے کے اسم گرامی پر نام زید رکھا۔

آپ تینوں صاحبزادگان کے لیے افغانستان کے بانسبت علماء مقرر تھے۔ جو ساتھ رہتے دوران درس بھی ساتھ ہوتے تھے جو بعد درس تکرار کراتے۔ آپ نے ساتویں تک اسکول میں پڑھا۔ مولانا محمد عمر اعظم گڑھی اور ملا امان اللہ صاحبان سے نحو کی کتب پڑھیں۔

نحومیر کافیہ اور رقعات عالمگیری کا کچھ حصہ حضرت والد ماجد سے پڑھا پھر مدرسہ عبدالرب سے وابستہ ہوئے وہاں مولوی عبدالوہاب مولانا حکیم محمد مظہر اللہ مولانا محبوب الٰہی سے متفرق کتب پڑھیں دورۂ حدیث مولانا محمد شفیع اور مولانا عبدالعلی صاحبان سے کیا۔

طالبے را ہر چہ باشد از کمال
بر علوے کعب استاد است دال

۱۳۴۹ھ مطابق یکم مئی ۱۹۳۱ء کو آپ اپنے برادر خورد حضرت سالم ابوالسعد صاحب کے ساتھ مصر تحصیل علوم کے لیے تشریف لے گئے اور ۱۹۳۵ء دسمبر کو واپسی ہوئی وہاں شیخ یوسف دیجوی شیخ علی شائب سے پڑھا شیخ شائب طریقہ مجددیہ مظہریہ کردیہ میں بیعت تھے ان کو جب حضرت کے نسب وحسب کا پتہ چلا تو بہت تعظیم کی۔ فرمایا: تم نے اب تک نہ بتلایا اب رخصت کے وقت معلوم ہوا۔ پھر دعا فرمائی۔ پھر فرمایا: دیکھو ابن تیمیہ کے شذوذات اور محمد عبدالوہاب کے مسلک سے دور رہو۔ شیخ بخیت رحمۃ اللہ علیہ سے مسلسل بالاولیہ سنی اور تدریس دارالعلوم سے کی اور پھر احباب نے مشورہ دیا کہ عالمیت کا امتحان ازہر شریف سے دیں۔ ۱۹۳۵ء نومبر میں امتحان دے کر کامیاب ہوئے۔ شیخ حبیب اللہ شنقیطی سے سند حدیث لی۔ شیخ حبیب اللہ شنقیطی شریف مکہ کے زمانہ میں مقیم مکہ شریف تھے نجدیوں کی آمد کے وقت وہیں مقیم تھے وہاں مقاماتِ مقدسہ ومزارات مبارکہ کی بے حرمتی کرنے پر آپ نے ان سے مناظرے کیے اور غالب آئے۔ نجدیوں نے آپ کو نکال دیا۔ آپ مصر میں مقیم ہوئے۔ حضرت زید صاحب نے ان سے سند حدیث حاصل کی شیخ عبدالحی الکتانی فاسی سے جو کچھ دن کے لیے مصر آئے تھے ہر دو برادران حاضر ہوئے۔ شیخ عبدالحی نے جب حضرت احمد سعید صاحب کا نام پڑھا محفل علماء میں کھڑے ہوئے تعظیماً،

اور پھر بیٹھ کر حدیث شریف سنائی اور علماء ازہر کے سامنے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا۔

تم سب گواہ رہو میں آج امانت ان کے اصحاب کو دے رہا ہوں۔ میرے والد نے ان دونوں صاحبان کے دادا کے چچا سے اجازت حاصل کی تھی اور میں ان کے بھائی کی اولاد کو اجازت دے رہا ہوں۔

۱۳۵۱ھ میں ہر دو برادران مصر سے حج کے واسطے آئے۔ مکہ مکرمہ میں شیخ عبدالقادر ابوالاسعاد صدیقی اور مجاہد کبیر شیخ احمد السنوسی سے سند حدیث شریف حاصل فرمائی اور دمشق میں بدرالدین دمشقی سے اجازت حاصل کی۔ ۱۹۳۵ء دسمبر ۲۲ کو مصر سے لبنان و بیت المقدس اور پھر بغداد مزارات مبارکہ پر حاضری دیتے ہوئے ۱۶ جنوری ۱۹۳۶ء کراچی اور پھر دہلی خانقاہ شریف پہنچے اور خدمت شریعت مطہرہ و طریقہ عالیہ میں مصروف ہوئے۔ حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۴۵ھ میں الفاظ بیعت تلقین فرمائے اور فرمایا کہ احباب کو سلسلہ شریفہ میں داخل کرو اور ایک مرتبہ فرمایا: ''زید بجائے ما ماند'' حضرت کے برادر کلاں ۱۹۴۷ میں کوئٹہ منتقل ہو گئے تو آپ مسند نشین خانقاہ شریف ہوئے اور حضرت والد ماجد کا قول ''بجائے ما ماند'' پورا ہوا۔ آپ کو تصنیف و تالیف اور تحقیق کا بے حد شوق تھا۔ مصر سے آنے کے بعد قلمی افادات کا آغاز ہوا۔ آپ کی تصانیف و تحریرات سے بلندی نظر، وسعت مطالعہ و قوت اجتہاد کے پائیدار نقوش تصانیف اردو، عربی، فارسی میں ہیں۔ تمام تصانیف کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ البتہ چند تصانیف کے نام یہ ہیں:

① الاسانید العالیہ (عربی)

۲. الخیر المزید فی اعراب الآیۃ وکلمۃ التوحید
۳. القول السنی فی الذب عن الشیخ عبدالغنی رحمہ اللہ
۴. الحجۃ فی مسئلہ اللحیۃ والقبضہ (فارسی)
۵. بزم خیر (اردو)
۶. مجموعہ خیر البیان
۷. مناہج السیر (فارسی)
۸. اشکہا، غم (فارسی)
۹. خیر المقال فی اثبات رؤیۃ الہلال
۱۰. لآلی منظومہ (اردو)
۱۱. النبقات من الطبقات (عربی)
۱۲. علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہمعصر علماء
۱۳. مسئلہ ضبط ولادت
۱۴. منہج الالباء
۱۵. رسالہ وحدۃ الوجود
۱۶. مساجد المجورۃ
۱۷. مقامات خیر (اردو)
۱۸. مقامات اخیار
۱۹. حضرت مجدد اور ان کے ناقدین

۲۰ مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان

۲۱ سوانح بے بہائے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

اس کے سوا ہزاروں صفحات پر مشتمل وہ مضامین ہیں جو اہلِ علم کو بھیجے گئے ہیں۔

القول السنی میں تقریباً اسّی ۸۰ مسائل پر بحث فرمائی ہے کوئی مسئلہ تفسیر سے کوئی حدیث شریف سے کوئی فقہ سے تعلق رکھتا ہے لیکن قاری جس مسئلہ کو پڑھتا ہے تو محسوس کرتا ہے کہ حضرت اس فن کے شاہ سوار ہیں کبھی شیخ التفسیر کبھی شیخ الحدیث کبھی فقیہہ عصر نظر آتے ہیں۔ اسی طرح الحجۃ کی کیفیت ہے دونوں کتب چار چار سو صفحات سے زیادہ ہیں۔ مناہج السیر تصوف اور طریقہ مبارکہ نقشبندیہ کے سلوک کو فارسی میں تفصیل سے بیان فرمایا۔ جس کا انگلش اور اٹالیہ زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ مجموعہ خیر البیان میلاد شریف کے بیان پر مشتمل ہے شاہ احمد نورانی صاحب اللہ پاک ان کو درجات عالی دے جب کوئٹہ آئے اور حضرت سے ملے تو فرمایا کہ میں جب پریشان ہوتا ہوں تو مجموعہ خیر البیان کو پڑھنے لگتا ہوں پریشانی دور ہو جاتی ہے۔

ابن تیمیہ اور ان کے ہمعصر علماء میں علامہ ابن تیمیہ نے جن مسائل میں جمہور کے مسلک کو چھوڑا اور ائمہ اربعہ کی راہ سے ہٹ کر چلے ان کی تعقیب علمی پیرایہ میں فرمائی۔

مولانا ابوالوفا افغانی ثم حیدر آبادی نے لفظاً لفظاً پڑھ کر فرمایا:

''حضرت نے قلب کی روشنی میں یہ کتاب لکھی ہے کوئی دوسرا اتنے سلجھے ہوئے انداز میں نہیں لکھ سکتا۔''

مولانا اسماعیل اور تقویت الایمان علمی تنقیدی کتاب مولانا محمد عثمان نواسہ شیخ الہند

مولانا محمود الحسن صاحب خانقاہ شریف حضرت سے ملنے آئے اور اس کتاب کے بارے میں فرمایا:

''اللہ کے فضل سے آپ ایک عالم ہیں اور آپ کو پورا حق پہنچتا ہے کہ علمی تنقید کریں آپ نے اس کتاب میں مولانا اسماعیل پر علمی تنقید کی ہے اور خوب کی ہے۔''

مولانا رشید پاشا صدر جامعہ نظامیہ حیدر آباد دکن نے تحریر فرمایا:

''بڑا اچھا اور تعصب سے خالی محققانہ مقالہ ہے۔''

حضرت مجدد اور ان کے ناقدین۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح اور ناقدین کے جوابات ہیں۔ جس کے بارے میں جناب مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمان نے تحریر فرمایا:

''حضرت مجدد اور ان کے ناقدین اپنے رنگ کی محققانہ بلکہ مختلف حیثیتوں سے لاجواب تالیف ہے جس میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو نہایت موثر اور سادہ قالب میں پیش کیا گیا ہے اور جدید ذہن کے ناقدوں نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر جو بے باکانہ اور بے رحمانہ حملے کیے ہیں ان کی مدافعت سنجیدہ متین اور بلیغ پر حکمت انداز میں کی گئی ہے......''

حضرت نے سوانح بے بہائے امام اعظم تحریر فرمائی اس وقت عمر شریف اسی سال تھی۔ قاضی سجاد صاحب نے لکھا:

''اس تصنیف میں مولانا کے پیش نظر اس موضوع پر متقدمین کی اکثر و

بیشتر کتابیں ہیں اور مولانا نے نہایت دقّت نظر سے مطالعہ کر کے اس کا

عصر اس کتاب میں حوالہ قلم کیا ہے اس کے تراجم ہو چکے ہیں۔''

غرض حضرت کی ذات اقدس تائید مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کے لیے سیف مسلول تھی۔

نہایت اعلیٰ کتاب خانہ تھا جس میں نایاب کتب اور فرد کتب تھیں اور حیرت ہوتی ہے کہ ہر کتاب پر مفید مبارک نوٹ آپ نے تحریر فرمائے ہوئے، اور صاحب کتاب کے بارے میں معلومات درج فرمائی ہوئی ہیں۔

حیدرآباد دکن اور قلات سٹیٹ اور مختلف مقامات سے اعلیٰ عہدے پیش ہوئے۔ حکومت ہند نے ۱۹۸۸ء میں پریزیڈنٹ علمی ایوارڈ دیا لیکن حضرت خود نہ گئے۔ حکومت نے خانقاہ شریف بھجوایا جس پر آپ نے فرمایا:

''حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ ایسے امور کے متعلق فرماتے ہیں یہ تلخ دواء ہے اس کا روپوش شکر ہے اگر پہلے علم ہوتا تو روکتا عاجز کا پورا اعتماد حضرت مولیٰ جل شانہ پر ہے وہ ہی بندہ پروری فرما رہا ہے۔''

دہلی کی شاہی عیدگاہ فرقہ واریت کی وجہ سے غیر آباد ہو چکی تھی۔ دہلی کے اہل حل و عقد نے آ کر عرض کیا اور بہت اصرار کیا کہ آپ امامت فرمائیں چوں کہ تمام اہلِ دہلی آپ سے بے حد محبت رکھتے ہیں اور اللہ کا گھر آباد ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا تین شرطیں ہیں:

۱. عیدگاہ میں فرقہ وارانہ بیان نہ ہوگا۔
۲. میری تنخواہ نہ ہوگی۔

۳ میرے لیے سواری نہ بھیجی جائے۔

اہلِ حل و عقد نے تسلیم کیا اور آپ نے امامت عیدگاہ قبول فرمائی۔ آپ اپنے اسلاف کے طریقہ پر کاربند تھے۔ فرماتے تھے:

''اس عاجز کا مسلک اس حدیث پاک کے موافق ہے۔ جو حضرت نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے فرمایا: تم کیا کرو گے جب تم ایسے بے خبر لوگوں میں رہ جاؤ گے کہ ان میں نہ ایفائے عہد ہوگا نہ امانت ان میں اختلافات ہوں گے اور احوال کے اعتبار سے مشتبک ہوں گے اپنے ہاتھ کی انگلیاں مبارکہ دوسرے ہاتھ کی انگلیوں مبارکہ میں ڈال دیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: میرے لیے کیا فرمان ہے؟ فرمایا: تم ان امور کے پابند رہو جن کو تم جانتے ہو اور جن کا علم نہیں اس کو چھوڑ دو تم اپنے نفس کی فکر کرو عوام الناس سے خود کو بچاؤ۔'' (مشکوٰۃ شریف، کتاب الفتن)

آپ کے دو صاحبزادے خورد سالی میں وفات پا گئے اور ڈاکٹر محمد ابوالفضل جو ۳۰/اکتوبر ۱۹۳۶ء میں تولد ہوئے اور پھر ایم بی بی ایس کیا ۷/جولائی ۱۹۸۴ء ۴۹ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد قدس سرہٗ کی حیات میں رحلت فرما ہوئے۔ خیالی صاحب نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے قول مبارک سے تاریخ نکالی:

حَبِیْبٌ غَابَ عَنْ عَیْنِیْ وَ جِسْمِیْ

۱۴۰۴ھ

محمد ابوالفضل صاحب کے ایک صاحبزادے ہیں ابو النصر انس مجددی جو اب دہلی میں خانقاہ شریف میں متمکن ہیں اور خانقاہ شریف ان سے آباد ہے اور خدمت طریقہ علیہ فرما رہے ہیں۔ بارك الله فی عمره و اجعله للمتقين اماما۔

حضرت نے اپنے اکلوتے صاحبزادے کی وفات کے واقعہ فاجعہ کو جس تحمل سے برداشت کیا وہ آپ ہی کا حصہ ہے تمام امور سر انجام دیتے رہے اور فرماتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کا خط جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ان کے صاحبزادے کی وفات پر تعزیۃً تحریر فرمایا تھا میرے لیے تعزیۃ اور صبر کا پیغام ہے۔

حدیث شریف تعزیۃ

بسم الله الرحمن الرحيم۔ اما بعد! فاعظم اللهُ لك الاجر و الهمك الصبر و رزقنا و اياك الشكر فان انفسنا و اموالنا و اهلينا و اولادنا من مواهب الله عزوجل الهنيئة وَ عواريهِ المستودعةِ نمتع بها الى اجل معدود و يقبضها بوقت معلوم ثم افترض علينا الشكر اذا اعطى و الصبر اذا ابتلى فكان ابنك من مواهب الله الهنيئة و عواريه المستودعة متعك به فى غبطة و سرور و قبضه منك بأجر كبير الصلوة و الرحمة و الهدىٰ إن احتسبته فاصبر و لا يُحبط جزعكَ اجركَ فتندم و اعلم ان الجزع لا يرد شيئا و لا يدفع حزنا وَ مَا هو نازل فكان وَ قد و

السلام۔ (مستدرك للحاکم حصن حصین)

آپ عربی فارسی و اردو میں ذوق سخن فرماتے تھے لیکن مشاعروں و محافل میں شرکت نہ فرماتے تھے۔ حضرت والد ماجد حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کی محفل کی کیفیت فارسی میں نظم فرمائی ہے:

کلام فارسی

بود شیخ نقشبندانِ رامصیف
کو بہ عرفان بد مجدد را ردیف
قبلہ عالم ابو الخیر کبیر
ذخر دین عبد اللہ آن قطب شہیر
ہر چہ گویم در کمالش برتر است
در گمان من مقامش برتر است
خادمان شان بہ سوز درد دل
ہمچو پروانہ بہ شمع مشتعل
از شراب معرفت بیہش بدند
رب اشعث را مثال جوش بدند

کلام اردو

الٰہی کہاں مشت خاکِ ذلیل
کہاں بارگاہ رفیع و جلیل

تری رحمتوں نے اٹھایا اسے
الیہ الوسیلہ سنایا اسے
توسل بہ اسم جلیل و عظیم
دعاؤں کو سن لے بہ لطف عمیم
گنہ سے ہو اگرچہ میں خستہ حال
برابر یہ رہتا ہے دل میں خیال
نہ ڈر زید مرشد ہے خیر جہاں
نبی تیرا شافع خدا مہرباں

عربی کلام

هذا هو الخير المزيد حقيقة
ياتيك بالخيرات ما لم تعلما
فاسمع أُخَيَّ مقالتي و اعمل بها
لا تحكمن قبل الختام فتندما
فالحكم فرعٌ عن تصوره فان
تسلك سبيلا غيره لا تسلما
و الله يهدينا الصواب فانّه
اهل لذاك و فضله قد عمّما

صلّی الا لہ علی الحبیب المصطفٰی
و الال و الصحب الکرام و سلما

آپ نے اپنی حیات مبارکہ میں مزارات مبارکہ پر قبہ بنوایا اور فرمایا:

''یہ سنّت انبیاء علیہم السلام وسنت اولیاء کرام ہے۔''

❀ جس کی تاریخ آپ نے یوں فرمائی:

مظہرؒ معرفت آگاہ علیؒ کا قبہ
موج در موج سمندر صفتی کا قبہ
محو آرام ہیں کس حسن سے انوار سعیدؒ
قبہ زرقا چراغ نبویؒ کا قبہ

مظہرؒ سے حضرت مرزا مظہر جان جاناں صاحب اور علیؒ سے حضرت شاہ غلام علی صاحب اور سعیدؒ سے حضرت شاہ ابوسعید صاحب، چراغ نبویؒ حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کا تاریخی نام ہے۔

حضرت کا وصال ۲/ دسمبر ۱۹۹۳ء ۱۷/ جمادی الثانی ۱۴۱۴ھ خانقاہ ارشاد پناہ میں ہوا اور پہلو میں حضرات کرام کے محو آرام ہیں۔ اللّٰھم اکرم نزلھم۔

مناہج السیر فی مدارج الخیر جو سلوک طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں آپ نے تحریر فرما کر اہل طریقت پر کرم فرمایا سبقاً سبقاً درجات سلوک درج فرمائے چوں کہ اہل تصوف اور پھر مکتوبات شریفہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ بھی اکثر فارسی میں ہیں اور محبین کی کثیر تعداد فارسی سمجھنے والے تھے اس لحاظ سے فارسی تحریر ہے۔ مولانا محمد نعیم اللہ خیالی صاحب جو حضرت کے مرید مجاز تھے انہوں نے ترجمہ اردو میں فرما کر مزید احسان فرمایا سالکانِ راہ

مولیٰ پر اللہ تعالیٰ اجر عظیم عنایت فرمائے۔

خیرے کن اے فلان و غنیمت شمار عمر
زان بیشتر کہ بانگ بر آید فلان نماند

مولانا محمد نعیم اللہ خیالی صاحب

آپ کی ولادت ۱۵/اپریل ۱۹۲۰ء شہر بہرائچ ہوئی آپ کے والد حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی سے بیعت تھے اور یہی وجہ تھی کہ بزرگان دین و علماء اعلام کی عقیدت سے قلب منور تھا۔ اردو، فارسی، عربی، انگریزی میں مہارت حاصل تھی اور کالج میں استاد رہے طب یونانی و ہومیوپیتھی میں دلچسپی رکھتے تھے اردو و فارسی و عربی میں ذوق سخن رکھتے تھے غیر ملکی زبانوں میں فرنچ، جرمنی، روسی اور چائنیز زبان کا عمدہ شعور تھا اور لسانیات پر کافی تحریرات چھوڑی ہیں۔

۱۹۷۴ء میں دہلی حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے در اقدس پر حاضر ہوئے اور سلوک طے کیا اور مجاز ہوئے۔

ذالك الفضل يصيب به من يشاء من عباده۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مناہج السیر فی مدارج الخیر کا ترجمہ برائے تسہیل عوام الناس فرمایا۔ اس کے سواء دیگر تصانیف یہ ہیں:

۲ معمولات خیر
۳ بیان خیر البشر
۴ تبصرہ

⑤ معارف مکتوبات امامِ ربانی جو بے مثال فہرست ہے

⑥ تاریخ مسعودی

⑦ اردو کی بین الاقوامی حیثیت

⑧ اردو ایک ہمہ گیر زبان

⑨ اردو الفاظ۔

اردو ادب کا جمہوری کردار دیگر کتب بھی بطوالت مسودہ تیار ہیں۔

۳۱ر دسمبر ۱۹۹۱ء کو رحلت فرمائی دار فانی الی دار باقی ہوئے۔ علاقہ لکھنو بہرائچ میں کثیر تعداد میں لوگ آپ سے مستفید ہوئے۔

طوبیٰ لِمَنْ آثر ما یبقی علی ما یفنیٰ۔

و نسأَلُ مولانا الکریم اِلٰهَنا
یصیرنا مِمَّن یظل بظله

۶ر مئی ۲۰۱۳ء
۲۵ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ

ابو حفص عمر مجددی فاروقی
خانقاہ شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ شارع شاہ ابوالخیر کوئٹہ
بلوچستان، پاکستان

عرضِ مترجم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَا اُحۡصِیۡ ثَنَاءَہٗ وَ اُصَلِّیۡ عَلٰی حَبِیۡبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ

اَمَّا بَعۡدُ!

میں نے جب سے آنکھ کھولی گھر میں اچھا خاصہ دینی ماحول پایا والدہ محترمہ رحمہا اللہ صوم وصلوٰۃ اور وظائف و اوراد کی پابند تھیں۔ والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی قدس سرّہ سے بیعت اور متقی وعبادت گزار تھے۔ فرماتے تمہارا نام حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت مرزا جان جاناں مظہر قدس سرہ کے نام پر رکھا ہے۔ ابّا مرحوم کے ساتھ درگاہ سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ میں حاضری کا موقعہ بھی مِلا کرتا۔ اسی زمانے بہرائچ میں ایک معمّر بزرگ حضرت سید مرحوم شاہ قدس سرہ پشاوری آیا کرتے اور یہاں مسجد کالے خاں کے حجرے میں قیام فرماتے تھے۔ حضرت شاہ ابوالخیر قدس سرّہ سے دہلی میں آپ کی ایک ملاقات کا تفصیلی واقعہ بھی برادرِ طریقت خداداد خاں صاحب مرحوم سے معلوم ہوا بہرطور والد صاحب ان کی صحبت میں روزانہ بیٹھتے اٹھتے بلکہ شام کا کھانا انہی کے ساتھ کھاتے تھے اور میں حضرت کے لیے گھر سے پان لے جانے کی خدمت انجام دیتا تھا۔ شہر کے کافی لوگ آپ سے بیعت تھے خود ہمارے کنبے کے اکثر افراد بھی ان سے مرید تھے۔

چنانچہ ۱۹۳۶ء میں بعمر سولہ سال میں بھی شوقیہ طور پر سلسلہ قادریہ مجدّدیہ میں آپ

سے مرید ہو گیا اور خلاصہ کیدانی و قدوری کا درس بھی لیا۔ ۱۹۳۸ء میں ۲۸ر رمضان کو حضرت کی وفات ان کے وطن پشاور میں ہوگئی۔ ۱۹۳۹ء میں ہمارے فارسی ادب وطب یونانی و ابتدائی عربی کے استاذ حکیم صاحب کا انتقال ہوا اور اگست ۱۹۴۰ء میں جناب والد ماجد بھی عالم بقا کو سدھار گئے اور میں متواتر تین سالوں میں روحانی، علمی و جسمانی سرپرستوں سے محروم ہو گیا، دنیا اندھیری نظر آنے لگی، اسکولی تعلیم بعارضۂ وجع مفاصل شدید ساتویں کلاس پاس کر کے ۳۴ء ہی میں چھوٹ چکی تھی جس کے سبب تعلیمی کوئی بھی سند پاس نہ تھی اب فکر معاش نے نہ بیٹھنے دیا مگر اللہ نے علم وجستجو کا ایسا چسکا عنایت فرمایا تھا کہ جس حال میں جہاں بھی رہا مطالعۂ کتب سے نہ صرف یہ کہ رشتہ مضبوط رہا بلکہ اردو، فارسی، عربی و انگریزی کے امتحانات بطور پرائیویٹ بورڈ اور یونیورسٹیوں سے دیتا رہا آخر کار ۱۹۵۸ء کو مقامی کالج میں مدرس ہو گیا۔

البتہ سرپرستوں سے اٹھتی عمر میں محرومی نے فکر وعمل میں آزادی بلکہ فضولی پیدا کر دی۔ مختلف علمی نظریات اور عملی تحریکات سے متاثر ہوتا رہا اور ہر چمکتے سراب کو اپنی پیاس کے لیے پانی سمجھا لیکن جلد ہی نا آسودگی کے احساس کے تحت کنارہ کشی بھی کرتا گیا چنانچہ چند سال اشتراکیت زدگی کے فریب خیال میں مبتلا رہا، پھر جماعتِ اسلامی ہند سے ہمدردی ہو گئی اور مدتوں رہی مگر ۱۹۶۷ء کو ادھر سے بھی جی بھر گیا دل و دماغ کو سکون و اطمینان کہیں بھی اور کسی سے بھی نصیب نہ ہو سکا۔ سیاسی طرز فکر میں خاندانی طور پر کانگرس کے جمہوریتی جراثیم آزادی سے قبل ہی رہ چکے تھے۔ ۱۹۷۳ء میں دہلی کے اقلیتی کنونشن میں بہرائچ کے ممبر کی حیثیت سے شریک ہوا لیکن مشاہد نے بے اطمینانی بڑھا دی، اس سلسلہ میں مسجد عبد النبی میں جمعیۃ العلماء کے دفتر میں بھی جانا ہوا اور بعض لوگوں سے ملنا ہوا

لیکن افسوس کہ یہ تاثر لے کر لوٹا کہ یہاں تو دین و دنیا میں سے کسی بھی مرض کی دوا نہیں ہے اب کیا کروں؟ کس گھر جاؤں؟ کوئی قطعی بات سمجھ میں نہ آتی تھی۔

مگر سچ یہ ہے کہ جب توفیق الٰہی شاملِ حال ہوتی ہے تو رہنمائی کے لیے حضرت خضر سے ملاقات کرا دیتے ہیں۔ ۱۹۷۳ء ہی میں ''اردو کی بین الاقوامی حیثیت'' کے موضوع پر آگرہ سے تحقیقی مقالے کے لیے رجسٹریشن ہو گیا اس سلسلہ میں میرے گائڈ نے دہلی یونیورسٹی کے خواجہ احمد صاحب فاروقی سے ملنے کا مشورہ دیا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ قدرت کی کشش ادبی فاروقی کے حیلہ سے روحانی فاروقی کی طرف جانے کی راہ ہموار کر رہی ہے۔ اوائل ۱۹۷۴ء میں کالج کے ساتھی مدرس شبیر صاحب ربیع الاول کی تقریب میں خانقاہ مظہری دہلی جانے والے تھے اور مجھے بھی اپنے گائڈ صاحب سے ملنے کے لیے بریلی جانا تھا لہٰذا مشترکہ سفر کا پروگرام بنا کر چلے جب بریلی اسٹیشن قریب آیا تو اچانک خیال ہوا کہ کیوں نہ شبیر صاحب کے ساتھ ہی دہلی جا کر پروفیسر صاحب موصوف سے ملاقات کر آؤں چنانچہ جنکشن پر اتر کر دہلی کا ٹکٹ لے لیا اور اپنے ہمسفر کے ساتھ درگاہ شاہ ابوالخیر میں فروکش ہوئے حضرت مرشدی سے ملاقات ہونا تھی کہ مدتوں سے سُست پڑی ہوئی رگِ روحانیت پھڑک اٹھی یا یوں کہیں کہ نسبت طریقتِ مجددی میں بیداری و آگاہی کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ کافی غور کرنے کے بعد حضرت سے بیعت ہونے کا فیصلہ دل نے کر لیا مگر زبان سے ادا نہ کر سکا۔ رخصت کے وقت صرف یہ کہہ سکا کہ حضرت میں کچھ عرض کرنا چاہتا تھا تو آپ نے فرمایا:

طلب دل میں ہو اور رہے جستجو
وابتغوا الیہ الوسیلہ پڑھو

پھر سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا کہ اچھا پھر سہی، اللہ تمہیں خوش رکھے۔

یہ سال کسی طرح گزرا بیعت کی طلب اور دوبارہ ملاقات کی آگ اندر اندر سلگتی رہی حتیّٰ کہ دوسرے سال ربیع الاوّل کے موقعہ پر حاضر خدمت ہوا اور خاص حالات میں بحمد اللہ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت سے مشرف ہوا، آپ نے اپنے کئی رسالے فارسی و اردو کے مرحمت فرمائے ان ہی میں کتاب مستطاب مناہج السیر فارسی بھی تھی بہرائچ واپس آکر مطالعہ کرتا رہا، اس کی افادیت کے مدنظر جی چاہا کہ اس کا اردو ترجمہ کرڈالوں تاکہ غیر فارسی داں برادرانِ طریقت بھی اس سے مستفید و مستفیض ہوسکیں کیونکہ ہمارے سلسلہ میں یہ اپنے ڈھب کی نہایت ہی اعلیٰ ونایاب کتاب ہے چنانچہ ۱۹۷۷ء میں ترجمے کا کام تمام کرلیا اور اسی سال ربیع الاوّل کی حاضری کے دوران دو ہفتہ خانقاہ شریف میں ٹھہر کر پورا ترجمہ حضرت کو سنایا۔ آپ نے صحت و اصلاح کے ساتھ رفع مشکلات بھی کی اور اپنی پسندیدگی کی سند بھی سپردقلم فرمادی جس کی نقل شاملِ کتاب ہے۔

اب مسودے کو صاف کرنا تھا یہ کام کچھ مناسب اضافوں اور اسنادی حاشیوں کی تکمیل نہ ہو سکنے کی وجہ سے ملتوی رہا یہاں تک کہ سالِ رواں یعنی ۱۹۸۳ء مارچ میں حضرت بہرائچ تشریف لائے ہوئے تھے دوران قیام ایک دن آپ نے فرمایا کہ ''خیالی وہ ہماری کتاب مناہج السیر کا پہلا ایڈیشن قریب الختم ہے اسے دوبارہ چھپوانا ہے لہٰذا تم اسے اردو میں کردو کیونکہ فارسی کا مذاق ملک میں کم ہوتا جارہا ہے۔'' میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ کام تو پہلے ہی ہو چکا ہے اور لے جاکر مسوّدہ پیش کیا۔ ملاحظہ فرماکر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ''لو مجھے تو اس کا خیال بھی نہیں رہا۔ اچھا اب تم اسے دو چار ماہ میں صاف کر کے مجھے دہلی بذریعہ رجسٹری بھجوادو میں شاہ ابوالخیر اکاڈمی سے چھپوادوں گا۔'' یہ ہے مختصر روداد

تقریب ترجمہ کی۔

اب مناہج السّیَر اردو کے بارے میں چند امور لائق اظہار ہیں جو ملاحظہ ہوں:

① اوّل یہ کہ نظر ثانی میں حضرت مرشدی دام فیوضہ کے حسب الحکم ترجمہ پن کو حتی الامکان دور کر کے عبارت عام فہم و رواں کر دی ہے۔

② متن میں آیات کے حوالے اور احادیث کے حوالے حاشیے میں دے دیئے ہیں۔

③ متن کے وہ متذکرہ اشخاص جن کا تعلق ہمارے سلسلے کے شجرے سے نہیں ہے ان کا مختصر تعارف بھی حاشیے میں دے دیا ہے۔

④ پہلے تو متن کے متذکرہ عربی و فارسی اشعار کا نثری ترجمہ کر دیا تھا مگر اب ان کا مفہوم اردو اشعار ہی میں موزوں کیا گیا ہے۔

⑤ کافی تعداد میں فنی اصطلاحات کی تشریح جدول کے طور پر شروع کتاب میں مرتب کر کے شامل کر دی ہے جو اسی کتاب سے ماخوذ ہیں لہٰذا حوالے کی ضرورت نہیں۔

⑥ اصل کتاب کے آخر میں حضرت کا فارسی میں منظوم شجرہ تھا۔ اردو اڈیشن کی مناسبت سے اس کی بجائے آپ ہی کا اردو منظوم شجرہ شامل کیا ہے البتہ دعائیہ حصّہ میں صرف چیدہ اشعار بوجہ اختصار لیے ہیں۔

⑦ مذکورہ بالا شجرے کے بعد ہی نثری شجرہ حضرات کرام کی تاریخ وفات و مدفن پاک کی نشان دہی کے ساتھ مرتب کر کے شامل کیا گیا ہے۔

اپنی فہم ناقص میں متذکرہ بالا ترتیب و اضافے کی جرأت محض مزید افادیت کے مدّنظر کی ہے۔ کرمِ بزرگانہ سے امید ہے کہ حضرت مرشدی دام عنایۃ بہ حیثیت مؤلف کے

اس سُوءِ ادب کو معاف فرمائیں گے۔

ان ضروری تصریحات کے بعد میں قارئین اور خاص کر برادرانِ طریقت سے گزارش کرتا ہوں کہ اس کتاب کو پڑھنے اور اس سے مستفید ہونے کے بعد بحکم هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ○ (سورۃ الرحمٰن، آیت: ۶۰) حضرت مولف دام فیوضہ اور فقیر مترجم عفی اللہ عنہ، کو دعائے خیر میں یاد رکھیں۔ فقط

والسلام

الفقیر الی اللہ ابن عبد اللہ

محمد نعیم اللہ خیالی

۲۲ر ذیقعدہ ۱۴۰۳ھ یکم ستمبر ۱۹۸۳ء

نوازش حضرتِ مؤلّف دام فیوضہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی...

برادرِ طریقت محمد نعیم اللہ خاں خیالی سلّمہ اللہ و وفقہ لمرضاتہ نے عاجز کی کتاب مناھج السّیر و مدارج الخیر کا اردو میں ترجمہ کیا اور عاجز کو از اوّل تا آخر سنایا، اللہ تعالیٰ ان کو اجرِ کثیر عنایت کرے، ترجمہ بہت اچھا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ عاجز کو اور ان کو اور تمام برادرانِ طریقت کو توفیق دے کہ حضرات کرام کے بیان کردہ فوائد سے استفادہ کریں اور امور فانیہ سے روگردانی کر کے امور باقیہ کی طرف متوجہ ہوں۔

ابُوالحَسن زید فاروقی عفی عنہٗ [1]

شاہ ابوالخیر مارگ دہلی ٦

شنبہ ۱۴ ماہِ مبارک میلاد ۱۳۹۷ھ

۵ / مارچ ۱۹۷۷ء

[1] تاریخ وصال: ۲ دسمبر ۱۹۹۳ء، ۱۷ جمادی الثانی ۱۴۱۴ھ
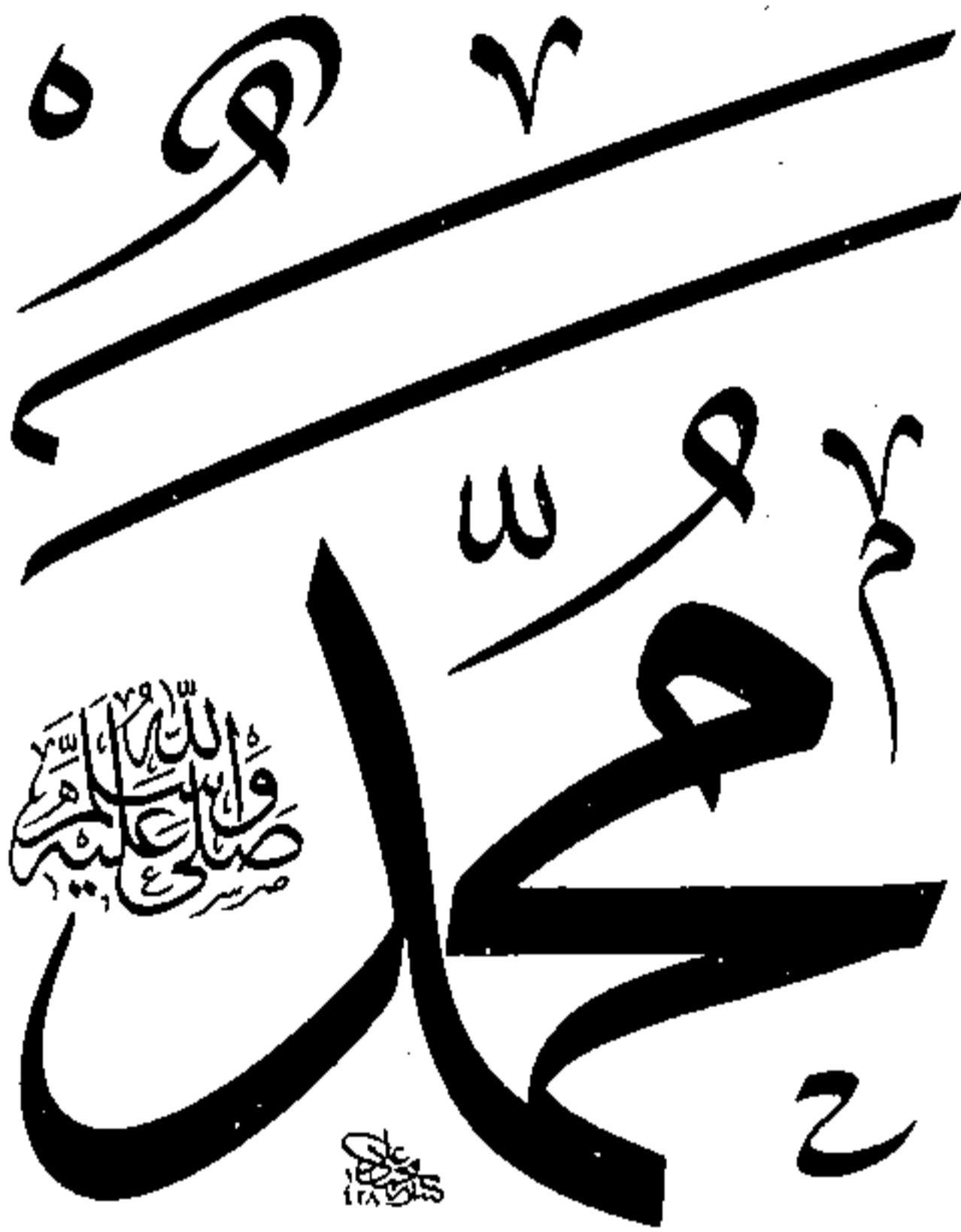
مختصر بیان بیس مُراقبات کا جو سات دائروں میں ہوتے ہیں

شمارہ	نام مراقبہ	دائرہ مراقبہ	منشاءفیض	مقام ورود فیض	قسم سیر	مدارج سبعہ
۱	احدیت	دائرہ امکان	ذات پاک احد جو صفات کمال سے متصف اور سمات نقصان سے منزہ ہے	قلب	قدمی	اوّل
۲	معیت، ابتدائے سیر اسم الظاہر	ولایت صغریٰ	ذات پاک پروردگار جو ہمارے ساتھ ہے	قلب	قدمی	دوم
۳	اقربیت، سیر اسم الظاہر	ولایت کبریٰ	ذات پاک پروردگار جو ہماری شہ رگ سے قریب تر ہے	نفس معہ لطائف خمسہ	قدمی	سوم
۴	محبت، سیر اسم الظاہر	ولایت کبریٰ	ذات پاک پروردگار جو ہمیں چاہتی ہے اور ہم اسے	نفس	قدمی	

۵	محبت، سیر اسم الظاہر		ذات پاک پروردگار جو ہمیں چاہتی ہے اور ہم اسے	نفس	قدمی	
۶	محبت، سیر اسم الظاہر		ذات پاک پروردگار جو ہمیں چاہتی ہے اور ہم اسے	نفس	قدمی	
۷	محبت، سیر اسم الباطن	ولایت عُلیا	ذات پاک پروردگار جو ہمیں چاہتی ہے اور ہم اسے	ہوا پانی آگ	قدمی	چہارم
۸	کمالاتِ نبوت	تجلیات ذاتیہ	ذات پاک بحت	خاک	قدمی	پنجم
۹	کمالاتِ رسالت	تجلیات ذاتیہ	ذات پاک بحت	ہیئت وحدانی	قدمی	
۱۰	کمالات اولو العزم	تجلیات ذاتیہ	ذات پاک بحت	ہیئت وحدانی	قدمی	
۱۱	حقیقت کعبہ ربانی	حقائق الٰہیہ	ذات پاک بحت	ہیئت وحدانی	قدمی	ششم
۱۲	حقیقت قرآن کریم		ذات پاک بحت	ہیئت وحدانی	قدمی	

۱۳	حقیقت صلوٰۃ		ذات پاک بحت	ہیئت وحدانی	قدمی	
۱۴	معبودیت صرفہ		ذات پاک بحت	ہیئت وحدانی	نظری	
۱۵	حقیقت ابراہیمی	حقائق انبیا	ذات پاک بحت	ہیئت وحدانی	قدمی	ہفتم
۱۶	حقیقت موسوی	"	ذات پاک بحت	ہیئت وحدانی	قدمی	
۱۷	حقیقت محمدی	"	ذات پاک بحت	ہیئت وحدانی	قدمی	
۱۸	حقیقت احمدی	"	ذات پاک بحت	ہیئت وحدانی	قدمی	
۱۹	حب صرفہ	"	ذات پاک بحت	ہیئت وحدانی	قدمی	
۲۰	لاتعین وحضرت اطلاق	"	ذات پاک بحت	ہیئت وحدانی	نظری	

نقشہ عالم خلق و عالم امر کے لطائف کا

عالم خلق کے پانچوں لطیفے	نفس	ہوا	پانی	آگ	مٹی
عالم امر کے پانچوں لطیفے	قلب	روح	سر	خفی	اخفی

ترجمہ رُباعی مولانا جامی قدس سِرّہٗ

قدرِ گل و مل بادہ پرستاں جانیں
نے خود منشاں و تنگ دستاں جانیں
ہے نقش سے بے نقش تک پہنچنا ممکن
یہ نقشِ عجیب نقش بنداں جانیں

بعض اصطلاحات کا بیان

شمارہ	اصطلاح	تشریح
۱	ذات بحت	ذات پاک پروردگار بغیر ملاحظۂ صفات کے یعنی ذات باری تعالیٰ کا مراقبہ خالص طور پر بغیر کسی صفت کے تصور یا خیال کے۔
۲	غیب ھویّت	ذات احدیت بہ اعتبار لاتعین
۳	محاصرہ	تجلی فعلی یعنی صفتِ تکوین کی تجلی۔ یہ مرتبہ اولیٰ یعنی پہلا مرتبہ ہے۔
۴	مکاشفہ	صفات پروردگار کی تجلی، یہ دوسرا مرتبہ ہے۔
۵	مشاہدہ	تجلی ذات وحب ذات، یہ تیسرا مرتبہ ہے۔
۶	جذبہ	لطائف کی کشش اپنے اصول اور اصول الاصول کی طرف
۷	واردات	قلب پر فیضان الٰہی کا وارد ہونا۔ اسی کو عدم اور وجود عدم بھی کہتے ہیں۔
۸	جمعیت	قلب کی وہ حالت ہے کہ اس میں وسوسے کی کوئی جگہ نہ رہ جائے۔
۹	حضور	وہ حالت ہے کہ قلب ہر وقت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔
۱۰	فنا	وہ حالت ہے کہ آگاہی وحضور ہمیشہ برابر رہے اور کوئی چیز اس میں خلل انداز نہ ہو سکے اور اپنے وجود کا بھی ہوش نہ رہے۔
۱۱	فنائے فنا یا جمع الجمع وعین الیقین	یہ تینوں ایک ہی معنی میں ہیں یعنی اپنی بے شعوری کا بھی احساس نہ رہے۔
۱۲	جمع وقبول	وہ حالت جس میں اطمینان یعنی جمعیت خاطر اور دلوں کا دوام قبول حاصل ہو۔

۱۳	شہود۔ وصول وجود	یہ دونوں ایک ہی معنی میں ہیں یعنی دل واقف و آگاہ رہے اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف چوکسی رکھے۔
۱۴	پرداخت	یعنی اسم ذات کے ذکر کے وقت اسم شریف ذات (اللہ) کا مفہوم ملحوظ رکھے کہ ذات پاک صفاتِ کمال سے موصوف اور ہر طرح کے نقص سے پاک و بے عیب ہے۔

افاضہ مدارجُ الخیر (۱۹۷۷)

یعنی چند مزید اصطلاحات کی تشریح از مترجم نعیم اللہ خیالی

شمارہ	اصطلاح	تشریح
۱	احدیت	مدرج اوّل یعنی دائرۂ امکان یا ولایت صغریٰ کے مراقبے کو احدیتِ صرفہ کہتے ہیں۔
۲	اقربیت	مدرج سوم یعنی دائرۂ ولایت کبریٰ کے مراقبے کو کہتے ہیں اس مقام میں ظل وسکر کے بجائے توحید شہودی کا انکشاف ہوتا ہے۔
۳	اصول	عالم خلق کی اصلیں جو عالم امر میں ہوتی ہیں انہیں اصول کہتے ہیں۔
۴	برزخ	دو چیزوں کے درمیان حد فاصل کو کہتے ہیں۔
۵	بے چوں و بے چگون	وہ ذات پاک احد جو ہر کمال رکھتی ہے اور ہر کمی سے پاک ہے اور اسے نہیں کہہ سکتے کہ کیوں ہے اور کیسی ہے۔

۶	بیعت	اس کے معنی عہد کرنا اور اس پر قائم رہنا ہے اور اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ شیخ ارشاد کے ہاتھ میں بطور مصافحہ ہاتھ دے کر پچھلے گناہوں سے توبہ اور آئندہ بچنے کا اقرار کر کے تجدید ایمان و عمل صالح کا عہد کرے۔
۷	بقا؟	چھ لطائف قالب یعنی انسانی جسم سے جدا ہو کر اور مقام قدس میں واصل ہو کر اس کے رنگ میں رنگ کر اگر پھر قالب کی طرف رجوع ہوں تو اس وقت خاص تجلی سے جلوہ گر ہو کر نئی زندگی پاتے ہیں یہ مقام بقا باللہ کا ہے یہاں لطائف اخلاق الٰہی سے آراستہ ہوتے ہیں اور ایسا سالک صاحب ارشاد ہوتا ہے۔
۸	باطن	اس کے معنیٰ ہیں چیز کا اندروں، عالم امر کے اجزا یا عناصر انسانی یعنی قلب و روح سرِ خفی اخفی کے مجموعے کو انسان کا باطن کہتے ہیں۔
۹	تہذیب لطائف	اس سے مراد یہ ہے کہ لطائف اپنے سابقہ احوال وکوائف کو پہنچ کر اپنی نورانیت جو قالب مادی کے لگاؤ سے ماند پڑ گئی ہے دوبارہ حاصل کر لیں اور کارخانہ باطن روشن ہو جائے۔
۱۰	تبعیت	یہ لفظ ضمنیت کے مترادف ہے یعنی کسی کے ساتھ بطور طفیلی ہونا۔
۱۱	حضرت اطلاق یا حضرت اجمال	اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک جسے لاتعین بھی کہتے ہیں۔

۱۲	دائرہ	عالمِ امکان یا ساری کائنات کو دائرہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ ہر طرف سے برابر ہے۔
۱۳	دائرۂ امکان	یعنی ساری کائنات، اسی کو عالم کبیر بھی کہتے ہیں۔
۱۴	زیرِ قدم	جس خاص صفتِ الٰہی سے کسی نبی کی تربیت ہوتی ہے اس صفت کا کچھ حصہ جس سالک کا مربی ہو اس کی ولایت اس نبی کے زیر قدم ہوتی ہے۔
۱۵	سالکِ مجذوب	وہ سالک جو اہل کشف و صاحب معرفت ہو۔
۱۶	سیر	سلوک روحانیت میں مقامات کے طے کرنے کو سیر کہتے ہیں۔ اس کی کئی قسمیں ہیں۔ ① سیر الی اللہ دائرہ ولایت صغریٰ کی سیر کو کہتے ہیں۔ ② سیر فی اللہ دائرہ ولایت کبریٰ کی سیر کو کہتے ہیں۔ ③ سیر عن اللہ جب سالک ولایت کبری میں سیر فی اللہ کے بعد رجوع کرتا ہے تو سیر عن اللہ ہے۔ ④ سیر آفاقی لطائف کے قالب سے نکل آنے کے وقت سے لے کر اور اس کے اصول تک واصل ہو جانے تک اور ان کے مواطن میں قیام کرنے کے زمانے میں سالک اپنے لطائف کے انوار اپنے سینے کے باہر مشاہدہ کرتا ہے یہی سیر آفاقی ہے۔ ⑤ سیر انفسی، جب لطائف اپنے اصول تک پہنچ جاتے ہیں اور وہاں قیام کر لیتے ہیں، اس وقت جو انوار و اسرار اپنے سینے کے اندر دیکھتا ہے اسے سیر انفسی کہتے ہیں۔

		⑥ سیر نظری، حقائق الٰہیہ میں سے دائرہ حقیقتِ صلوٰۃ میں اس مقام پر ایک مجہول الکیفیت وصول ہے اگر صورت مثالی میں اس وصول کی نشاندہی نظر میں ہوئی، تو سیر نظری کہتے ہیں۔ ⑦ سیر قدمی، اگر مذکورہ مقام پر صورت مثالی میں وصول کی نشاندہی قدم پر ہوتو سیر قدمی ہے۔ [1]
۱۷	شانِ جامع	مرتبہ تنزیہہ اور احدیتِ مجرّدہ کے درمیان مثل برزخ کے ہے اس شانِ جامع کی تجلی کا تعلق مسلک پنجم کے لطیفہ اخفی سے ہے
۱۸	شیُونات ذاتیہ	شیون وشیونات جمع ہے شان کی، اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا وہ مقام جو صفاتِ ثبوتیہ سے بلند تر ہے۔
۱۹	صفتِ اضافیہ	اللہ تعالیٰ کی صفتِ تکوین کو کہتے ہیں۔
۲۰	صفتِ ثبوتیہ	اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے اس درجہ کو کہتے ہیں جو صفتِ اضافیہ یعنی صفتِ تکوین سے بلند تر ہے۔
۲۱	صفتِ تکوین	اللہ تعالیٰ کی صفتِ اضافیہ یعنی وہ صفت جس سے فعل وخلق وتخلیق و ایجاد واختراع وجود پاتے ہیں۔
۲۲	صفتِ سلبیہ	اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا وہ مقام جو شیوناتِ ذاتیہ سے بلند تر ہے اسے تنزیہہ بھی کہتے ہیں۔
۲۳	صرفہ	مطلق یا محض۔

[1] واضح ہو کہ بیس مراقبوں میں سے فقط دو یعنی مراقبہ معبودیت صرفہ اور مراقبہ لاتعین حضرت اطلاق میں سیر نظری ہوتی ہے بقیہ اٹھارہ مراقبوں میں سَیر قدمی۔

۲۴	ضمنیت	یہ تبعیت کا مترادف ہے یعنی کسی کے طفیلی کے طور سے ہونا۔
۲۵	ظاہر	عالم خلق کے اجزا یا عناصر خمسہ یعنی نفس آگ پانی ہوا مٹی کے مجموعے کو انسان کا ظاہر کہتے ہیں۔
۲۶	ظلال	ظل کی جمع ہے اصل معنی پرچھائیں یا عکس کے ہیں اصطلاح میں تجلیات الٰہیہ کے اثرات یا احساس انوار کو کہتے ہیں کوئی مخلوق ذات باری تعالیٰ کو تو دیکھ نہیں سکتی البتہ مقرب بندے حسب مراتب تجلیات کے ظلال کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔
۲۷	عالم	ایک طرح کی نوعیت یا کیفیت یا تخلیقات کی ایک حیثیت کو ایک عالم کہتے ہیں یہ کئی طرح کے ہیں۔ ① عالم کبیر: ساری کائنات مادی وغیر مادی۔ ② عالم صغیر: جسم انسان چونکہ خلاصۂ کائنات ہے لہٰذا اس کو عالم صغیر کہا گیا ہے۔ ③ عالم ملک: عالم خلق کا وہ حصہ جو انتہائے زیریں سے آسمانِ دنیا تک ہے۔ ④ عالم ملکوت: عالم خلق کا وہ حصہ جو آسمان دنیا سے انتہائے عرش مجید تک ہے۔ ⑤ عالم خلق: یہ عالم اجسام ہے یعنی دائرۂ امکان کا نصف زیریں عالم خلق ہے جس کی تخلیق اسباب وعلل کے قانون کے تحت رکھی گئی ہے۔

		⟨۶⟩ عالم امر: دائرہ امکان کا نصف بالائی حصہ عالم امر ہے جو امر کن فیکون سے وجود میں آیا۔ عالم مثال و عالم ارواح کا تعلق اسی سے ہے۔
۲۸	فتح باب	ذکر شریف کے اثر سے غفلت کی تاریکی قلب سے جب دور ہو جاتی ہے تو سالک کو ایک نورانی منارہ سا چشم بصیرت میں محسوس ہوتا ہے حضرات نقشبندیہ اسے فتح باب کہتے ہیں کیونکہ اب اس مقام سے گویا وصول الی اللہ کا دریچہ کھل گیا۔
۲۹	قلب صنوبری	بائیں چھاتی کے نیچے دو انگل کے فاصلہ پر مائل بہ پہلو سینہ کے اندر گوشت کے ریشوں کا ایک عضو ہے جس کا چوڑا سرا اوپر پتلا سرا نیچے کو ہوتا ہے گویا الٹا لٹکا ہے اور شکل میں صنوبر کے پھل کی طرح گاؤ دم ہوتا ہے یہ لطیفۂ قلب کا مقام ہے۔
۳۰	لطائف	جمع ہے لطیفہ کی، یہ قوتیں ہیں انسان ہر دو عالم یعنی عالم خلق و عالم امر کے اجزا سے ترکیب پایا ہے ہر جزو کو لطیفہ کہتے ہیں کل دس لطیفے ہیں۔ پانچ عالم خلق کے اور پانچ عالمِ امر کے۔
۳۱	لاتعین	ذات مطلق یا حضرت اطلاق جسے متعین نہیں کیا جا سکتا۔
۳۲	مشرب	کسی اولوالعزم نبی کا وصول جس لطیفے کی راہ (مسلک) سے ہوتا ہے اس کے سالک کا وصول بھی اسی نبی کے مشرب سے موسوم ہوتا ہے۔

۴۳	مسلک	لطائف خمسہ (عالم امر کے) یعنی قلب، روح، سر، خفی، اخفی جن کے ذریعے راہِ طریقت طے کی جاتی ہے ہر مسلک اسی لطیفے کے نام سے موسوم ہے۔
۴۴	معیّت	مدرج دوم یعنی دائرہ ولایت صغریٰ میں ایک مراقبہ ہے جس کا مورد فیض قلب ہے اسی کو مراقبۂ معیت کہتے ہیں اصل معنی معیت کے ساتھ ہونے کے ہیں اس معنی میں معیت مختلف ہے ضمنیت یا تبیعت سے، یہ معیت بمقابلہ ضمنیت کے زیادہ اجمع ہے۔ مثلاً میں نے تم سے کہا کہ کھانا میرے ساتھ کھانا تم نے کہا کہ فلاں دوست کو بھی لاؤں گا تو تمہاری میرے ساتھ معیت ہوئی اور تمہارے دوست تمہاری ضمنیت میں آئے۔
۴۵	مراقبہ	اصطلاح مشائخ میں اسے کہتے ہیں کہ سالک آنکھ بند کر کے حضرت مبدأ فیاض کی طرف سے کسی لطیفہ پر ورودِ فیض کا منتظر ہو۔
۴۶	مجذوب سالک	ارباب جہل و حیرت کو کہتے ہیں۔
۴۷	واجب الوجود	ذات باری تعالیٰ
۴۸	موطن	اصلی مقام۔ عالم امر کے لطائف خمسہ کا وطن یعنی ان کے اصول جن کی یہ فرع ہیں۔
۴۹	مدرج	ولایت کے درجات کو اس کتاب میں مدرج کہا گیا ہے جس کی جمع مدارج ہے یہ ۷ ہیں۔

۴۰	ولایت کبریٰ	اصل مبدءِ تعین کو دائرہ ولایت کبری اور اس کی سیر کو سیر فی اللہ کہتے ہیں اور یہاں سے رجوع کو سیر عن اللہ
۴۱	ولایت صغریٰ	دائرۂ امکان اور دائرہ ظلال کو کہتے ہیں اس کی سیر کو سیر الی اللہ کہتے ہیں۔
۴۲	ہیئت وحدانی	کمالات نبوت میں اتمام سیر کے بعد سارے لطائفِ عشرہ جب صفائی و جلا پا کر باہم متحد ہو جاتے ہیں تو اس حالت کو ہیئت وحدانی کہتے ہیں۔

دیباچہ مؤلف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان بہت رحم والا ہے

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ ھَدَانَا لِھٰذَا وَ مَا کُنَّا لِنَھۡتَدِیَ لَوۡلَا اَنۡ ھَدَانَا اللّٰہُ تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت فرمائی اور ہم راہ نہ پاتے اگر اللہ کی ہدایت نہ ہوتی۔ و الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ وَ الرَّحۡمَۃُ وَ الۡبَرَکَۃُ عَلٰی مَنۡ رَأَی اللّٰہُ تَقَلُّبَہٗ فِی السَّاجِدِیۡنَ فَارۡسَلَہٗ اور درود و سلام اور رحمت و برکت اس پر کہ دیکھا اللہ نے اس کے تصرفات کو سجدہ کرنے والوں میں پس بھیجا اسے رَحۡمَۃً لِّلۡعَالَمِیۡنَ وَ شَرَحَ صَدۡرَہٗ لِلۡحِکۡمَۃِ وَ الۡعِرۡفَانِ وَ الۡیَقِیۡنِ وَ رَفَعَ ذِکۡرَہٗ فِی الۡمَلَاءِ الۡاَعۡلٰی باعث رحمت بنا کر سارے عالموں کے لیے ہے اور کھول دیا سینہ اس کا حکمت، عرفان اور یقین کے واسطے اور بلند کیا اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنَ وَ جَعَلَہٗ سَیِّدَ الۡاَنۡبِیَاءِ وَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ اَکۡرَمَہٗ بِالۡمُخَاطَبَۃِ وَ الۡمُکَاشَفَۃِ وَ الۡمُرَاقَبَۃِ وَ الۡمُشَاھَدَۃِ وَ الۡمُکَالَمَۃِ ان کا ذکر ملاء اعلیٰ میں روز قیامت تک کے لیے اور بنایا انہیں سردار انبیاء و المرسلین کا، مکرم کیا ان کو بذریعہ مخاطبت و مکاشفت و مراقبہ و مکالمہ وَ الۡمُشَافَھَۃِ وَ خَصَّصَہٗ بِالۡوَسِیۡلَۃِ وَ الۡفَضِیۡلَۃِ وَ الشَّفَاعَۃِ یَوۡمَ لَا تُغۡنِیۡ شَفَاعَۃُ الشَّافِعِیۡنَ اور مشاہدہ و مشافہہ کے اور مخصوص فرمایا ان کو وسیلہ و فضیلت و شفاعت کے ساتھ جس دن اہلِ سفارش کی سفارش

کفایت نہ کرے گی۔ ھُوَ سَیِّدُنَا وَ سَنَدُنَا وَ وَسِیْلَتُنَا وَ شَفِیْعُنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٌ اِمَامُ الْمُتَّقِیْنَ وَ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ اور ہیں وہ سردار ہمارے حجت ہمارے لیے اور وسیلہ ہمارے اور شفیع ہمارے اور آقا ہمارے محمد جو پیشوا ہیں متقیوں کے اور خاتم نبیوں کے وَ شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْنَ وَ حَبِیْبُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ فَتَحَ اللہُ بِہٖ اُذُنًا صُمًّا وَ اَعْیُنًا عُمْیًا وَ اَلْسُنًا بُکْمًا اور شفیع گنہگاروں کے اور محبوب رب العالمین کے، کھول دیا اللہ نے ان کے ذریعہ بہرے کانوں کو اور اندھی آنکھوں کو اور گونگی زبانوں کو وَ قُلُوْبًا غُلْفًا جَزَی اللہُ عَنْ اُمَّتِہٖ خَیْرَ مَا جَازٰی بِہٖ نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِہٖ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ اور بند دلوں کو۔ بدلہ دے اللہ ان کی اُمت کی طرف سے اس سے اچھا جو دیا جائے کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے۔ اے اللہ رحمت بھیج ان پر اور اَصْحَابِہٖ وَ مَنْ تَبِعَہٗ وَ وَالَاہُ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضًی وَلِحَقِّہٖ اَدَاءً وَ لِدِیْنِہٖ بَھَاءً وَ لِاُمَّتِہٖ صَلَاحًا ان کی آل پر، اور ان کے اصحاب پر اور جو ان کا اتباع کرے اور ان سے محبت رکھے ایسی رحمت جو تیری رضا کا سبب ہو جس سے ان کے حق کی ادائیگی ہو اور ان وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا دَائِمًا اَبَدًا عَدَدَ خَلْقِکَ وَ رِضٰی نَفْسِکَ وَزِنَۃَ عَرْشِکَ وَمِدَادَ کَلِمَاتِکَ و بعد کے دین کے لیے رونق ہو اور ان کی امت کے لیے بھلائی ہو اور سلام بھیج جو سلامتی ہو بکثرت اور دائمی و ابدی اتنی جتنی کہ تیری مخلوق ہے اور جس سے تیری ذات راضی ہو جائے جس سے عرش کی زینت ہو اور بقدر تیرے کلمات کی روشنائی کے۔ اما بعد!

ذرّہ بے مقدار و بندۂ ناکار ابو الحسن زید فاروقی مجدّدی [1] بہ لحاظ نسب کے اور

---

[1] حضرت مرشدی زید دام فیوضہ خلف و خلیفہ حضرت شاہ ابو الخیر فاروقی مجددی متولد سہ شنبہ ۲۵/ رمضان المبارک ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۳/ نومبر ۱۹۰۶ء، صاحب سجادہ درگاہ شاہ ابو الخیر دہلی مؤلف رسالہ ہٰذا۔

نقشبندی مجددی بہ اعتبار مشرب (طریقت) کے اور دہلوی جائے پیدائش و رہائش کے طور پر (اللہ اس کی بصیرت کو بڑھائے اور اپنے خاندانی بزرگوں کے معارف و محاسن کا وارث بنائے۔) عرض کرتا ہے کہ ایک نیک طینت و پاکیزہ خصلت دوست نے حضرات مجددیہ کے بعض معارف کو دوسرے ہی ڈھنگ سے بیان کیا ہے اس قسم کی بات سے فقیر کے کان آشنا نہ تھے فقیر نے حضراتِ مجددیہ کے اکابرین کی تالیفات کی طرف رجوع کیا (قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَھُمُ الْعُلْیَا) یہاں آپ کے بھی استفادہ کے لیے ان کتابوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ وہ ہیں، معمولات مظہری از حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچی قدس سرّہ [1] اس کتاب میں رسالہ کحل الجواہر از دلیل اللہ الصمد حضرت عبد الاحد متخلص بہ وحدت [2] ومشہور بہ شاہ گل قدس سرہ اور رسالۂ مولوی غلام یحییٰ [3] جنہوں نے حضرت مرزا جان جاناں شہید قدس اسرارہما (کے مضامین) کو مختصر طور پر بیان کیا ہے (یہ دونوں رسالے اس امر میں بہترین ہیں) اور ایضاح الطریقہ اور رسائل سبعہ سیّارہ و مقاماتِ مظہری و مکاتیب شریفہ از حضرت شاہ غلام علی قدس سرّہ اور ہدایت الطالبین از حضرت شاہ ابو سعید (فاروقی) قدس سرہٗ یہ رسالہ شریفہ حضرت شاہ صاحب (موصوف) قدس سرّہ کی زندگی میں بڑی تحقیق سے لکھا گیا بلکہ حضرت نے اس کا بخوبی مطالعہ کیا اور مضامین شریفہ کی تصدیق فرمائی تھی اور مراتب الوصول از حضرت شاہ روف احمد مجددی بھوپالی قدس سرہ [4] یہ رسالہ بھی حضرت

[1] حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچی از اولاد خواجہ عماد خلجی از ہمراہیان حضرت مسعود غازی بہرائچ شاہ نعیم اللہ علیہ الرحمہ شاگرد شاہ ولی اللہ وخلیفہ حضرت مرزا صاحب قدس سرّہ، متوفی ۱۲۱۸ھ۔

[2] حضرت عبد الاحد وحدت خلف حضرت محمد سعید خلف وخلیفہ حضرت مجدد صاحب قدس اسرارہم۔

[3] حضرت غلام یحییٰ صاحب خلیفہ حضرت مرزا صاحب قدس اسرارہما۔

[4] حضرت رؤف احمد خلف شعور احمد فاروقی خلیفہ شاہ غلام علی صاحب دہلوی قدس اسرارہم متولد رامپور ۱۲۰۱ھ متوفی ۱۲۵۳ھ غریق بندر بہشت یمن۔

شاہ صاحب قدس سرّہ کی زندگی میں لکھا گیا تھا اور حضرت نے کہیں کہیں سے اس کا مطالعہ فرما کر تصدیق بھی فرمائی تھی اور انہار اربعہ از حضرت شاہ احمد سعید فاروقی قدس سرہٗ اگرچہ اس کے مولف حضرت شاہ صاحب کے اکابر خلفاء میں سے تھے لیکن اس کی تالیف حضرت شاہ صاحب کی حیات میں نہیں ہوئی تھی (بلکہ) یہ رسالہ حضرت کی وفات کے بعد دس سال کی مدت میں ۱۲۵۰ھ (بارہ سو پچاس ہجری) میں تالیف ہوا۔

فقیر (مولف) کہتا ہے کہ یہ آخری رسالہ ہے جس پر اس مبحث میں اعتماد کیا گیا ہے فقیر نے ان رسالوں کو بخوبی مطالعہ کیا اور بعض مسائل میں مکتوبات قدسی آیات اور رسالہ مبداء و معاد (از حضرت مجدد صاحب قدس سرّہ) کی طرف بھی رجوع کیا ہے ان کی طرف رجوع کرنے اور ان کے مطالعے سے معلوم ہوا کہ ہمارے (متذکرہ بالا) عزیز دوست نے ان رسائل کو ٹھیک سے نہیں پڑھا یا صرف ان رسائل کو پڑھا ہے جو اس زمانے میں شائع ہوئے ہیں کیونکہ حضرات کرام کے رسالے آج کل نایاب ہو چکے ہیں اور اگر کسی طرح کوئی ایک رسالہ ہاتھ بھی آجاتا ہے تو دوسرے کے حصول سے محرومی رہتی ہے اور ظاہر ہے کہ بعض مسائل خاص کر جزئیات میں اگر ایک میں اجمال ہے تو دوسرے میں تفصیل مل جاتی ہے۔ ان مسائل میں عقل بے چاری حیران و دنگ ہے وہ معارف جو ان حضرات نے بیان فرمائے ہیں ان کے سمجھنے سے عوام تو عوام خواص کو بھی اظہار عجز کے سوائے کچھ نہیں ملتا۔ یہ جو باتیں بلند مرتبہ حضرات کے سمجھنے کی ہیں وہ ہر ایک کے بس کی نہیں ہوتیں۔ دلیل اللہ الصمد حضرت عبد الاحد فرزند خازن الرحمہ حضرت محمد سعید ◆ فرزند حضرت مجدّد صاحب قدس اسرارہم لکھتے ہیں۔ بعد اس کے معاملہ ہماری اور تمہاری عقل و

◆ حضرت محمد سعید مُتوَفّٰی ۱۰۷۰ھ مزار سرہند شریف۔

فہم سے کہیں بلند ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ صرف اپنی بے انتہا عنایت سے کمالات عطا فرماتا ہے (بے شک وہ قریب ہے قبول فرمانے والا ہے۔) پس اے طالب حق اور صدق کے شائق تم پر لازم ہے کہ اولیاء اللہ پر اعتراض نہ کرو کیونکہ وہ لوگ وسیلہ ہیں تمہارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اور اللہ کے رسول ﷺ کے خلیفہ ہیں۔

نظر نہ آئے اگر تم کو چاند رات کا چاند
جو چشم دید کہے اس کا اِعتبار کرو

اس وجہ سے فقیر کے خیال میں آیا کہ اس بارے میں ایک ایسا رسالہ تالیف کرے جس میں قواعد اور اصول و لطائف اور طریقہ ذکر شریف، مراقبات اور دیگر فوائد کو مختصر الفاظ میں بیان کیا جائے اور جو متذکرہ بالا (حضرات کرام کے) رسالوں سے لیا گیا ہو بلکہ زیادہ تر ان ہی کے الفاظ میں نقل کیا جائے تاکہ برادرانِ طریقت و طالبانِ حقیقت فائدہ اٹھائیں اور بموجب اس کے کہ "راہ نیکی بتانے والا بھی نیکی کرنے والے کی طرف اجر کا مستحق ہے۔" (الحدیث) فقیر کے لیے اجر کثیر اور پروردگار کی رحمت کا سبب ہو۔

اس لیے اس عاجز نے اللہ سے مدد چاہتے اور اس پر بھروسہ کرتے ہوئے اس رسالہ شریفہ کی تحریر کا کام اختیار کیا۔ چونکہ یہ ناچیز سر سے پیر تک مخدوم انام و مرشد خاص و عام فخر اماثل واماجد حضرت سیدی الوالد مولانا شاہ محی الدین عبداللہ ابوالخیر قدس اللہ اسرارہٗ وافاض علینا من برکاتہ کے احسان میں ڈوبا ہوا ہے لہٰذا جو کچھ بھی خوبی اس رسالے میں ملے من جانب اللہ ہے اور ان مصدر الخیرات والبرکات کا فیض ہے اور اگر کوئی نقص یا غلطی سرزد ہو گئی ہو تو بقولہ تعالیٰ:

"پس وہ وہی ہے جو اس نے کمایا اور اس کے نفس کی جانب سے ہے۔

بے شک نفس برائی کا امر کرتا ہے بجز اس کے جس پر اللہ کی رحمت رہے۔" (آیۃ)

اللہ اس کی برائیوں سے درگزر فرمائے اور اس کی لغزشوں کو معاف کرے اور اسے اپنی رضا پانے کی توفیق دے اس وجہ سے ان کے فضلِ عظیم کے اظہار اور ان کے نام سے برکت حاصل کرنے کے طور پر اس رسالے کا نام مَنَاهِجُ السَّيْرِ وَ مَدَارِجُ الْخَيْرِ رکھا گیا۔ (اللہ اسے حسن قبول عطا فرمائے اور اسے بخوبی بار آور کرے اور سالکین جناب قدس کو اور اپنے مقام جبروت تک رسائی کے طلب گاروں کو اس کے ذریعے فائدہ پہنچائے اور میں اللہ کی مدد چاہتے ہوئے اور اس پر بھروسہ کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ ہر طرح کی طاقت وقوت اسی کی بخشی ہوئی ہے۔)

تم ہی پہنچ لو ہم رہے درماندہ پر تمہیں
گنجِ مراد کا پتہ بتلائے دیتے ہیں

مقدّمہ انسان کی پیدائش کے بیان میں

انسان کی پیدائش و تخلیق کے بیان میں غوّاصِ بحرِ معانی حضرت جلال الدین رومی [1] قدس اللہ اسرارہٗ نے مثنوی شریف کے دفتر چہارم کے آخر میں بہت عمدہ و دل کش طریقے سے بیان فرمایا ہے۔

ترجمہ اشعار فارسی

- ایک شخص جو سالہا سال ایک شہر میں رہتا ہے اور تھوڑے وقت کے لیے جب وہ خواب غفلت میں ہو جاتا ہے۔
- پھر جب وہ ایک دوسرا ہی شہر بھلی بری چیزوں سے بھرا دیکھتا ہے اس وقت اسے اپنا اصلی شہر ذرا بھی یاد نہیں رہتا۔
- کہ میں اس پہلے شہر میں رہ چکا ہوں اور یہ نیا شہر جہاں کہ اب ہوں میرا نہیں ہے۔
- بلکہ وہ ایسا سمجھتا ہے کہ وہ ہمیشہ سے اس نئے شہر میں رہتا آیا ہے۔
- تو کیا تعجب ہے اگر روح اپنے وطنِ اصلی کو جو پہلے اس کا مسکن اور جائے پیدائش رہ چکا ہے۔
- یاد نہیں کرتی کیونکہ خواب کی طرح یہ دنیا اس کے اصلی وطن کو چھپا لیتی ہے جیسے بدلی تاروں کو چھپا لے۔

---

[1] جلال الدین رومی صاحب مثنوی متولد ۱۲۰۷ء بلخ متوفی ۱۲۷۳ء تبریز، بعمر چھیاسٹھ سال۔

- کتنی بار خواب کو تم نے آزمایا۔ دنیاوی زندگی کے خواب کو بھی ویسا ہی از قسم ابتلا جانو۔
- اتنے شہروں کو خوب چھان مارا اور اس راز کو سمجھنے میں خاک نہ چھانی۔
- کافی مجاہدے نہ کیے تا کہ دل کا غبار صاف ہو جاتا اور ماجرا سمجھ میں آجاتا۔
- تیرا اپنا دل بحرِ راز سے سر نکالتا اور کھلی آنکھوں ابتدا و انتہا کو دیکھ لیتا۔[1]

ابتدا سے آدمی کی پیدائش کے طریقے

- آدمی پہلے جمادات کی سرزمین میں آیا اور جماد سے عالم نباتات میں نمودار ہوا۔
- مدتوں عالم نباتات میں زندگی گزاری اور اس کو عالم جماد کی کوئی بات یاد نہ رہ گئی۔
- اور پھر عالم نباتی سے عالم حیوانی میں آیا تو اسے عالم نباتات کا حال یاد نہ رہا۔
- سوائے اس میلانِ طبیعت کے جو اسے ادھر لاتا ہے خاص کر موسم بہار اور گل ریحاں کھلنے کے زمانے میں۔
- جس طرح بچوں کو اپنی ماں کی طرف میلانِ طبیعت ہوتا ہے لیکن اپنے ہونٹوں سے اس کا راز نہیں پاتا۔
- جس طرح ہر نئے مرید کو بکثرت میلان ہوتا ہے اپنے بزرگ مرتبہ پیر جواں بخت کی طرف۔
- اس عقلِ جزئی کا وجود اسی عقل کل سے ہے یہ سایہ شاخ گل کے ہلنے ہی سے حرکت کرتا ہے۔

---

[1] مثنوی مولوی معنوی دعا کردن موسیٰ علیہ السلام و سبز شدن الخ۔ دفتر چہارم، نورانی کتب خانہ پشاور صفحہ ۸۸۔

- اس کا سایہ آخر کار اسی میں فنا ہو جاتا ہے تو وہ جستجو کے میلان کا راز جان جاتا ہے۔
- اے نیک بخت درخت کی شاخ کا سایہ کیسے ہل سکتا ہے اگر اصل درخت نہ ہلے۔
- پھر عالم حیوانی سے عالم انسانیت کی طرف کھینچ لاتا ہے وہ خالق کہ جسے تم جانتے ہو۔
- اسی طرح ایک علاقے سے دوسرے علاقے کو گیا یہاں تک کہ عقلمند، صاحبِ علم اور ہوشیار ہو گیا۔
- اس کو پہلی عقلیں یاد نہیں رہیں اور اس کو اب اس عقل سے بھی نقلِ حرکت کرنا ہے۔
- تا کہ اس عقل سے رہائی پا جائے جو حرص و طلب سے بھری ہے اور لاکھوں عقلیں عجیب تر دیکھتا ہے۔
- اگرچہ خوابیدہ ہو گیا اور پہلی حالت کو بھول گیا لیکن خدا تعالیٰ اس کو اسی حالت نسیاں میں کیسے چھوڑ رکھتا۔
- وہ بھی کیسا رنج تھا جو حالت خواب میں اٹھا رہا تھا جبکہ صحیح حالت بھی بھولی بسری ہو گئی۔
- جبکہ یہ نہ جان پایا کہ غم و تکلیف سب خواب کی باتیں ہیں اور دھوکے کی ٹٹی اور صرف خیال ہے۔
- اسی طرح دنیا سوتے ہوئے کا خواب ہے، سویا ہوا سمجھتا ہے کہ یہ عالم خواب واقعی موجود ہے۔
- یہاں تک کہ موت کا سویرا اچانک ہو جاتا ہے اور گمان و فریب کے اندھیرے سے رہائی پا جاتا ہے۔

❁ پھر تو اپنے ان خواب کے غموں پر ہنستا ہے جبکہ اپنی اصل جائے قیام دیکھ لیتا ہے۔ ◆

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کس طرح ہوئی؟ قرآن مجید اور صحیح حدیثوں سے اس قدر ثابت ہے کہ

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○ (سورۃ آلِ عمران، آیت:۵۹)

ترجمہ: ''عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک جیسے مثالِ آدم کی، بنایا اس کو مٹی سے پھر کہا اس کو ہو جا تو وہ ہو گیا۔''

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ○ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ○

(سورۃ صٓ، آیت: ۷۲،۷۱)

ترجمہ: ''اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناتا ہوں ایک انسان مٹی کا پھر جب ٹھیک بنا چکوں اور پھونکوں اس میں ایک اپنی جان تو گر پڑو اس کے آگے سجدے میں۔''

اور

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ○ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ○ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ○ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ○ (سورۃ نوح، آیت: ۱۳ تا ۱۶)

◆ مثنوی مولوی معنوی بیان اطوار و منازل خلقت آدمی از ابتداء فطرت دفتر چہارم نورانی کتب خانہ پشاور صفحہ ۸۸۔

ترجمہ: ''کیا ہوا ہے تم کو کیوں نہیں امید رکھتے اللہ سے بڑائی کی اور اس نے تم کو بنایا طرح طرح، کیا تم نے نہیں دیکھا کیسے بنائے اللہ نے سات آسمان تہ بر تہ اور رکھا چاندنی میں اُجالا اور رکھا سورج چراغ جلتا۔''

وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا۔ (سورۃ نوح، آیت: ۱۷، ۱۸)

ترجمہ: ''اور اللہ نے اگایا تم کو زمین سے جما کر پھر دہرا کر ڈالے گا تم کو اس میں اور نکالے گا تم کو باہر۔

اور سرور عالم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيْعِ الْاَرْضِ فَجَآءَ بَنُوْ آدَمَ عَلٰى قَدْرِ الْاَرْضِ فَجَاءَ مِنْهُمُ الْاَبْيَضُ وَ الْاَحْمَرُ وَ الْاَسْوَدُ وَ بَيْنَ ذَالِكَ وَالْخَبِيْثُ وَ الطَّيِّبُ وَ السَّهْلُ وَ الْحُزْنُ وَبَيْنَ ذَالِكَ۔ ◆[1]

ترجمہ: ''بے شک اللہ نے پیدا کیا آدم کو ایک مٹھی بھر خاک سے جس کو لیا ساری زمین میں سے پس آئی آدم کی اولاد بقدر زمین کے پس ہوئے ان میں سے سفید رنگ اور سرخ رنگ اور سیاہ فام اور ملواں رنگ کے اور برے بھلے اور سکھی اور دکھی اور اس کے بین بین۔''

اور فرمایا:

◆[1] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی القدر رقم الحدیث ۴۶۹۳ دار احیاء السنۃ النبویۃ) ۴/ ۲۲۲ جامع الترمذی کتاب تفسیر القرآن سورۃ البقرۃ رقم الحدیث ۲۹۵۵ دار الکتب العلمیہ صفحہ ۶۸۷۔ مسند احمد بن حنبل عن ابی موسیٰ الاشعری المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۴۰۰۔

خلق اللہ التربۃ یوم السبت و خلق فیھا الجبال یوم الاحد و خلق الشجر یوم الاثنین و خلق المکروہ یوم الثلاثاء و خلق النور۔ ❶

ترجمہ: "پیدا کیا اللہ نے مٹی کو سینچر کے دن اور پیدا کیا اس میں پہاڑوں کو اتوار کے دن اور پیدا کیے درخت دوشنبہ کے دن اور پیدا کیا مکروہات کو منگل کے دن اور پیدا کیا نور کو۔"

اور مسلم کی روایت میں ہے:

خلق النون ای الحوت یوم الاربعاء و بث فیھا الدّواب یوم الخمیس وَ خلق آدم بعد العصر من یوم الجمعۃ فی اٰخر الخلق وَ اٰخر ساعۃ من النھار بین الاعصر الی اللیل۔ ❷

ترجمہ: "اور پیدا کیا نون یعنی مچھلی کو بدھ کے روز اور پھیلائے اس میں چوپائے جمعرات کے دن اور پیدا کیا آدم کو جمعہ کے دن عصر کے بعد کار تخلیق کے آخر میں اور دن کی آخری گھڑی میں شام اور رات کے درمیان۔"

اور فرمایا:

اِسۡتَوۡصَوا بِالنِّسَآءِ خَیۡرًا فَاِنَّ الۡمرأۃ خُلِقَتۡ مِنۡ ضِلۡعٍ وَ اِنَّ

---

❶ مشکوٰۃ المصابیح باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء قدیمی کتب خانہ کراچی، صفحہ ۵۱۰۔
صحیح مسلم باب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار قدیمی کتب خانہ کراچی۔ ۲/۳۷۱۔
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی) ۲/۳۲۷۔

❷ صحیح مسلم باب صفۃ القیامۃ الخ۔ قدیمی کتب خانہ کراچی۔ ۲/۳۷۱۔
نوٹ: مسلم شریف میں بھی لفظ خلق النور ہے۔ خلق النون نہیں۔

اَعْوَجَ شَیْءٍ فِی الضِّلَعِ اَعْلَاہُ فَاِنْ ذَھَبْتَ تُقِیْمُہ کَسَرْتَہٗ وَاِنْ تَرَکْتَہٗ لَمْ یَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَآءِ خَیْرًا۔ ◆1

ترجمہ: ”نصیحت کرو عورتوں کو خوبی کے ساتھ کیونکہ یقیناً عورت کی پیدائش پسلی سے ہوئی ہے اور بے شک کچھ کجی ہوتی ہے پسلی میں اوپر کو پس اگر تم اسے سیدھا کرنے لگ گئے تو اس کو توڑ ہی دو گے اور اگر یوں ہی اسے چھوڑ دیا تو ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی پس عورتوں کو سختی کرنے کی بجائے اچھی نصیحت کیا کرو۔“

اور جو کچھ علمائے کرام نے تفسیروں میں اور اپنی کتابوں میں اس بارے میں بکثرت تفصیلات بیان کی ہیں ان کا اکثر حصہ اسرائیلی روایات سے لیا گیا ہے جو کہ ایک طرح سے خبر کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہیں، پہلے نبیوں کے قصے اور اگلی امتوں کے حالات اور زمانوں کا اندازہ حضرت آدم علیہ السلام وغیرہ کے بارے میں جن سے کتابیں بھری پڑی ہیں سب کا سب اسی قسم کا ہے۔ یہ نہ کہنا چاہیے کہ اس بارے میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے نیز بعض روایات (احادیث کی) بیان کی گئی ہیں کیونکہ وہ لوگ یہودیوں کے مشائخ سے جیسے عبد اللہ ابن سلام ◆2 صحابی اور کعب احبار تابعی ◆3 رضی اللہ عنہما جو کہ اسلام لے آئے اور اس طرح کی حکایتیں سنتے چلے آتے تھے بلکہ پوچھ تاچھ کیا کرتے تھے اور ان ہی کو بیان بھی کر دیا کرتے تھے۔

◆1 مشکوٰۃ المصابیح باب عشرۃ النساء قدیمی کتب خانہ کراچی۔ صفحہ ۲۸۰۔
الجامع الصحیح للبخاری باب المداراۃ مع النساء۔ ۲/۷۷۹۔
صحیح مسلم باب الوصیۃ بالنساء۔ ۱/۴۷۵۔

◆2 عبد اللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ متوفی ۶۶۴ عیسوی۔

◆3 کعب احبار متوفی ۶۵۲ عیسوی۔

اور جو کچھ مولائے روم نے بیان کیا ہے بظاہر قانون پیدائش اور ارتقا کے مطابق ہے اگرچہ شیخ یوسف [1] نے منہج قوی شرح مثنوی میں اس کی تاویل کی ہے۔ لکھتے ہیں:

هٰذَا فِیْ بَیَانِ اَطْوَارٍ وَ مَنَازِلِ خِلْقَةِ الْاٰدَمِیِّ مِنَ الْاِبْتِدَآءِ۔ اَلْاَطْوَارِ جَمْعُ طَوْرٍ وَ هُوَ الْاُسْلُوْبِ فَاَنَا نَتَغَذّٰی بِلَحْمِ الْحَیْوَانِ وَ هُوَ بِهٰذَا الْاُسْلُوْبِ مِنَ النَّبَاتِ وَ النَّبَاتُ مِنَ اَلْاَرْضِ فَكَانَ اِبْتِدَاءُنَا مِنَ التُّرَابِ۔ [2]

''یہ بیان ہے آدمی کی پیدائش کی ابتداء اور اس کے طریقوں اور منزلوں کا۔ اطوار جمع ہے طور کی اور وہ اسلوب (طریقہ) ہے چنانچہ ہم جانور کا گوشت کھاتے ہیں اور وہ ایک طرح پر نباتات سے ہے اور نباتات زمین سے پس گویا ہماری ابتداء مٹی سے ہے۔''

فقیر (مؤلف) کہتا ہے کہ انسان کے خاکی ہونے کے لیے اطوار کے ذکر کی ضرورت نہیں یہ جو فرمایا ہے (رسول اللہ ﷺ نے):

كُلُّكُمْ مِنْ اٰدَمَ وَ اٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ [3]

''تم سب آدم سے ہو اور آدم مٹی سے۔''

اتنا ہی کافی ہے جبکہ قالب (جسم) خاک پاک سے ہو تو پھر دور نبات اور دور حیوان کیسا اور کیوں؟

---

[1] شیخ یوسف استاذ الازہر عالم وشاعر غالباً متخلص بہ اسیر ۱۸۱۴ تا ۱۸۸۹ء۔

[2] المنہج القوی شرح المثنوی المعنوی فی بیان اطوار ومنازل خلقۃ الآدمی۔ دار الاشاعۃ العربیۃ کوئٹہ ۴/ ۴۹۸۔

[3] سنن ابی داؤد باب فی التفاخر بالاحساب رقم الحدیث ۵۱۱۶ دار احیاء السنۃ النبویۃ ۴/ ۳۳۱۔
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت۔ ۲/ ۳۶۱ و ۵۲۴۔

عرضِ امانت

جاننا چاہیے کہ جب پروردگار جلّت عظمتہ کی مشیت نے چاہا کہ اپنے اسما و صفات کے کمالات پردۂ غیب سے عالم ظہور میں لا کر اپنی ربوبیت کا اظہار فرمائے۔ تمام کائنات عالم کو جسے عالم کبیر کہتے ہیں عرش سے آخر فرش تک اپنی قدرتِ کاملہ سے پیدا کیا پھر ارادہ کیا کہ کسی مخلوق کو اپنی خلافت بخشے لیکن اس عنایت اور کرامت کے لائق مخلوقات میں کوئی نہ نکلا۔ آسمان نے باوجود اس بلندی و مرتبے کے اور زمین نے باوجود اس وسعت و عظمت کے اس خدمت کو بجا لانے سے اپنے کو عاجز پا کر معذرت ظاہر کر دی۔

بِقَوْلِهٖ تَعَالٰی: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ (سورۃ الاحزاب، آیت: ۷۲)

”ہم نے دکھائی امانت آسمان کو اور زمین کو اور پہاڑوں کو مگر سب نے قبول نہ کیا کہ اس کو اٹھا دیں اور اس سے ڈر گئے اور اٹھا لیا اس کو انسان نے۔“

دستک فرشتوں نے درِ میخانہ پر سنی
آدم کی مٹی گوندھی گئی جام کے لیے
پیر فلک نہ بارِ امانت اٹھا سکا
مجھ باولے کا نام تھا اس کام کے لیے

چونکہ کوئی مخلوق تن تنہا اس بھاری بوجھ کو اٹھانے کی سکت نہ رکھتی تھی حکیم و دانا پروردگار نے ایک عجیب و غریب نسخہ یعنی انسان کو تمام عالم کے اجزاء سے خواہ عالم علوی ہو اور خواہ عالم سفلی سب سے اس طرح ترتیب دیا کہ وہ بطور خود جام جہاں نما اور عالم صغیر ہو گیا۔

عالم کو چھان مارا اپنا پتا نہ پایا
یعنی بغل میں لڑکا اور شہر میں ڈھنڈورا
تعریف جام جم کی میں نے سنی تو سمجھا
جام جہاں نما ہے خود ہی وجود اپنا

اسی انسان کو خلاصہ ممکنات اور عالم صغیر کہتے ہیں۔ آیتِ کریمہ میں:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ (سورۃ حم سجدہ، آیت: ۵۳)

''اب ہم دکھائیں گے ان کو اپنے نمونے دنیا میں اور آپ ان کی جان میں۔''

اسی معنی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ بڑے بڑے عالموں نے پوری وضاحت کے ساتھ اس موضوع کو اپنی کتابوں میں بیان کر دیا ہے فقیر (مؤلف حضرت ابوالحسن زید فاروقی صاحب قدس سرہٗ) شیخ اسماعیل حقی [1] مؤلف روح البیان کے کچھ اقوال اصل و ترجمے کی صورت میں مختصراً پیش کر رہا ہے: دلائل قدرت سے جو کچھ بھی عالم کبیر میں ہے اس کا نمونہ عالم صغیر ہے جو کہ انسان کا جسم ہے:

اَيُّهَا الْاِنْسَانُ هَلْ تَزْعَمُ اَنَّكَ جِرْمٌ صَغِيْرٌ وَ فِيْكَ انْطَوٰى الْعَالَمُ الْاَكْبَرُ۔ [2]

---

[1] شیخ اسماعیل حقی عالم و شاعر عثمانی ساکن بروسہ، کثیر التصانیف ۱۶۵۲، ۱۷۲۵ء۔

[2] روح البیان سورۃ حم السجدۃ فی ضمن رقم الآیۃ۔ ۵۳، المکتبۃ الاسلامیۃ ۸/ ۲۸۱۔

''اے انسان تو سمجھتا ہے کہ تو ایک جسم صغیر ہے؟ درآنحلیکہ (حالانکہ) تجھ میں عالم کبیر سمایا ہوا ہے۔''

سمجھتا ہے تو خود کو جسمِ صغیر
سمایا ہے تجھ میں جہانِ کبیر
مجازی ہے تاروں کی ساری نمود
حقیقت ہے عالم میں تیرا وجود

وہ سب کچھ جو مفصل طریقے سے سارے عالم میں ہے بطور مجمل انسان کی سرشت میں موجود ہے از روئے صورت انسان عالم صغیر ہے؟ مگر از روئے صنعت و قدرت انسان کا مرتبہ بالاتر ہے اور وہی عالم کبیر ہے۔

کیوں ہے ناداں طالبِ دنیا
غور کر خود ہے قالبِ دنیا

انسان کا جسم مثل عرش کے ہے اور نفس مثل کرسی کے اور قلب مثل بیت المعمور کے اور لطائف قلبیہ مثل جنتوں کے اور قوائے روحانیہ مثل فرشتوں کے اور دو آنکھیں اور دو کان اور ناک کے دونوں نتھنے اور دونوں چھاتیاں اور دونوں مخرج (پاخانہ و پیشاب کے) اور منہ اور ناف مثل سات ستاروں کے ہیں، ستاروں کا حاکم آفتاب ہے اور چاند کا معاون ہے سورج سے اسی طرح قوتوں کی حاکم عقل ہے اور قوت گویائی مدد خواہ ہے عقل سے۔ اگر ایک سال میں تین سو ساٹھ دن ہیں تو جسم انسان میں اتنے ہی جوڑ بند ہیں اگر مہینے میں تیس دن ہوتے ہیں تو منہ میں اس قدر دانت ہیں اگر چاند کی اٹھائیس منزلیں ہوتی ہیں تو منہ میں۔۔۔ اٹھائیس مخارج ادائے حروف کے ہیں گوشت مثل زمین کے ہڈیاں مثل

پہاڑوں کے مغز مثل معدنوں کے پیٹ مثل سمندر کے آنتیں مثل دریا کے نسیں مثل نہروں کے چربی مثل گیلی مٹی یا گارے کے بدن کے رونگٹے مثل سبزے کے سانس مثل ہوا کے کلام مثل گرج کے آواز مثل کڑک کے رونا مثل بارش کے ہنسی مثل روزِ روشن کے غم مثل رات کی اندھیری کے نیند مثل مرنے کے جاگنا مثل زندگی کے اور پیدائش مثل ابتدائے سفر کے اور بچپن مثل بہار کے اور جوانی مثل موسم گرما کے اور ادھیڑ عمر مثل فصل خزاں کے اور بڑھاپا مثل جاڑوں کے اور موت مثل اتمام سفر کے عمر کے سال مثل شہروں کے اور مہینے مثل منزلوں کے اور ہفتے مثل کوس کے اور دن مثل میلوں کے اور سانسیں مثل قدموں کے، ہر سانس جو نکلتی ہے ایک قدم موت کی طرف لے جاتی ہے۔

عمر سچ مچ دم بدم گھٹتی رہی
سمجھے ناداں زندگی بڑھتی رہی

لعاب دہن شیریں ہے، آنسو نمکیں ہیں، کان کا میل بدبودار ہے۔ سارے جانوروں کی خصلتیں اس انسان میں موجود ہیں، فرشتوں کی معرفت اور صفا، شیطان کا مکر و فریب، شیر کی بہادری، بھیڑئے کی بدنفسی، گدھے کا صبر، لومڑی کی حیلہ بازی، بلی کی چاپلوسی، اونٹ کا بیر، چوہے کا لالچ، چیونٹی کی ذخیرہ اندوزی، کتے کی وفاداری وغیرہ اس انسان میں موجود ہیں اس کے علاوہ نظر و استدلال اور تمیز اور انواع حرف اور صنعت کاری میں ممتاز ہے بقول:

كُلُّهَا آيَاتُ اللهِ تَعَالىٰ فِي اَنْفُسِنَا فَتَبَارَكَ اللهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ۔

''یہ سب نشانیاں ہیں خود ہماری ذات میں پس کیا ہی برکت والا ہے اللہ

جو بہترین خالق ہے۔"

اے خوشا آدمی کہ مشتِ خاک
ہے عیاں تجھ پہ راز ہفت افلاک
سر بسجدہ ہوئے ترے آگے
یہ فرشتے بہ علم و با ادراک
سب ہیں تیرے غلام حلقہ بگوش
آتش و آب اور باد و خاک

جب یہ عجیب و غریب شان کی تخلیق یعنی انسان اس کمال و خوبی اور اس تمام آراستگی و جمال اور حسن تقویم کے ساتھ کارخانۂ اتقان حضرت مبدع سبحان یعنی اللہ سے بازار امکان میں ظہور پذیر ہوا یعنی پیدا ہوا تو پروردگار جَلَّتْ قُدْرَتُهٗ نے اس کے سر کو تاج علم سے زینت بخشی اور حکمت کے خزانوں کی کنجیاں اس کے ہاتھوں میں دے کر دنیا اور اس کی ہر شے کے لیے باعث فخر بنا دیا، فرشتوں کو بجز اپنے اظہار تقصیر کے کوئی چارہ نہ رہا تو عرض کیا:

سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ط (سورۃ البقرہ، آیت: ۳۲)

"تو سب سے نرالا ہے ہم کو معلوم نہیں مگر جتنا تو نے سکھایا۔"

کیا عبادت سے ملک کو فائدہ
فیض عشق، آدم پہ جب نازل ہوا

حضرات عالی قدر (مجددیہ) کا کلامِ جمیل

ہمارے حضرات قدس اللہ اسرارہم (خدا کرے دنیا والے ان کے فیوض و برکات اور معارف و انوار سے مستفیض ہوں) کہ ان کی آنکھیں معرفت کے قیمتی سرمہ سے سرگیں اور ان کی بینائی حضرت واجب الوجود کے انوار سے روشن تھیں۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت واجب الوجود کی ذات پاک (جس کے مثل کوئی نہیں) عالم اور اہلِ عالم سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی، کہاں واجب الوجود یعنی خالق مطلق اور کہاں حادث یعنی مخلوق محض؟

واللہ تیری ذات تو ہے سب سے ماورا
جو کچھ کہا گیا جو سنا ہم نے جو پڑھا
ساری کتاب بھر گئی گزری تمام عمر
اک وصف کا بیان بھی بندہ نہ کر سکا

وہ ذات سبحانہ تعالیٰ کمال استغنا سے موصوف ہے جیسا کہ خود فرمایا ہے:

اِنَّ اللہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ○ (سورۃ عنکبوت، آیت:۶)

''اللہ کو پرواہ نہیں جہاں والوں کی۔''

اور بندۂ عاجز کمال فقر سے معروف ہے چنانچہ فرمایا ہے:

اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (سورۃ فاطر، آیت:۱۵)

''اور تم محتاج ہو۔''

عالم میں جو کچھ بھی ظاہر ہوا اسی کے اسماء و صفات کی تجلیات کا کرشمہ ہے اگر اسماء صفات کی تجلیاں نہ ہوتیں تو عالم کا وجود ہی نہ ہوتا۔ تعین اوّل جو کہ ذاتِ احدیت جلّت عظمتہٗ میں ہوا ہے وہ تعین حبّی ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ

اِنَّ اللهَ یَقُوْلُ کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ۔ [1]

"بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں گنج پنہاں تھا پس میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں لہٰذا میں نے خلق کو بنایا کہ میری معرفت حاصل کی جائے۔"

اور اس تعلق حبّی کا مرکز حقیقت جناب حبیب رب العٰلمین سید الانبیاء و المرسلین سیدنا وشفیعنا محمد ﷺ ہیں اور کیوں نہ ہو جبکہ روایت کی ابن سعد [2] نے قتادہ [3] سے بطور ارسال کے:

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ کُنْتُ اَوَّلَ النَّبِیِّیْنَ فِی الْخَلْقِ وَاٰخِرَهُمْ فِی الْبَعْثِ۔ [4]

---

[1] کشف الخفاء و مزیل الالباس رقم الحدیث ۲۰۱۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔ ۱۲۱/۲
الاسرار المرفوعۃ رقم الحدیث ۶۹۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔ صفحہ ۱۷۹۔

[2] ابن سعد مصنف الطبقات الکبریٰ متوفی ۸۴۵ء۔

[3] حضرت قتادہ مشہور راوی وصحابی رسول ﷺ۔

[4] کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، رقم الحدیث ۳۲۱۲۶ مؤسسۃ الرسالۃ۔ ۴۵۲/۱۱۔
الطبقات الکبریٰ لابن سعد ذکر نبوۃ رسول اللہ ﷺ دار صادر بیروت۔ ۱۴۹/۱۔
نوٹ: ابن سعد کے لفظ یوں ہیں: کنت اول الناس الخ۔

''بے شک نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں سب نبیوں میں اوّل ہوں تخلیق میں اور آخر میں ہوں ان سے بعثت میں۔''

اور ابونعیم نے روایت کی اپنی کتاب الحِلْیَۃ میں کہ

کنت نبیًّا و اٰدمُ بَیْنَ الرُّوحِ والجسَد۔ ◆1

''فرمایا کہ میں نبی تھا جس وقت آدم ابھی روح وجسم کے درمیان تھے۔''

اور علامہ قسطلانی ◆2 اور ملا علی قاری ◆3 وغیرہم بڑے بڑے علماء نے کہا ہے کہ صحیح حدیثوں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے محبوب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ

''اے میرے حبیب اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا اور اپنی خدائی کو ظہور میں نہ لاتا۔'' ◆4

اس مفہوم میں خواجہ فرید الدین عطار صاحب پند نامہ کے اشعار کا خلاصہ اور ترجمہ یہ ہے:

سرورِ دارین اور گنجِ وفا

ماہِ کامل صدرِ محفل مصطفیٰ

◆1 الجامع الصحیح للترمذی باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم رقم الحدیث ۳۶۱۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت صفحہ ۸۲۵۔

کنز العمال رقم الحدیث ۳۱۹۱۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت۔ ۱۱/۴۰۹۔

◆2 علامہ قسطلانی محدث مصر ۱۴۳۸ء/۱۵۱۰ء

◆3 ملا علی قاری ہروی متوفی ۱۶۰۵ء

◆4 مکتوبات امامِ ربانی دفتر سوم حصہ نہم، مکتوب نمبر ۱۲۱، صفحہ ۱۴۷، مکتوب نمبر ۱۲۲، مکتبہ سعیدیہ لاہور، صفحہ ۱۵۵۔

آفتاب شرع دریائے یقین

نور عالم رحمت للعالمین

نور یہ مقصود مخلوقات ہے

اصلِ معلومات و موجودات ہے

آپ کو پیدا کیا اپنے لیے

اور سب تخلیق کی ان کے لیے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ وَ حَبِیْبِكَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ۔

دائرۂ امکان

ساری کائنات کو عالمِ کبیر یا دائرۂ امکان کہتے ہیں اور دائرہ اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ ہر طرف سے برابر ہے کیونکہ دائرہ ایسا ہی ہوتا ہے جس میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا ایک سرا کہاں ہے؟ اس دائرے کے دو حصے ہیں اور ہر حصہ بجائے خود ایک مستقل عالم ہے اوپر آدھا حصہ جو ہے اس کو عالم امر کہتے ہیں اور

نچلا آدھا عالم خلق کہلاتا ہے۔ پہلے کو عالم امر اس لیے کہتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے محض ایک امر یعنی حکم سے ظہور میں آیا اس کے وجود میں آنے کی کوئی وقت اور دیری کی حاجت نہ تھی۔ بقولہ تعالیٰ:

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ○

(سورۃ یٰس، آیت: ۸۲)

''اس کا حکم یہی ہے کہ جب چاہے کسی چیز کو کہ کہے اس کو ہو جا وہ ہو جائے۔''

یہ آیت اسی بات کی دلیل ہے۔ اصول اور حقائق تمام ممکنات اور سارے جانداروں کی روحیں اسی عالم میں رہتی ہیں اور عالم مثال اور عالم ارواح کا تعلق اسی عالم سے ہے اور یہ عالم نور ہے جو عرشِ مجید کے اوپر واقع ہے لطیفۂ قلب کے اصل مقام

شروع ہوکر اور لطیفۂ اخفیٰ کے اصل مقام تک پہنچ کر لامکانیت تک تحقیق کیا گیا ہے۔

دوسرے عالم یا عالم خلق کے نام کی وجہ یہ ہے کہ اس کی تخلیق چند اسباب اور علتوں سے وابستہ ہے اور اس کا تعلق مدت اور زمانے سے ہے اور نشو وارتقا کے قانون کے مطابق ظہور پذیر ہوتا ہے بقولہ تعالیٰ:

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ (سورۃ سجدہ، آیت: ۴)

''بنائے آسمان اور زمین چھ دن میں۔''

یہ ارشاد ربانی اسی کی طرف اشارہ ہے، اب رہا یہ کہ جن چھ دنوں کا ذکر آیتِ کریمہ میں ہے ان سے کیا مراد ہے؟ آیا اس دنیائے آباد کی قسم سے یا از قسم:

وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ○ (سورۃ الحج، آیت: ۴۷)

''اور ایک دن تیرے رب کے ہاں ہزار برس کے برابر ہے جو تم گنتے ہو۔'' یا:

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ○ (سورۃ المعارج، آیت: ۴)

''چڑھیں گے اس کی طرف فرشتے اور روح اس دن میں جس کی مدّت پچاس ہزار برس ہے؟ اسے سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا جو بزرگ و برتر ہے۔''

اشخاص اور اجسام تمام ممکنات کے اس عالم میں قرار پاتے ہیں چنانچہ عرش کرسی لوح قلم جنت دوزخ ستارے آسمان زمین فرشتے جنات انسان سارے جاندار پیڑ پودے جمادات ہوا پانی مٹی آگ گرمی، سردی وغیرہ سب اسی عالم سے تعلق رکھتے ہیں اور اس عالم

کو عالم اجسام بھی کہتے ہیں یہ عرش سے شروع ہو کر فرش کے آخر تک انتہا کو پہنچتا ہے اور اس عالم کے پھر دو حصے ہیں ایک انتہا نیچے سے لے کر آسمانِ دنیا تک ہے جو عالم مُلک (پیش سے) ہے اور دوسرا اسماءِ دنیا سے انتہائے عرش مجید تک یہ عالم ملکوت ہے۔

معلوم رہے کہ عرش مجید عالم خلق میں ہے اور اسی پر عالم خلق کی انتہا ہوتی ہے اور یہ کہ اصل لطیفۂ قلب کا مقام عالم امر سے ہے اور اسی سے عالم امر شروع ہوتا ہے اور وہ خالی جگہ جو اصلِ لطیفۂ قلب کے مقام اور عرش مجید کے درمیان میں ہے وہ برزخ ہے کیونکہ ہر وہ آڑ جو دو چیزوں کے درمیان ہو اسے برزخ کہتے ہیں چنانچہ وہ زمانہ جو موت سے لے کر نشر (قیامت) تک ہے اس کو بھی برزخ اسی لیے کہتے ہیں، کیونکہ وہ دنیاوی زندگی اور اخروی زندگی کے درمیان آڑ ہے۔ اس خلا کے برزخ ہونے میں کلام نہیں، اگرچہ بعض وجوہ سے عرش مجید یا اصل لطیفۂ قلب کا مقام بھی معنوی برزخ ہو سکتا ہے جیسا کہ بعض بزرگوں کے کلام میں برزخ کا اطلاق مذکورہ ہر دو پر کیا گیا ہے (یعنی عرش اور اصل لطیفۂ قلب) حضرت شیخ عبد الاحد قدس سرہٗ لکھتے ہیں کہ

''عرش مجید کے اوپر اور دیگر اصول کے نیچے قلب کی اصل ہے اس لیے قلب کو عالم خلق و عالم امر کے درمیان برزخ کہا ہے کیونکہ خلق کا آخری مقام عرشِ مجید ہے اور اس وجہ سے کہ عرش عالم خلق کا آخری مقام ہے اور اس کا رُخ امر کی طرف ہے اسے برزخ کہتے ہیں۔''

فقیر مؤلّف کہتا ہے کہ ممکن ہے عرش مجید یا اصلِ قلب کے مقام کو برزخ کا نام دینا اس طرح ہو جیسے:

تَسْمِیَۃُ الشَّیْءِ بِالْمُتَّصِلِ اَوِ الْمَجَاوِرِ۔

''کسی چیز کا نام اس کے قریب کی مناسبت پر رکھ دیا جائے۔'' اس لیے:

لِانہُمَا عَلٰی طَرَفِی الْبَرزَخ۔

''وہ دونوں برزخ اِدھر اُدھر واقع ہوئے ہیں۔''

بعض لوگ جو کہ ان حضرات کی تحقیقات سے ناواقف ہیں اور ان بزرگوں کے کلام کی حقیقت کو نہیں پا سکے ہیں عالم خلق سے عرش مجید کو خارج کر کے عالم امر میں قرار دیتے ہیں اور اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ بعض بے خبر لوگوں نے عالم خلق کو پورا دائرۂ امکان کہہ دیا ہے اور عالم امر کو دائرۂ ظلال (عکس) قرار دیا ہے اور دائرۂ تجلیات اسماء و صفات کو دائرۂ ظلال کے مقام میں تصور کیا ہے حالانکہ عالم امر دائرۂ امکان میں شامل ہے اور دائرۂ ظلال اس سے مختلف اور ہی شئے ہے جس کی سیر کا تعلق ولایتِ صغریٰ سے ہے اور دائرۂ تجلیات اسماء و صفات تیسری قسم کا دائرہ ہے جس کی سیر کا تعلق ولایت کبریٰ سے ہے جیسا کہ ان دائروں کے بیان میں آگے آئے گا۔

واضح رہے کہ ہر وہ چیز جو فرش کے نیچے سے لے کر عرش کے اوپر تک عالم خلق میں موجود ہے اس کی ایک حقیقت یا اصل عالم امر میں لازمی طور سے ہوتی ہے چونکہ عالم سارے کا سارا اسماء و صفات اور صفاتِ واجبی کی تجلیات کا مظہر ہے لہٰذا ہر وہ چیز جو عالم میں ظاہر ہوئی ہے یا ہونے والی ہے حضرت واجب الوجود کی بے انتہا صفات میں سے کسی ایک صفت کی تجلی سے وابستہ ہے خواہ یہ وابستگی تجلی صفات کے ساتھ اصالتاً ہو یا بالواسطہ ہو، اس لیے کہ عامہ خلائق کے اصول بہ وجہ فتور و کم ظرفی اور قصور ہمت کے اسماء و صفات کی تجلیات کی تاب نہیں رکھتے بلکہ پہلے تو تجلیات صفاتیہ کے ظلال سے تعلق پیدا کرتے ہیں اور اس ظلال کے انوار سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور قوتِ پرواز پیدا کر کے خود کو تجلیات کے

پردہ سرا تک پہنچاتے ہیں اور جو کچھ کہ اصولِ نفوس ذکیہ و قدسیہ حضرات انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے پاک و صاف نفسوں کے اصول ہیں، ان کو بہ وجہ اپنی صفائی طبع اور قوتِ جلاء اور استعداد کی بلندی کے۔ ظلال کے واسطے اور مساعدت کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ اصالتاً تجلیات سے وابستہ ہوتے ہیں۔

''خواہ تجلی ذاتی کے امتزاج کے بغیر جیسے انبیاء علیہم السلام کے لیے ہے یا امتزاج کے ساتھ جیسے ملائکہ علیہم السلام کے لیے ہے۔''

لطائفِ عشرہ

ہمارے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ انسان کا خمیر دونوں عالم کے اجزا سے ترکیب پایا ہے اور وہ دس اجزا سے مرکب ہے جن کو لطائف کا نام دیتے ہیں۔ پانچ عالم امر کے ہیں جو کہ قلب و روح و سِر و خفی اور اخفیٰ ہیں۔ یہی انسان کا باطن ہے۔ ❶ اور پانچ عالم خلق کے ہیں جو کہ نفس و ہوا و پانی و آگ اور مٹی ہیں۔ یہی انسان کا ظاہر ہے جب حق تعالیٰ جل شانہٗ نے ارادہ فرمایا کہ بار امانت و حلہ خلافت انسان ضعیف البنیان کے سپرد کرے تو عالم خلق کے عناصرِ خمسہ کو ان کے اصول کے ساتھ جو کہ عالم امر کے لطائف خمسہ ہیں۔ ان سے معزز وقوی فرمایا۔ ہر اصل کو اپنی فرع کے ساتھ ایک تعلق اور عشق یعنی گہرا

---

❶ القول الجمیل فصل ۶ ر میں شاہ صاحب نے حضرت مجدد سے منسوب کر کے لکھا ہے کہ محل لطائف میں سے ہر عضو میں نبض کے مانند حرکت ہے جس کو حضرت ممدوح اس حرکت کی محافظت اور اس حرکت کو اسمِ ذات خیال کرنے کا امر کرتے ہیں۔[1] اور شفاء العلیل اردو ترجمہ کتاب مذکور کے فائدے میں اس موقع پر وضاحت میں شاہ عبدالعزیز صاحب کا قول نقل کیا ہے کہ مشائخ مجددیہ جب القائے توجہ کرتے ہیں تو توجہ لینے والا اس حرکت کو محسوس کرتا ہے۔[2] نیز دیکھیے مکتوب دوم شاہ غلام علی قدس سرہٗ۔

نوٹ: شفاء العلیل شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب ہے۔

[1] القول الجمیل ترجمہ شفاء العلیل چھٹی فصل اشغال طریقۂ مجددیہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی صفحہ ۱۰۱۔

[2] القول الجمیل ترجمہ شفاء العلیل چھٹی فصل اشغال طریقۂ مجددیہ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، صفحہ ۱۰۱، ۱۰۲۔

لگاؤ بخشا اور بالائے عرش سے اتار کر سینے کے مقام میں جو کہ محلِ علم وعرفان اور جائے شرح ونور ایمان ہے خاص مقام کے ساتھ کہ اس میں سے ہر ایک کو اس مقام سے نسبت ہوتی ہے متمکن کیا۔
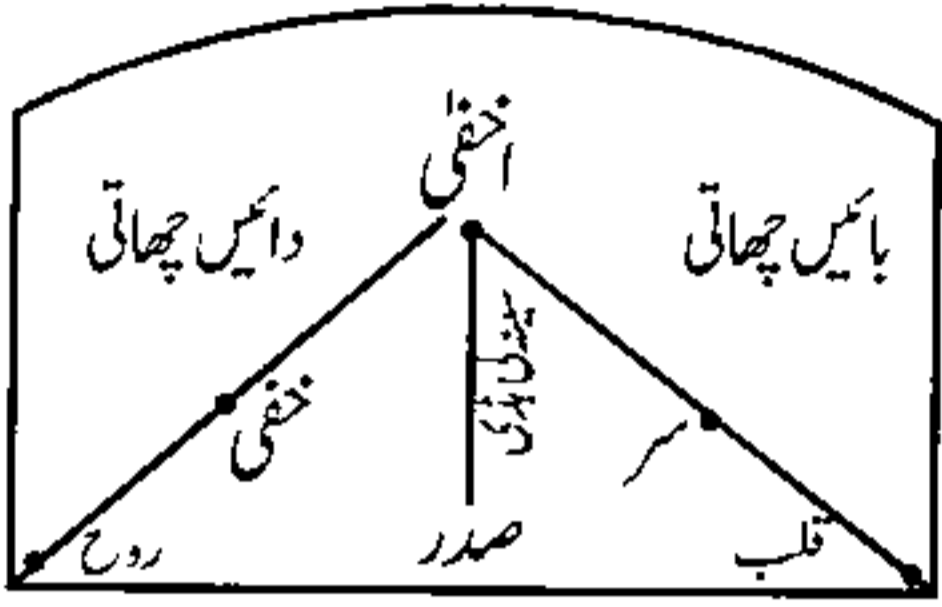
چنانچہ لطیفۂ قلب کو جو کہ لطیفۂ نفس کی اصل ہے بائیں چھاتی کے نیچے دو انگل کے فاصلہ پر مائل بہ پہلو اس گوشت کے لوتھڑے میں جسے قلب صنوبری کہتے ہیں جگہ دی ہے اس کا لقب صنوبری اس لیے دیا گیا ہے کہ صنوبر کے پھل کی طرح دل کی شکل اوندھی ہوتی ہے یعنی چوڑا پیندا اوپر اور پتلا سرا یا نوک نیچے کو ہوتی ہے اور قلب کے معنی بھی الٹے کے ہیں۔ اور لطیفہ روح جو لطیفۂ باد کی اصل ہے اور اس کا مقام عالم امر میں مقام قلب سے بلند تر ہے اسے اصحاب یمین بنا کر داہنی چھاتی کے نیچے دو انگل کے فاصلہ پر قدرے بہ پہلو جگہ مقرر فرمائی اور لطیفہ سِرّ جس کی اصل لطیفۂ آب ہے اور اس کا مقام عالم امر میں روح سے بلند تر ہے۔ بائیں چھاتی کے برابر میں قلب اور وسط سینہ کے درمیان جگہ دی ہے اور لطیفۂ اخفیٰ کو جس کی اصل لطیفۂ خاک ہے اور اس کا مقام عالم امر میں مقام خفی سے بلند تر ہے اور جو لطائف امر میں حسین وجمیل تر ہے اور حضرت اطلاق یعنی اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہے وسط سینہ جو کہ مرکز ہے اور حضرتِ اجمال سے پوری مناسبت رکھتا ہے جگہ دی ہے۔ یہ پانچوں لطیفے چونکہ اپنی فروع کے معین و مددگار ہوئے اور سینہ یعنی مقام صدر میں جگہ پائی لہٰذا انسان کا مرتبہ جمیع مخلوقات سے بلند ہوا اور عالم کبیر میں ایک عالم اکبر ظہور پذیر ہوا۔

دونوں عالم ہیں تری قیمت کہا
پھر بھی ارزاں ہے ابھی دام اور بڑھا

حضرات کرام فرماتے ہیں کہ عالم امر کے لطائف خاص انوار ہیں ہر ایک کا نور علیحدہ ہے۔ [1] قلب کا نور زرد ہے روح کا سرخ۔ سر کا نور سفید ہے۔ خفی کا سیاہ اور اخفی کا نور سبز ہے جبکہ انسان مورد انوار و موضع اسرار ہو گیا تو حلہ خلافت اس کے جسم پر آراستہ فرمایا اور علم و دانش کے تاج سے اس کے سر کو زینت بخشی اور وہ اوصاف خداوندی سے متصف ہو گیا اور بارِ امانت اٹھانے کے لائق ہو کر۔ ''زمین پر اللہ کا ظل اور عالموں میں اس کا خلیفہ یعنی نائب قرار پایا۔''

جب لطائف عشرہ کی ہیئت وحدانی کا مرتبہ علم و فضل اور قوت و کمال میں تمام مخلوقات عالم سے بلند ہوا تو وہ فرشتے اپنی بات پر کہ

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ (سورۃ البقرہ، آیت: ۳۰)

''کیا آپ اس زمین میں ایسا انسان بنائیں گے جو خون خرابہ کرے گا۔''

سے شرمندہ ہو کر:

سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (سورۃ البقرہ، آیت: ۳۲)

''تو نرالا ہے ہم کو معلوم نہیں مگر جتنا تو نے سکھایا۔''

کہتے ہوئے اس (آدم) کے آگے سر بہ سجدہ ہو کر اس کے فضل و شرف کا اعتراف کرنے لگے، یہ ہے انسان کی اصل اور یہ ہے حقیقت۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔ [2]

---

[1] ان لطائف کے رنگ کلی طور پر متحقق نہیں ہیں جیسا کہ مکتوبات شریف میں اشارہ ملتا ہے۔

[2] کشف الخفاء رقم الحدیث ۲۵۳۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔ ۲/۲۴۔
الاسرار المرفوعۃ رقم الحدیث ۷ ۹۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔ صفحہ ۲۳۸۔

''جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔''

اور یہ ہے بیان:

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ۔ [1]

''بے شک اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا ہے۔''

پیر ہرات حضرت عبداللہ انصاری قدس سرّہ فرماتے ہیں کہ

''وحدت صفت ہے اس ذات باکمال کی اور قدرت اس کی عظمت و جلال کی دلیل ہے جب اس نے چاہا کہ اپنی قدرت کو دیکھے تو عالم کو پیدا کیا اور جب چاہا کہ خود کو یعنی اپنی صفت کو دیکھے تو آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔''

چاہا جب اس نے اپنے تماشے کو بر ملا
آدم کی مُشتِ خاک میں جلوہ نما ہوا

اور یہ مقام تذکیر و عبرت ہے آیتِ کریمہ میں کہ

وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ (سورۃ الذاریات، آیت:۲۱)

''اور کیا خود تمہارے اندر تم کو سوجھ نہیں؟''

یعنی کیا تم نہیں دیکھتے اپنی آنکھوں سے آیاتِ عظیمہ و اسرار لطیفہ اور انوار عجیبہ اور لطائف شریفہ کو جن کی جائے قیام خود تمہارے سینے ہیں جو تمہیں ودیعت فرمائے گئے پس

---

[1] صحیح مسلم باب النھی عن ضرب الوجہ قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲/۳۲۷۔
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۴۴ و ۲۵۱ و ۳۲۳ و ۴۳۴ و ۴۶۳ و ۵۱۹۔

ہے کوئی کان دھرنے والا اور ہے کوئی قلب ذاکر اور روح شائق اور سر تقوی والا اور خفی خضوع والا اور اخفی خشوع والا۔

جبکہ عالم امر کے لطائف خمسہ اپنے مقام کی اصل سے دور جا پڑے اور انسان کے اندھیرے ڈھانچے میں اپنی فروغ کے ساتھ مل جل گئے اور عشق و محبت کے سلسلہ سے انسانی پیکر میں قید ہو گئے تو اپنی نورانیت اور چمک دمک کھو بیٹھے اور لطائف خلق کی طرح بے نور ہو کر رہ گئے۔

آخری تخلیق آدم کی ہوئی
پھر بھلا بیٹھا مقام بندگی
مرتے دم تک ہو نہ جس کو آگہی
ہو گا کیا محروم تر اس سے کوئی

یہ پانچوں نورانی لطیفے حقیقت میں ولایت کے پانچ درجات ہیں اور ہر درجہ اللہ تعالیٰ کی بے عیب ذات تک پہنچانے کا راستہ ہے چونکہ بندوں کا رشد و ہدایت منحصر ہے حضرات انبیاء و رسل (علیہم السلام) کی ذات پر لہٰذا وہی راستہ راہِ ہدایت ہے جو کہ ان مقدس حضرات کا اختیار کردہ اور طے کردہ ہے اور یہ لطائف خمسہ وہ پانچ مسلک یا طریقے ہیں جن پر چل کر انبیائے اولو العزم مقام ولایت اور مقصود کو پہنچے ہیں (ان مسلکوں کی تفصیل دیکھئے۔)

پہلا مسلک

لطیفۂ قلب ہے اور وہ عالم امر کا پہلا مقام ہے اور عالم خلق سے قریب ترین ہے،

اس لطیفہ کا تعلق و ربط صفتِ تکوین کی تجلی سے ہے جو حق تعالیٰ کی صفتِ اضافیہ ہے اور وہ صفت ہے فعل و خلق و تخلیق و ایجاد و احداث و اختراع کی۔ تمام ممکنات کا وجود میں آنا اسی صفت سے متعلق ہے یہی وجہ ہے کہ لطیفۂ قلب کی اصل کے مقام کو قلب کبیر اور حقیقت جامعۂ انسانی کہتے ہیں۔ اس لطیفۂ شریفہ کو عالم امر کے دوسرے لطیفوں کے لیے بطور بنیاد اور اصل یعنی جڑ کے قرار دیا ہے اور لطائف امر کے کاموں کا دار و مدار اسی لطیفۂ جامعہ کی صفائی اور جلا پر ہے اور اس لطیفۂ شریفہ کا مقام انسان کے جسم میں قلب صنوبری میں واقع ہوا ہے اور جسم کی اصلاح و فساد اسی کی صلاح و فساد سے وابستہ ہے جیسا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، حسب روایت ابن ماجہ:

وَ اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ۔ [1]

''جان رکھو کہ بے شک جسم کے اندر گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر وہ ٹھیک ہے تو سارا جسم صالح ہے اور اگر وہ خراب ہوا تو سارا جسم فاسد ہو گیا خبردار ہو، کہ وہ قلب ہے۔''

عالم خلق کے لطائف میں لطیفۂ نفس کا تعلق و ربط لطیفۂ قلب کی اصل کے ساتھ ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا، لہٰذا لطیفۂ نفس عالم خلق کے دوسرے لطائف کے لیے بمنزلہ خلاصہ و نچوڑ کے ہے اسی وجہ سے حضرت مجدد صاحب قدس سرہ کے صاحبزادگان تصفیۂ

[1] الجامع الصحیح للبخاری باب فضل من استبرأ لدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/ ۱۳۔
صحیح مسلم باب اخذ الحلال وترک الشبھات قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۸۔
سنن ابن ماجۃ باب الوقوف عند الشبھات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی صفحہ ۲۹۶۔

قلب کے بعد تزکیۂ نفس کی کوشش کرتے تھے اور کہتے تھے کہ دوسرے لطائف کا تصفیہ ان ہی دونوں لطائف رئیسہ کے ضمن میں حاصل ہوتا ہے مگر حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ کا طریقہ تفصیلی ہوا کرتا تھا وہ یہ کہ سارے لطیفوں کے تصفیہ کی فرداً فرداً کوشش کرتے تھے۔ اس لطیفۂ قلب کو حضرت آدم علیہ السلام کے زیرِ قدم کہتے ہیں کیونکہ اس راہ کے سب سے پہلے سالک وہی ہوئے ہیں لہٰذا وہ شخص جس کا وصول جناب قدس میں اس راہ سے ہوتا ہے وہ **آدمیُ المشرَب** کہلاتا ہے اسے ولایت کے درجاتِ پنجگانہ میں سے ایک درجہ کی سیر کی لیاقت ہو جاتی ہے۔

مسلکِ دُوم

یہ لطیفۂ روح ہے جس کا تعلق و ربط صفاتِ ثبوتیۂ الٰہیہ کی تجلی سے ہوتا ہے اور صفتِ تکوین جو کہ صفتِ اضافیہ ہوتی ہے اس کی بہ نسبت یہ درجہ حضرت ذاتِ تعالیٰ و تقدس سے بقدر ایک قدم قریب تر ہوتا ہے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کا وصول الی اللہ اسی لطیفۂ شریفہ کی راہ سے ہوا ہے۔ اس لیے اس لطیفہ کو ان ہی کے زیرِ قدم کہتے ہیں اور جس کا وصول اس راہ سے ہوتا ہے اسے **ابراھیمیُ المشرَبْ** کہتے ہیں۔ اس کو درجات پنجگانۂ ولایت میں سے بقدر دو درجہ استعداد حصول ہو جاتی ہے۔

مسلک سوم

لطیفۂ سر ہے جس کا تعلق وارتباط شیونات ذاتیۂ الٰہی کی تجلیات سے ہوتا ہے اور جو صفات ثبوتیہ کی بہ نسبت ایک قدم حضرت ذات سے قریب تر ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصول اسی لطیفۂ شریفہ کی راہ سے ہوا ہے اس لیے اس لطیفہ کو ان ہی کے زیرِ قدم کہتے ہیں اور

جس کا وصول اس راہ سے ہوتا ہے اسے مُوسَوِیُ المشرَب کہتے ہیں اس کی استعداد
حصولِ درجات پنجگانہ میں سے تین درجے کی ہوتی ہے۔

مسلکِ چہارم

لطیفۂ خفی ہے جس کا تعلق و ربط صفات سلبیہ تنزیہیّہ کی تجلی سے ہوتا ہے اور
شیونات ذاتیہ کی بہ نسبت حضرتِ ذات سے بقدر ایک قدم قریب تر ہو جاتا ہے حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کا وصول اس لطیفے کی راہ سے ہوا تھا اس لیے اس لطیفہ کو ان ہی کے زیرِ قدم کہتے
ہیں اور جس کا وصول اسی لطیفہ کی راہ سے ہوتا ہے اُسے عِیسوِیُ المَشرَب کہتے ہیں اور
اس کی استعداد حصول درجات پنجگانہ میں سے چار درجے پر ہوتی ہے۔

مسلکِ پنجم

لطیفۂ اخفیٰ ہے جس کا تعلق و ارتباط شانِ جامع کی تجلی سے ہوتا ہے جو مثل برزخ
کے ہے۔ مرتبہ تنزیہیّہ اور احدیت مجردہ کے درمیان، یہ لطیفۂ شریفہ جو سارے لطیفوں میں
حسین و جمیل ترین ہے، حضرت اطلاق سے قریب ترین ہے سینہ کے وسط میں جسے حضرت
اجمال کے ساتھ پوری مناسبت ہے قائم ہے حضرت خاتم الانبیاء و المرسلین محبوب رب
العٰلمین سیدنا و شفیعنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وصول اسی لطیفۂ شریفہ کی راہ سے ہوا تھا۔ اسی لیے جس
شخص کا وصول اسی راہ سے ہوتا ہے اسے محمدی المشرب کہتے ہیں اس کو تمام مراتب
پنجگانۂ ولایت کی استعداد حاصل ہو جاتی ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط (سورۃ المائدہ، آیت: ۵۴)

''یہ اللہ ہی کا فضل ہے وہ جسے چاہے دے۔''

مشربوں کا مختلف ہونا اور مسلکوں کا متعدد ہونا بندوں کی آسانی کے لیے ہے اس وجہ سے کہ بندوں میں قوتیں اور ہمتیں مختلف ہوتی ہیں اور یہ پروردگار کی بے انتہا مہربانی ہے بقولہ تعالیٰ:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۚ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۚ (سورۃ المائدہ، آیت: ۴۸)

''ہر ایک کو تم میں دیا ہم نے ایک دستور اور راہ اور اللہ چاہتا تو تم کو ایک دین پر کرتا لیکن تم کو آزمایا چاہے اپنے دیئے حکم میں سو تم بڑھ کر لو خوبیاں۔''

معلوم ہو کہ مقصود تک وصول کے لیے ان پانچوں طریقوں میں سے ہر ایک کافی وافی ہے اگرچہ یہ سب فضل و شرف اور درجات کے فرق میں مختلف ہیں بقولہ تعالیٰ:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۚ (سورۃ البقرہ، آیت: ۲۵۳)

''وہ سب رسول ہیں ان میں سے بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت بخشی ہے وہ کہ جن سے اللہ نے کلام کیا اور بلند کیا ان میں سے بعض کو درجات میں۔''

اگرچہ لامکانیت سے قریب تر شرف میں بالاتر ہیں دو مرتبہ پانے والے اور وہ ممتاز ہیں ایک مرتبہ پانے والوں سے اسی طرح تین والے دو والوں سے اور چار والے تین والوں سے اور پانچ والے چار والوں سے اور مراتب کا تعین اور مراتب کی تخصیص

وہی یعنی خدا کی دَین ہے۔ کسب و کوشش کو اس میں اختیار نہیں ہے۔ (اللّٰھُمَّ) مگر یہ کہ سخت ریاضت اور پیر کامل کی کشش زائد ہو۔ یہ دولت کا معاملہ ہے اب جسے پہنچ جائے۔

یہ پانچوں طریقے اور مراتب مثل بہشت بریں کے آٹھ دروازوں کے ہیں کہ ہر دروازہ مجلس رضا و اوج قبول میں داخلے کے لیے کافی وافی ہے۔ ہر دروازہ ایک خاص گروہ کے لیے مقرر ہے بعض ایسے لوگ ہیں جو دو دروازوں کے حقدار ہیں کچھ تین اور کچھ اس سے بھی زیادہ کا استحقاق رکھتے ہیں یہاں تک کہ بعض ایسے بھی ہیں کہ ان کے لیے آٹھوں دروازوں پر خوش آمدید کہا جائے گا سردار دو جہاں سید انس و جان ﷺ فرماتے ہیں:

مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ وَ مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَ مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ وَ مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّيَامِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرِ نِ الصِّدِّيْقُ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ يَارَسُوْلَ اللهِ مَا عَلٰى اَحَدٌ يُدْعٰى مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ فَهَلْ يُدْعٰى اَحَدٌ مِّنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ كُلِّهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ نَعَمْ وَ اَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ يَا اَبَابَكْرٍ وَ اللهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ ط [1]

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب فضل الصدقہ، قدیمی کتب خانہ کراچی صفحہ ۱۶۷۔
الجامع الصحیح للبخاری، باب الریان للصائمین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۴ و فضائل ابی بکر رضی اللہ عنہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱۷۔
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت، ۲/ ۲۶۸۔
صحیح مسلم باب فضل من ضمّ الی الصدقۃ الخ۔ قدیمی کتب خانہ ۱/ ۳۳۰۔

''جو نمازی ہوں گے، وہ باب صلوٰۃ سے بلائیں جائیں گے جو مجاہد ہوں گے وہ باب جہاد سے جو اہلِ زکوٰۃ ہوں گے وہ باب صدقہ سے جو روزہ دار ہوں گے وہ باب الرّیان (بمعنی سیرابی) سے مدعو ہوں گے، پس پوچھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہ یا رسول اللہ ﷺ کسی کے لیے ضروری تو نہیں ہے کہ وہ سب دروازوں سے بلایا جائے لیکن کیا کوئی ایسا بھی ہو گا جو کہ ان سارے دروازوں سے مدعو کیا جائے۔ پس اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ہاں! مجھے امید ہے کہ تو ان ہی میں سے ہو گا اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)۔''

اللہ جسے چاہے اپنی رحمت اس کے لیے مخصوص کر دے۔

معلوم ہو کہ ہمارے حضرات قدس اللہ اسرارہم و افاض علینا مِن برکاتہم نے جو لطائف خمسہ کی ولایت کو حضرات انبیائے اولو العزم سے منسوب کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو قربت سالک کو ان لطائفِ خمسہ میں حاصل ہوتی ہے وہ تابع ہے اور ظل ہے اس قرب کا جو انبیا علیہم السلام کو مقام ولایت میں حاصل ہوا ہے۔ ان حضرات انبیا کے مقامِ نبوت کی شان ہی اور ہے کہ اس کے مقابلے میں ولایت کے علوم و معارف کو کوئی مناسبت ہی نہیں ہے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرّہ نے ایک خط میں لکھا ہے کہ کسی لطیفے کا کسی نبی کے زیرِ قدم ہونا اس معنی میں ہے کہ بہتیری صفتوں میں سے کوئی ایک صفت حقیقتاً تربیت یافتہ ہے اس نبی کی (علیہ السلام) اور اس حقیقت کی جزئیات بہت ہوتی ہیں کہ ان میں سے ایک جزئیہ سالک کا مربی ہے الخ۔ اس کلام کی تشریح اس طرح پر ہے کہ حق تعالیٰ جل مجدہٗ کا غنائے ذاتی مسلّم ہے۔ اللہ تعالیٰ و تقدس عالم و اہلِ عالم کے ساتھ کوئی

مناسبت نہیں رکھتا اور جو کچھ بھی ظہور پذیر ہوتا ہے سب اس کے اسما وصفات کی تجلیات کا کرشمہ ہے کہ جس کے توسط سے ہر وقت اور ہر جگہ نئی فتوحات اور فیوضات تمام کائنات کو پہنچتی ہے چونکہ عالم پورے کا پورا شروع سے آخر تک اسماء وصفاتِ واجبی کا مظہر ہے لہٰذا افراد انسان میں سے ہر فرد لامحالہ حق تعالیٰ وتقدس کی غیر متناہیہ صفات میں سے کسی نہ کسی صفت کا مظہر ہے اور ہر صفت بطور ایک کُلّی کے ہے جس کی بہت سی غیر متناہیہ جزئیات ہوتی ہیں کیونکہ ہر صفت کی بے شمار تجلیاں ہیں اور ہر تجلی کے بے حد ظلال ہوتے ہیں اور ہر ظل کے بے حد و پایاں نقاط ہوتے ہیں۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کا تعلق و ارتباط کلیات سے ہے اور ان کی تربیت ان ہی کلیات سے ہوتی ہے مگر سارے انسانوں کا ربط و تعلق ظلال اور نقاطِ ظلال سے ہوتا ہے جو کہ بمنزلۂ جزئیات ہوتے ہیں، اور ان کی تربیت ان جزئیات سے ہوتی ہے چنانچہ باری تعالیٰ کی صفت تکوین جو کہ منشاء و مصدر افعال ہے وہی صفتِ رب یعنی مربی ہے حضرت آدم علیہ السلام کی اور ان کی تربیت اسی صفتِ تکوین سے ہوئی اور جس شخص کی تربیت اس صفت کی جزئیات سے ہوتی ہے وہ جزئی اس شخص کے تعین کا مبدا ہوتا ہے اور اسے اٰدَمِیُّ الْمَشْرَبْ کہتے ہیں۔ اس کی ولایت حضرت آدم علیہ السلام کے زیرِ قدم ہوتی ہے اور اس کا وصول الی اللہ لطیفۂ قلب کی راہ سے ہوتا ہے اور حضرت نوح و حضرت ابراہیم علیہما السلام کی تربیت صفاتِ ثبوتیہ سے ہے خاص کر صفتِ علم جو کہ اجمع صفاتِ ذاتیہ ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تربیت شیون ذاتیہ سے ہوئی اور شان کلام ان کی رب ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تربیت صفات سلبیہ سے ہوئی جو موطنِ تقدیس و تنزیہہ ہے اور حضرت خاتم الرسل علیہ و علیہم الصلوات و التسلیمات کی تربیت جامع صفات وشیونات و تقدیسات و تنزیہات سے

ہوئی ہے جو کہ ان کمالات کے دائرے کا مرکز ہے اور مرتبۂ صفات وشیونات کی تعبیر شانِ علم سے یوں مناسب ہے کہ یہ شان عظیم الشان جامع جمیع کمالات ہے جن لوگوں کی تربیت ان مقامات کی جزئیات سے ہوتی ہے وہ جزئیات ان لوگوں کے تعینات کی مبدأ ہوتی ہیں۔ اور ان لوگوں کے مشارب ابراہیمی یا موسوی یا عیسوی یا محمدی ہوتے ہیں، محمدی المشرب کی سیر کی تربیت قلب سے روح اور روح سے سِرّ اور سِرّ سے خفی اور خفی سے اخفی اور اخفی سے حضرت احدیت تک شاہراہ مستقیم پر واقع ہوتی ہے کہ عالم امر کے پانچوں مراتب کو ترتیب وار طے کیا ہے ان ہی کے اصول اور پھر اصولِ اصول میں اسی ترتیب کی رعایت رکھتے ہوئے کام سرانجام ہوتا ہے بخلاف دوسری ولایات والوں کے جو گویا کہ ہر درجے میں نقب کر کے خود کو مطلوب تک پہنچاتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ افعال و صفات وشیونات وتنزیہات اس ذاتِ تعالیٰ وتقدست سے جدا نہیں ہیں اگر جدائی ہے تو ظلال میں ہے پس اس موطن میں واصلان افعال وصفات وشیونات وتنزیہات کو بھی ایک حصہ تجلیات ذاتِ بے چون تعالیٰ وتقدس سے حاصل ہو جائے گا۔ اگرچہ صاحب اخفی بلندی وپستی میں ممتاز ہے۔

واضح ہو کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا تعلق عالم خلق سے ہے اور ان کی دعوت عالم خلق کے لیے محدود ہے لہٰذا مکلف اجزائے خلق ہیں جو کہ قالب ہے۔ بہشت کی نعمتیں اور دوزخ کی تکالیف اور دولتِ دیدار اور حرمان کی بے دولتی سب کی سب خلق سے وابستہ ہے عالم امر کو اس سے کوئی تعلق نہیں فرائض اور واجبات اور سنتوں کا تعلق قالب اور اجزائے خلق سے ہے اور اعمالِ نافلہ اجزائے عالم امر کا حصہ ہے۔ واضح ہو کہ دائرۂ امکان اور دائرۂ ظلال کو ولایت صغریٰ کہتے ہیں اور اس کی سیر کو سَیر الی اللہ کہتے ہیں اور اصل مبدأ

تعین یعنی دائرۂ ولایتِ کبریٰ وتجلیات اسماء صفات سے لے کر تجلیات ذات وحضرت احدیت مجردہ تک سالک کی سیر کو ''سیر فی اللہ'' کہتے ہیں اور اس مقام سے رجوع کو ''سیر عن اللہ'' کہتے ہیں۔

اور واضح ہو کہ لطائف خمسہ میں سے کسی ایک کی راہ سے وصول کے معنی یہ ہیں کہ ورودِ فیض اس خالص لطیفے پر زیادہ ہوتا ہے اور جیسی لذت وحلاوت اور طمانینت اس لطیفۂ شریفہ میں محسوس ہوتی ہے اس طرح کے احوال خصوصی دوسرے لطیفوں میں دستیاب نہیں ہوتے۔ لطائف شریفہ کی تہذیب کے معنی یہ ہیں کہ لطائف اپنے سابقہ کیفیات واحوال کو پہنچ جائیں اور اپنی نورانیت حاصل کرلیں اور کارخانہ باطن نئے سرے سے تازہ وروشن ہو جائے۔ ابتدا لطیفۂ قلب سے ہوتی ہے جب لطیفہ اپنی اصل سے آگاہ ہو جاتا ہے تو اس میں آتشِ شوق بھڑک اٹھتی ہے اور وہ اپنے اصل مقام کی طرف پرواز کرتا ہے تاکہ اپنی اصل سے جا ملے انتہائے شوق سے ایک شعلہ سا نکلتا محسوس ہوتا ہے جس کو ہمارے حضرات فتحِ باب کہتے ہیں، رفتہ رفتہ یہ شعلہ قوی تر اور بلند تر ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ قفس عنصری سے نکل آتا ہے اور یہی معنی مراد ہیں اس سے جو یہ کہتے ہیں کہ لطیفۂ قالب سے باہر نکل آیا۔ اس وقت لطیفے سے لے کر اس کے اصل مقام تک جو عرش بریں کے اوپر ہے نور سے کشادہ راہ دکھائی دیتی ہے اور بعض کو نور کا ایک منارہ سا معلوم ہوتا ہے تاکہ اپنی اصل سے جا ملے۔ نیز یہ معلوم ہو کہ لطائف کے قالب سے نکل آنے کے وقت سے اور اس کے اصول تک واصل ہو جانے تک اور ان کے ان مواطن میں قیام کرنے کے زمانے میں سالک اپنے لطائف کے انوار اپنے سینہ کے باہر مشاہدہ کرتا ہے اس کو ہمارے حضرات سیر آفاقی کہتے ہیں۔ اور جب لطائف اپنے اصول تک پہنچ جاتے ہیں اور وہاں

قیام کر لیتے ہیں تو سیر انفسی شروع ہوتی ہے۔ اس وقت سالک جو کچھ بھی انوار و اسرار دیکھتا ہے اپنے سینہ کے اندر دیکھتا ہے اور آیت کریمہ:

سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ (سورۃ حم سجدہ، آیت: ۵۳)

''اب ان کو دکھائیں گے نمونے دنیا میں اور آپ ان کی جان میں۔''

کے راز تک پہنچ جاتا ہے۔

حضرت مجدد صاحب قدس سرّہ لکھتے ہیں کہ قلب عالمِ امر سے ہے اس کو عالمِ خلق کے ساتھ تعلق و عشق عطا کر کے عالم خلق میں اتارا ہے اور اس گوشت کے لوتھڑے یعنی دل کے ساتھ جو بائیں جانب سینے میں ہے خاص لگاؤ بخشا ہے اس طرح پر جیسے کسی بادشاہ کو مہتر سے عشق پیدا ہو جائے اور وہ اس کی وجہ سے مہتر کے گھر میں نزول کرے اور رُوح جو کہ قلب سے لطیف تر ہے وہ اصحاب یمین سے ہے اور بقیہ تینوں لطائف جو لطیفۂ رُوح سے اوپر ہیں اور خَيْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا کے شرف سے مشرف ہیں جو چیز جس قدر زیادہ لطیف ہے وہ مقام وسط کے زیادہ مناسب ہے:

اَلَا اَنَّ السِّرَّ وَ الْخَفِيَّ عَلٰى طَرَفِيَ الْاَخْفٰى اَحَدُهُمَا عَلَى الْيَمِيْنِ وَالْاٰخَرُ عَلَى الشِّمَالِ ❶

''یہ کہ سِر اور خفی دو طرف ہیں اخفی کے، ان میں سے ایک دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب ہے۔''

اور نفس حواس کا مجاور ہے اس کا تعلق دماغ سے ہے اور قلب کی ترقی وابستہ ہے مقام روح میں اس کے وصول سے نیز روح سے بھی اوپر کے مقام سے۔ اسی طرح روح

❶ قول حضرت مجدد قدس سرّہٗ۔

کی ترقی اور اس کے مافوق کی ترقی وابستہ ہے ان لطائف کے وصول سے مقامات فوقانی سے لیکن یہ وصول ابتداء میں بہ طریق احوال ہوتا ہے اور انتہا میں بہ طریق مقام اور نفس کی ترقی یہ ہے کہ مقام قلب میں بہ طریق احوال ابتدا میں اور بہ طریق مقام انتہا میں پہنچ جائے اور آخر کو یہ لطائف ستہ یعنی چھ لطیفے مقام اخفی میں پہنچتے ہیں اور سب ایک ساتھ عالم قدس میں پرواز کا قصد کرتے ہیں اور لطیفۂ قالب کو خالی چھوڑ دیتے ہیں لیکن پرواز بھی شروع میں بہ طریق احوال اور انتہا میں بہ طریق مقام ہوتی ہے۔

وَحِینَئِذٍ یَحْصُلُ الْفَنَآءُ۔

''اس وقت فنا حاصل ہو جاتی ہے۔''

اور وہ موت جس کو موت سے پہلے یعنی مُوْتوا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کہتے ہیں وہ لطائف ستہ کی یہی جدائی ہے لطیفۂ قالب سے۔'' اور لکھتے ہیں (حضرت مجدّد صاحب قدس سرّہٗ) ضروری نہیں کہ سارے لطیفے ایک مقام میں جمع ہو جائیں اور وہاں سے پرواز کریں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قلب و روح ایک ساتھ ہی یہ کام کرتے ہیں کبھی تینوں اور کبھی چاروں مگر جو پہلے مذکور ہوا، وہ اتم و اکمل ہے اور لکھا ہے کہ لطائف ستہ کی جدائی عالم امر میں ان کے عروج کے بعد بہرحال ان کا خلیفہ اس عالم خلق میں یہی بدن یعنی قالب ہی رہ جائے گا اور ان سب کا کام کرے گا۔ اس کے بعد اگر الہام ہے تو اسی گوشت کے لوتھڑے یعنی قلب صنوبری پر جو کہ حقیقت جامعۂ قلبیہ کا خلیفہ ہے اور وہ بات جو کہ حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں آئی ہے کہ

مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا ظَهَرَ یَنَابِیْعُ الْحِکْمَةِ مِنْ

قَلْبِهٖ عَلٰی لِسَانِهٖ [1]

''جس نے خالص کر دیں اللہ کے لیے چالیس صبحیں پھوٹتے ہیں حکمت کے چشمے اس کے قلب سے اس کی زبان پر۔''

مراد اس قلب سے قلب صنوبری ہے واللہ اعلم۔ اور دوسری احادیث میں یہ مراد متعین ہے جیسا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

انَّهُ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِيْ عُرُوْضُ غَيْنٍ [2]

''بے شک چھا جاتا ہے کبھی کبھی دھندلکا بدلی کا سا (جیسے ماند پڑ جانا ہوتا ہے) میرے قلب پر۔''

اس میں قلب سے مراد یہی گوشت کا لوتھڑا ہے نہ کہ حقیقت جامعہ کیونکہ وہ تو قطعاً غین یعنی دھندلکے سے نکل چکا ہے اور دوسری احادیث تقلب یعنی الٹ پلٹ یا قلب کے تغیرات کی بات آتی ہے کہ فرمایا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے:

قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْنَ اَصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ [3]

''مومن کا قلب رحمان (اللہ) کی دونوں انگلیوں کے بیچ (چٹکی) میں رہتا ہے۔'' (الحدیث)

---

[1] کشف الخفاء فی ضمن رقم الحدیث ۲۳۵۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۲۰۰۔
الترغیب والترہیب، الترغیب فی الاخلاص رقم الحدیث ۱۳ مصطفیٰ البابی مصر۔ ۱/۵۶۔

[2] مشکوٰۃ المصابیح باب الاستغفار والتوبہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۰۳۔
صحیح مسلم باب استحباب الاستغفار قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۶۔

[3] مسند احمد بن عن عبداللہ بن عمرو المکتب الاسلامیۃ بیروت، ۲/۱۷۳۔
الدر المنثور سورۃ ال عمران فی ضمن رقم الآیۃ، دار احیاء التراث العلمیہ، ۲/۱۵۳۔

قَلْبُ الْمُؤمِنِ كَرِيْشَةٍ فِي أَرْضِ فَلَاةٍ [1]

''مومن کا قلب صحرا کی زمین میں پر کی طرح سے ہے۔''

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلٰى طَاعَتِكَ [2]

''اے اللہ قائم رکھ میرے دل کو اپنی طاعت میں۔''

اب یہاں سے پھر حضرت مجدد صاحب سے نقل ہے:

وَ التَّقَلُّبُ وَ عَدَمُ الثَّبَاتِ ثَابِتَةٌ لِهٰذِهِ الْمُضْغَةِ لِاَنَّ الْحَقِيْقَةَ الْجَامِعَةَ لَا تَقَلُّبَ لَهَا اَصْلًا بَلْ هِيَ مُطْمَئِنَّةٌ رَاسِخَةٌ عَلَى الْاِطْمِيْنَانِ وَ الْخَلِيْلُ عَلٰى نَبِيِّنَا وَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ اَيْنَمَا طَلَبَ اِطْمِيْنَانَ الْقَلْبِ اَرَادَ بِهِ الْمُضْغَةَ لَا غَيْرُ لِاَنَّ قَلْبَهُ الْحَقِيْقِيَّ قَدْ كَانَ مُطْمَئِنًّا بِلَارَيْبٍ بَلْ نَفْسَهُ اَيْضًا كَانَتْ مُطْمَئِنَّةً بِسِيَاسَةِ قَلْبِهِ الْحَقِيْقِيِّ قَالَ صَاحِبُ الْعَوَارِفِ قُدِّسَ سِرُّهُ اِنَّ الْاِلْهَامَ صِفَةُ النَّفْسِ الْمُطْمَئِنَّةِ الَّتِي عَرَجَتْ فِي مَقَامِ الْقَلْبِ وَ اَنَّ التَّلْوِيْنَاتِ وَالتَّقْلِيبَاتِ حِيْنَئِذٍ تَكُوْنُ صِفَاتَ النَّفْسِ الْمُطْمَئِنَّةِ وَ هُوَ كَمَا تَرٰى مُخَالِفٌ لِلْاَحَادِيْثِ الْمَذْكُوْرَةِ وَ لَوْ تَيَسَّرَ الْعُرُوْجُ مِنْ هٰذَا الْمَقَامِ الَّذِيْ اَخْبَرَ الشَّيْخُ عَنْهُ تُعْلَمُ الْاَمْرُ كَمَا هُوَ عَلَيْهِ وَ لَاحَ صِدْقُ مَا اَخْبَرْتُ بِهِ وَ طَابَقَ الْكَشْفُ وَ الْاِلْهَامُ بِالْاَخْبَارَاتِ النَّبَوِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ وَ

---

[1] الدر المنثور سورۃ آل عمران رقم الآیۃ ۸ دار احیاء التراث العربی بیروت۔ ۲/ ۱۵۳۔

[2] سنن ابن ماجۃ باب دعاء رسول اللہ ﷺ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔ صفحہ ۲۸۰ میں علی دینک ہے۔

التحیّةُ و لَقَدْ تعلَمُ اَنَّ مَا اَخبَرتُ بِہٖ مِنْ خِلَافَةِ الْمُضْغَةِ وَ وَرُودِ الْاِلْہَامِ عَلَیْہَا وَ صَیْرُوْرَتِہَا صَاحِبَ اَحْوَالٍ وَ تَلْوِیْنَاتٍ مِمَّا کَبُرَ عَلَی الْمُتَعَصِّبِیْنَ الْجَاہِلِیْنَ الْقَاصِرِیْنَ عَنْ حَقِیْقَةِ الْاَمْرِ وَ ثَقُلَ عَلَیْہِمْ فَمَا ذَا یَقُوْلُوْنَ فِیْ اَخْبَارِ النَّبَوِیَّةِ عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ حَیْثُ قَالَ اِنَّ فِیْ جَسَدِ بَنِیْ اٰدَمَ لَمُضْغَۃٌ اذا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ و اذا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَ ہِیَ الْقَلْبُ (اَلْحَدِیْث) قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُضْغَةَ. ہِیَ الْقَلْبُ عَلٰی سَبِیْلِ الْمُبَالَغَةِ وَ نَاطَ صَلَاحَ الْجَسَدِ و فَسَادَہٗ بِصَلَاحِہَا وَ فَسَادُہَا فَیَجُوْزُ لِہٰذِہِ الْمُضْغَةِ مَا یَجُوْزُ لِلْقَلْبِ الْحَقِیْقِیِّ وَ اِنْ کَانَ عَلٰی سَبِیْلِ النِّیَابَةِ وَ الْخَلَافَةِ

"تغیر اور بے ثباتی ثابت ہے اس قلب صنوبری کے لیے کیونکہ حقیقت جامعہ کے لیے تغیر از روئے اصل نہیں ہوتا بلکہ وہ مطمئن اور راسخ ہے طمانینت پر، اور حضرت خلیل اللہ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام نے جبکہ انہوں نے اطمینان قلب کی خواہش کی تھی اللہ سے تو ان کی مراد اسی گوشت کے لوتھڑے سے تھی نہ کہ اس کے ماسوا سے کیونکہ ان کا قلب حقیقی مطمئن تھا بلاشبہ بلکہ ان کا نفس بھی مطمئن تھا قلب حقیقی کی تربیت کی وجہ سے (اور یہ جو) کہا صاحب العوارف [1] قدس سرہ نے کہ الہام

[1] صاحب العوارف شیخ شہاب الدین عمر ابن محمد سہروردی جن کی نسبت سے سلسلۂ سہروردیہ منسوب ہے ۵۳۹ھ، ۶۳۴ھ۔

صفت ہے نفسِ مطمئنہ کی جو عروج پاتا ہے مقام قلب میں اور بے شک
تلوینات وتقلیبات ہوتی ہیں صفاتِ نفسِ مطمئنہ کی۔ اور وہ بات جیسا
کہ تم نے دیکھا خلاف ہے احادیثِ مذکورہ کے اور اگر اس مقام سے
عروج میسر ہو جس کی خبر دی شیخ صاحب العوارف نے تو تم کو وہ امر معلوم
ہے جیسا کہ وہ اس پر وارد ہوتا ہے اور اس بات کی صداقت ظاہر ہے جو
ہم نے بتائی اور ہمارا یہ کشف و الہام احادیثِ نبویہ علیٰ صاحب الصلوٰۃ و
السلام والتحیّہ کے باہم مطابق ہیں اور تم نے یہ بھی جان لیا کہ ہم نے جو
خلافتِ مضغہ یعنی قلب صنوبری کے بارے میں بتایا اور اس ورود الہام اور
اس کے صاحب احوال ہو جانے کو اور اس کی تلوینات یعنی تغیرات و
نیرنگیوں کو تو وہ گراں گزری متعصبوں اور جاہلوں کو جو حقیقت امر کو سمجھنے
سے قاصر رہے اور وہ ان کو بہت کھلی، اچھا تو پھر کیا کہیں گے یہ لوگ
احادیث نبویہ کے بارے میں جیسا کہ فرمایا: نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ بے
شک بنی آدم کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے اگر وہ درست رہا تو کل بدن
درست رہا اور اگر وہ بگڑ گیا تو جسم بھی بگڑ گیا۔ خبر دار ہو کہ وہ قلب ہی ہے
(اس میں تو) رسول اللہ ﷺ نے لوتھڑے کو ہی قلب کے معنی میں لیا
ہے بطور مبالغہ یعنی بہ حیثیت محاورت کے اور منحصر ٹھہرایا ہے اس کے
صلاح و فساد پر جسم کے صلاح و فساد کو، پس جائز ہے اسی لوتھڑے کے
لیے جو کچھ کہ جائز ہے قلب حقیقی کے لیے اگرچہ بطور نیابت و خلافت
کے کیوں نہ ہو۔''

اور لکھتے ہیں حضرت مجدّد صاحب قدس سرہٗ کہ لطائف ستہ قالب سے جدا ہو جانے اور اس کے مقام قدس میں واصل ہو جانے اور اس کے رنگ میں رنگ جانے کے بعد اگر پھر قالب کی طرف رجوع کریں اور تعلق پیدا کرلیں سوائے حبّی کے اور قالب کے حکم میں ہو جائیں اور بعد امتزاج کے پھر ایک قسم کی فنا پیدا کریں اور میت کے حکم میں ہو جائیں اس وقت خاص تجلی سے جلوہ گر ہو جاتے ہیں اور نئے سرے سے زندگی پاتے ہیں اور بہ مقام بقا باللہ متحقق ہوتے ہیں اور اخلاق الٰہی سے آراستہ ہو جاتے ہیں اس موقعہ پر اگر اس کو خلعت عطا کر کے عالم میں پھر لوٹا دیں تو مرتبہ دنو یعنی قربت سے تدلّٰی یعنی واپسی تک پہنچے گا اور مقدمہ تکمیل پیدا ہو جائے گا اور اگر عالم میں واپس نہ لوٹائیں دنو یعنی قربت کے بعد تدلّٰی یعنی رجوع حاصل نہ ہو تو وہ شخص اولیائے عزلت میں سے ہوگا اور طالبوں کی تربیت اور ناقصوں کی تکمیل اس کے ہاتھ سے نہ ہو گی یہ ہے حدیث بدایت و نہایت بہ طریق رمز و اشارت، مگر اس کا سمجھنا بغیر قطع منازل کے مشکل ہے۔

اور لکھا ہے (حضرت مجدد صاحب قدس سرّہٗ) نے کہ یہ رجوع واصل جو کلّیت سے واقع ہو دعوت کے کامل ترین مقامات سے ہے یہ غفلت حضور جمع کثیر کے سبب سے ہوتی ہے (حقیقت سے) غافل لوگ اس غفلت سے غافل ہیں اور صاحبانِ حضوری اس رجعت سے ناواقف ہیں یہ مقام تعریف بہ الفاظ مذموم کی قسم سے ہے۔ ہر تنگ خیال کی سمجھ بوجھ یہاں تک نہیں پہنچتی۔ اگر اس غفلت کے کمالات کو بیان کروں تو کوئی بھی حضوری کی آرزو نہ کرے۔ یہ وہ غفلت ہے جس نے خواص بشر کو خواص ملک پر فضیلت بخشی یہ وہ غفلت ہے جس نے محمد ﷺ کو رحمتِ عالمیاں بنایا۔ یہ وہ غفلت ہے جو ولایت سے نبوت تک پہنچاتی ہے۔ یہ وہ غفلت ہے جو نبوت سے رسالت تک پہنچاتی ہے یہ وہ غفلت ہے

جس نے اولیائے عشرت کو اولیائے عزلت پر بہت بڑائی دی یہ وہ غفلت ہے جو محمد ﷺ کو صدیق اکبر پر سبقت دیتی ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک سے غافل ہو جاتا یہ غفلت ہے جن کی اوپر تفصیل دی گئی ہے۔)

بَعْدَ مَا كَانَا كَاُذُنَی فَرَسٍ

''جبکہ دونوں ایک ڈھب پر چل رہے تھے۔''

یہ وہ غفلت ہے کہ صحو یعنی رجوع از حال یا ہوش و آگہی کو سکر یعنی حال و مدہوشی پر ترجیح دی۔ یہ وہ غفلت ہے کہ جس نے نبوت کو ولایت پر فضیلت دی ہے (کم فہموں کے ننگ و عار کے برخلاف) یہ وہ غفلت ہے جس کے سبب سے قطب ابدال پر قطب ارشاد کو فضیلت ہے یہ وہ غفلت ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جس کی آرزو کرتے تھے جبکہ انہوں نے فرمایا:

يَا لَيْتَنِيْ سَهْوَ مُحَمَّدٍ ◆

''کاش کہ ہوتا مجھے سہو، محمد ﷺ کا۔''

یہی وہ غفلت ہے کہ حضوری اس کا معمولی خادم ہے، یہ وہ غفلت ہے کہ وصول اس کے حصول کا مقدمہ ہے۔ یہ وہ غفلت ہے جو صورتاً تنزل ہے اور حقیقتاً رفعت ہے۔ یہ وہ غفلت ہے کہ خواص کو عوام کے ساتھ مشتبہ بنا دیتی ہے اور ان کے کمالات کا گنبد ہو جاتی ہے۔ اگر اس کی تشریح کرنے لگوں تو بے حساب ہو جائے۔''

اور لکھتے ہیں (حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ) کہ اولیاء اللہ کی نمایاں صفت قبہ بشریت ہے یعنی بشریت ان کے حقائق کا پردہ ہے جس چیز کے تمام لوگ محتاج ہیں یہ بزرگوار بھی محتاج ہیں ان کی ولایت ان کو احتیاج بشری سے بری نہیں کرتی ان کا غصہ بھی

◆ مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ پنجم مکتوب ۳۰۵، نور کمپنی، انار کلی لاہور، صفحہ ۱۶۱۔

عام آدمیوں کے غصہ ہی کی طرح ہوتا ہے جبکہ سید انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

اَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ ❶

''میں غصہ میں ہو جاتا ہوں جیسے اور بشر غصہ ہوتے ہیں۔''

تو اولیاء کا کیا ذکر؟

اسی طرح یہ بزرگوار کھانے پینے اور بال بچوں کے ساتھ رہن سہن اور موانست میں عام انسانوں کے شریک ہیں طرح طرح کے تعلقات بشریت کے لوازمات سے ہیں یہ نہ عوام سے زائل ہوتے ہیں نہ خواص سے۔ حق تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کی شان میں فرماتا ہے:

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ (سورۃ الانبیاء، آیت:۸)

''ہم نے ان کے جسم ایسے نہیں بنائے کہ کھانا نہ کھائیں۔''

اور کفار ظاہر بیں کہتے تھے کہ

مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ط

(سورۃ الفرقان، آیت:۷)

''یہ کیسا رسول ہے کھاتا ہے کھانا اور پھرتا ہے بازاروں میں۔''

پس جس شخص کی نظر اولیاء اللہ کے ظاہر پر پڑی وہ محروم رہا اور دنیا و آخرت کی ناکامی ہی اس کے ہاتھ لگی، اسی ظاہر بینی نے ابوجہل و ابولہب کو دولتِ اسلام سے محروم رکھا اور دائمی خسران میں لا ڈالا۔ خوش نصیب ہے وہ جس کی نظر اہل اللہ کی ظاہر بینی سے کوتاہ رہی اور اس کی تیزی نگاہ ان بزرگواروں کے صفات باطنیہ میں اتر گئی اور باطن ہی میں منحصر رہی۔

---

❶ مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت۔ ۲/ ۴۹۳۔

فَهُم كَنِيلِ مِصر بَلَاءٌ لِلْمَحْجُوبِينَ وَمَاءٌ لِلْمَحْبُوبِينَ

''وہ حضرات اولیاء اللہ مثل نیل مصر کے ہیں جو مجوبوں کے لیے بلا ہے اور محبوبوں کے لیے پانی ہے۔''

عجب معاملہ ہے۔ صفاتِ بشریہ جس قدر اہل اللہ میں ظاہر ہوتی ہیں عام لوگوں میں اتنی ظاہر نہیں ہوتیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ظلمت و کدورت ہموار اور صاف جگہ میں اگرچہ قلیل مقدار میں ہو مگر زیادہ نمایاں ہوتی ہے اور ناہموار و ناصاف مقام میں گندگی و سیاہی اگرچہ زیادہ مقدار میں ہو لیکن کم لگتی ہے۔ صفاتِ بشریت کی تیرگی عوام کی کلیت میں سرایت کر جاتی ہے اور قلب و قالب و روح تک میں دوڑ جاتی ہے اور خواص میں یہ ظلمت صرف نفس اور قالب میں محدود رہتی ہے اور اخص خواص کا تو نفس بھی اس سے بری رہتا ہے اور اس کا اثر صرف قالب ہی تک رہتا ہے اور بس۔ اسی طرح یہ ظلمت عوام میں نقصان و خسارے کا موجب ہے اور خواص کے حق میں کمال و تازگی کا سبب ہے خواص کی یہی ظلمت ہے جو عوام کی ظلمتوں کو زائل کرتی ہے ان کے دلوں کا تصفیہ کرتی ہے اور ان کے نفوس کو تزکیہ بخشتی ہے اگر یہ ظلمت نہ ہوتی تو خواص کو عوام کے ساتھ کوئی مناسبت نہ رہتی اور راہِ افادہ و استفادہ مسدود ہو جاتی۔ اس پر لفظ ظلمت کا اطلاق مَدْحٌ بِمَا يُشْبِهُ الذَّمّ کے طور پر ہوتا ہے یعنی ایسی خوبی جس پر برائی کا شبہ ہوتا ہو۔ زیادہ تر عوام اہل اللہ کی صفات بشری کو اپنی صفاتِ بشریت کے رنگ میں دیکھتے ہیں اور اس طرح محروم و حرماں نصیب رہ جاتے ہیں۔ غائب کو حاضر پر قیاس کرنا غلط ہے ہر مقام کی خصوصیات علیحدہ اور ہر موقع کے لوازم جدا ہوتے ہیں۔

اور لکھتے ہیں (حضرت مجدد صاحب قدس سرّہٗ) کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اولیاء اللہ

کو اس طرح پوشیدہ رکھا ہے کہ خود ان کے ظاہر کو ان کے کمالاتِ باطن کی خبر نہیں ہوتی تو دوسروں کا کیا ذکر؟ ان کے باطن کو جو نسبت مرتبہ بے چونی و بے چگونی کے ساتھ حاصل ہوتی ہے وہ بھی بے چون ہے اور ان کا باطن چونکہ عالم امر ہے لہٰذا اسے بھی بے چونی کا کچھ حصّہ ملتا ہے اور ان کا ظاہر جو سراسر چون ہے وہ ان کی حقیقت کو کیا پا سکے بلکہ نفس اگر اس نسبت کے حصول سے انکار کر بیٹھے تو کچھ بعید نہیں۔

لِغَایَةِ الْجَهْلِ وَ عَدَمِ الْمُنَاسَبَةِ

اس لئے کہ ''انتہائی نادانی اور مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے۔''

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نفس حصول نسبت کو تو جان لے مگر یہ نہ سمجھ سکے کہ اس نسبت کا متعلق کون ہے بلکہ اکثر اس کے متعلق حقیقی کی نفی کر دے۔

وَ کُلُّ ذَالِكَ لِعُلُوِّ تِلْكَ النِّسْبَةِ۔

''یہ سب اس نسبت کی بلندی کی وجہ سے ہے۔''

اور دُنُوّ یعنی قربت اپنے ظاہر و باطن سمیت اس نسبت سے مغلوب ہوتا ہے -اور دیکھنے جاگنے سے کیا گزارا ہوتا ہے وہ کیا جانے کہ کیا رکھتا ہے اور کس سے نسبت رکھتا ہے پس عجز معرفت کے سوا چارہ نہیں، اسی لیے حضرتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَلْعِجزُ مِنْ دَرْكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ۔

''شعور کے شعور سے عاجز ہو جانا ہی شعور ہے۔''

نفسِ ادراک عبارت ہے نسبت خاصہ سے کہ اس کے ادراک سے عجز ہونا لازمی ہے۔

لِاَنَّ صَاحِبَ الْاِدْرَاكِ مَغْلُوْبٌ لَا یَعْلَمُ اِدْرَاکَهٗ وَ غَیْرَهٗ

لَا یَعْلَمُ حَالَهٗ کَمَا مَرَّ۔

''یہ اس لیے ہے کہ صاحب ادراک مغلوب الحال ہوتا ہے اپنے ادراک کو خودنہیں جانتا اور دوسرے اس کا حال نہیں جانتے جیسا کہ گزر چکا۔''

اور لکھا ہے (حضرت مجدد صاحب قدس سرّہٗ نے) کہ الٰہی کیا معاملہ ہے جو اپنے اولیاء کے ساتھ کیا ہے کہ ان کا باطن زلالِ خضر یعنی آب حیات ہے کہ جس نے اس کا ایک قطرہ چکھ لیا وہ حیات ابدی پا گیا اور ان کا ظاہر زہرِ قاتل ہے کہ جس نے اس پر نگاہ ڈالی مرگ دائمی میں پھنسا۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کا باطن رحمت ہے اور ان کا ظاہر زحمت ہے ان کے باطن کو دیکھنے والا ان ہی میں سے ہے اور ان کا ظاہر دیکھنے والا بدعقیدہ ہے۔ یہ لوگ بہ ظاہر جو نما ہیں اور حقیقت میں گندم بخش ہیں دیکھنے میں محض عام انسان ہیں اور باطن کے لحاظ سے فرشتے ہیں۔ صورتاً زمین پر ہیں اور معناً آسمان پر ہیں، ان کے پاس بیٹھنے والا شقاوت سے بری ہے اور ان سے انسیت رکھنے والا سعادت مند ہے۔ بقولہ تعالیٰ:

اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝

(سورۃ المجادلۃ، آیت: ۲۲)

''یہی اللہ کا گروہ ہے، بے شک اللہ کے گروہ (ولیوں) کو ہی کامیابی ہے۔''

وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ

ان بزرگوں کے کلام وتحقیقات کا مختصر بیان بقول:

فَالْقَلِیْلُ یَدُلُّ عَلَی الْکَثِیْرِ وَ الْقَطْرَۃُ تُنْبِئُ عَنِ الْغَدِیْرِ

''جو تھوڑا ہے وہ بہت کی دلالت کرتا ہے اور ایک قطرہ پورے کنویں کی

خبر دیتا ہے۔''

حق تعالیٰ ان حضرات کو بکثرت اجر عنایت کرے کہ جنہوں نے ہم کم ہمتوں کے لیے قریب ترین اور سہل ترین طریقے بتائے جو کہ یقیناً مقصود تک پہنچانے والے ہیں۔ اس راہِ ہدیٰ کے خطوط و نشانیاں امام الطریقہ بہاء الحق والدین حضرت سید السادات محمد نقشبند مشکل کشا بخاری قدس اللہ سرہٗ کی تجویز کردہ ہیں جنہوں نے برابر پندرہ دنوں تک سر بہ سجدہ رہ کر جناب الٰہی میں گڑگڑا کر عرض کیا کہ مجھے سہل ترین اور واصل ترین طریقے کی نشاندہی فرمایئے چنانچہ ان کی دعا اوج قبول تک باریاب ہوئی اور یہ نقشبندیہ طریقہ شریفہ ان کو عنایت ہوا جس کو کہا گیا ہے۔ کہ اس کی ابتدا ہی میں انتہا ہے۔

وہ سکہ جو بطحا میں ڈھالا گیا
بخارا کی ٹکسال میں پھر ڈھلا
نہ تحریر سکہ کوئی پڑھ سکا
بجز نقشبند امام ھدٰی
وہ گوہر کہاں ہے بتا دوں پتا
بخارا کہ ہے معدن اصفیاء
سلوک طریقت کی ہر انتہا
وہ نقشبندی کی ہے ابتداء

حضرت نقشبند قدس اللہ اسرارہ نے فرمایا ہے کہ مجھے وہ طریقہ عنایت کیا ہے جو کہ یقیناً موصل ہے اور اس کا حاصل بہت ہے، اس میں نہ محرومی ہے نہ مجاہدہ، نوازا ہوا ہے اور مطلوب ہے اتباع سنت پر اور عزیمت پر عمل اور ذکر خفی اپنا طریقہ ہے۔'' حضرت کے

خلفاء اور جانشینوں نے ان کے طریقہ شریفہ کو واضح تر اور، روشن تر کیا اور گزرتے گئے یہاں تک کہ آفتاب کمال آسمانِ ہدایت پر ظاہر ہوا۔ حضرتِ امام ربانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس اللہ سرّہ نے اس راہِ عظیم المرتبت کو شاہراہ کثیر المنفعت بنا دیا اور انتہائے حد کو پہنچا کر ایک عالم کو منور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ (امین)

ان بزرگوں نے انتہائے مقصود تک وصول کے لیے چند ضابطے اور قاعدے بنائے ہیں تاکہ سالک ان پر عمل کر کے شاہراہِ محبت الٰہی کو طے کر سکے۔ لہٰذا فقیر مؤلّف نے پہلے اِن اصول وکلیاتِ مبارکہ کو بیان کیا ہے۔ اس کے بعد کیفیت سلوک اور ان کے مدارج کا بیان کرے گا اور توفیق تو صرف اللہ ہی کی بخشی ہوئی ہے۔ مجھے اسی پر توکل ہے۔

جو محمل تک اس کی نہ پہنچا گیا
تو کیا غم کہ سنتا ہوں بانگِ درا

دس اُصولوں کا بیان
جن کو مقاماتِ عشرہ کہتے ہیں

کہتے ہیں کہ منازل سلوک کے قطع کرنے کا مطلب مقاماتِ عشرہ کو طے کرنا ہے کیونکہ سلوک کی بنیاد ان ہی پر قائم کی گئی ہے۔ وہ مقامات یہ ہیں:

پہلا: مقام توبہ و انابت کا۔

دوسرا: عزلت و ریاضت۔

تیسرا: ورع و تقویٰ۔

چوتھا: طاعت و ملازمتِ ذکر

پانچواں: زہد و قناعت۔

چھٹا: توجہ و رجا۔

ساتواں: صبر و تسلیم۔

آٹھواں: توکل اور پروردگار پر بھروسہ۔

نواں: حمد و شکر۔

دسواں: رضا و خوشنودی قضائے پروردگار جل شانہٗ وعم احسانہٗ۔

واضح ہو کہ جو لوگ سیر سلوکی اور عالم خلق کے لطائف کا تصفیہ مقدم رکھتے ہیں وہ مقامات و مراتب عشرہ کو بالذات قطع کرتے ہیں اور جو لوگ سیرِ جذبی کو مقدم رکھتے ہیں وہ مقامات عشرہ کو عالم امر کے لطائف کے تصفیہ کے ضمن میں قطع کر لیتے ہیں کیونکہ دائرہ

امکان کے ساتھ ساتھ یہ مراتب بھی قطع ہو جاتے ہیں جو وابستہ ہے فنائے قلب سے اور فنائے قلب سے سالک زمرۂ اولیاء میں آجاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ اس زمانے میں چونکہ ہمتیں کم اور قاصر ہیں اور مقامات عشرہ کا پہلا مقامِ توبہ ہے جس کے حصول کے لیے ایک مدت درکار ہے اگر اس کی تحصیل میں تفصیلی کوشش میں لگے اور اس مدت دراز میں کوئی فتور واقع ہو جائے تو طالب مقصود سے محروم رہ جائے گا بلکہ خود مقامِ توبہ کو بھی انجام تک نہ پہنچا سکے گا اس لیے اجمال پر اکتفا کر کے تفصیل کو آئندہ وقت کے حوالے کرے طریق اجمال سے حصول توبہ کے بعد شیخ کو چاہیے کہ طالب کی استعداد کے مناسب اس کو تعلیم دے اور اس کے کام پر توجہ رکھے اور اس کے حالات پر نگاہِ التفات ڈالتا رہے، شرائط راہ کے آداب کی اس کو نشاندہی کر دے اور کتاب و سنّت کی متابعت اور اقوال ائمہ و آثار سلفِ صالحین کی ترغیب دے اور یہ بخوبی سمجھا دے کہ کشف اور واقعات اگر بال برابر بھی کتاب و سنّت کے خلاف ہوں تو ان کا اعتبار نہ کرے بلکہ ان سے متنفر رہے اور عقائد کی درستی کی فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی رائے کے مطابق کرنے کی نصیحت کرے اور احکام فقہ کے ضروری مسائل کی تعلیم اور ان کے بموجب عمل کرنے کی تاکید کرے کیونکہ اس راہ میں اعتقادی اور عملی بازوؤں کے بغیر پرواز ممکن نہیں ہوتی۔

نہیں کوئی پا سکتا راہِ صفا
بجز پیروِیِ حبیبِ خدا [1]

---

[1] مپندار سعدی کہ راہِ صفا
تواں رفت جز بر پئے مصطفیٰ ﷺ

(سعدی رحمۃ اللہ)

اور ایک لقمہ کھانے میں بھی احتیاط کا لحاظ رکھے یہ نہ ہو کہ جو بھی اور جس طرح سے بھی ملے کھا جائے جب تک کہ اس معاملہ میں شریعت غرّا کا فتویٰ نہ معلوم کر لے۔ بہر حال سارے معاملات میں۔

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ

(سورۃ الحشر، آیت: ۷)

''اور جو دے تم کو رسول وہ لے لو اور جس سے منع کرے وہ چھوڑ دو۔''

اس آیۃ شریفہ کو اپنا نصب العین بنائے رکھے۔

جاننا چاہیے کہ مقاماتِ عشرہ کا حصول تفصیل و ترتیب کے طور پر سالک مجذوب کے لیے مخصوص ہے جو کہ سیر سلوکی اور عالم خلق کے لطائف کے تصفیہ کو مقدم رکھتا ہے اور مجذوب سالک کا نصیبہ خلاصہ اور بہ سبیل اجمال ہے کیونکہ عنایت ازلی نے اس کو گرفتار محبت بنا رکھا ہے اور مقامات عشرہ کی تفصیل میں جانا مناسب نہیں ہے۔ اس کو جذبہ محبت ہی کے ضمن میں خلاصہ مقامات بخوبی حاصل ہے جو صاحب تفصیل کو میسر نہیں، واضح رہے کہ سالک مجذوب ہو یا مجذوب سالک دونوں طے منازل اور رفع حجاب کے بعد واصل ہو جاتے ہیں، نفس وصول میں ایک کو دوسرے پر کوئی ترجیح نہیں، چنانچہ دو اشخاص دور دراز ملکوں سے کعبۂ معظّمہ پہنچتے ہیں جن میں ایک شخص ایسا ہے جو راستوں کے اینچ پینچ اور کیفیات منازل سے اپنی استعداد کے موافق بخوبی جانتا ہے اور دوسرا ہے کہ ان راہوں اور گلیوں کے مناظر سے آنکھیں بند کیے شراب محبت میں مدہوش چلا جا رہا ہے کعبہ تک دونوں ہی پہنچ جاتے ہیں اس میں دونوں برابر ہیں۔ اگرچہ راستہ کی معلومات میں دونوں مختلف ہیں اور یہ بھی معلوم رہے کہ مطلوب تک واصل ہو جانے کے بعد دونوں گروہ (سالک

مجذوب، مجذوب سالک) کے لیے جہل لازم ہے خواہ وہ سالک مجذوب ہو جو اہل کشف و معرفت ہوتا ہے یا مجذوب سالک جو ارباب جہل و حیرت سے ہوتا ہے۔

لِاَنَّ الْمَعْرِفَةَ فِیْ ذَاتِ اللهِ تَعَالٰی جَهْلٌ وَعِجْزٌ عَنِ الْمَعْرِفَةِ

''یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت جہل ہے اور معرفت سے عاجزی۔''

قطع مقامات عشرہ تین تجلیات سے وابستہ ہے اول تجلی افعال جسے محاصرہ کہتے ہیں اور یہ صفتِ تکوین کی تجلیات ہیں۔ دوم تجلی صفات جسے مکاشفہ کہتے ہیں اور سوم تجلی ذات جس کو مشاہدہ کہتے ہیں مقام رضا کے علاوہ باقی تمام مقامات تجلی افعال اور تجلی صفات سے وابستہ ہیں اور مقام رضا تجلی ذاتِ تقدس وتعالیٰ اور محبت ذاتیہ سے وابستہ ہے جس میں لازم ہے کہ محب کے لیے محبوب کا بھیجا ہوا دکھ اور اس کا عطا کردہ انعام دونوں برابر ہوں پس ضروری ہے کہ رضا متحقق ہو اور ناگواری باقی نہ رہے اس کے علاوہ دیگر نو مقامات کا حصول اگرچہ تجلی افعال اور تجلی صفات سے وابستہ ہے مگر ان کے کمال کی حد تک پہنچنا اور فنائے کامل کا حصول تجلی ذات سے وابستہ ہے جب سالک حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی قدرت کاملہ کو اپنے اوپر اور ساری چیزوں پر مشاہدہ کرتا ہے تو بے اختیار توبہ و انابت کی طرف رجوع کر کے اور گریہ وزاری کے ساتھ عزلت و ریاضت میں لگ جاتا ہے اور خوف و ڈر کی وجہ سے ورع وتقویٰ کو اپنا شیوہ بنالیتا ہے پھر وہ ہردم اطاعت الٰہی اور ذکرِ شریف کو اپنا مشغلہ کر لیتا ہے جس وقت اس کی عظمت و کبریائی کا مشاہدہ کرتا ہے تو دنیائے دُنِی اس کی نگاہ میں خوار و بے اعتبار لگنے لگتی ہے اور مجبوراً اسے دنیا سے بے رغبتی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ زہد وقناعت اختیار کرتا ہے اور جب اس کی مہربانی و رافت متجلّی ہوتی ہے تو مقامِ توجہ و رجا میں آجاتا

ہے اور جب اس کو مولائے نعم، جان لیتا ہے اور داد و دہش اور عطا و محرومی اسی کی طرف سمجھنے لگتا، ہے تو صبر و تسلیم اس کی خو بن جاتی ہے اور وہ توکل و اعتماد کی راہ سے چل کر مقام حمد و شکر میں جا پہنچتا ہے اور مقام رضا اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ اسے یعنی سالک کو محبوب کی طرف سے جو کچھ بھی دکھ سکھ ملے سب کو یکساں قبول کرے۔ کسی چیز سے ناگواری نہ رہ جائے (اصغر گونڈوی کا یہ شعر تقریباً اسی معنی میں ہے۔)

آلام روز گار کو آساں بنا دیا
جو غم ہوا اسے غم جاناں بنا دیا

اس بلند مقام تک وصول قطع سلوک اور جذبہ و مشاہدہ کے بعد ہوتا ہے مگر حد کمال و فنائے کامل تک رسائی جیسی کہ ہونی چاہیے وہ تو بہشت بریں میں ہوگی جو پروردگار کے دیدار اور اس کی خوشنودی سے وابستہ ہے۔ صحیحین میں حضرت ابو سعید سے روایت ہے کہ سرور عالم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا وَ سَعْدَيْكَ وَ الْخَيْرُ كُلُّهُ فِيْ يَدَيْكَ، فَيَقُوْلُ هَلْ رَضِيْتُمْ فَيَقُوْلُوْنَ وَمَا لَنَا لَا نَرْضٰى وَ قَدْ اَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ اَحَداً مِّنْ خَلْقِكَ فَيَقُوْلُ اَلَا اُعْطِيْكُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا رَبِّ وَ اَيُّ شَيْءٍ اَفْضَلُ مِنْ ذَالِكَ فَيَقُوْلُ اُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِيْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهٗ اَبَداً [1] (متفق علیہ)

[1] الجامع الصحیح للبخاری باب صفۃ الجنۃ و النار قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲/۹۶۹۔ و باب کلام الرب مع اہل الجنۃ قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲/۱۱۲۱۔

''بے شک اللہ تعالیٰ فرمائے گا اہلِ جنت سے کہ اے جنت والو تو وہ کہیں گے کہ جی ہاں میرے ربّ ساری سعادتیں اور بھلائیاں تیرے ہاتھوں میں ہیں پس فرمائے گا کیا تم اب خوش ہو وہ کہیں گے کیوں نہ خوش ہوں جبکہ تو نے ہمیں وہ کچھ عطا فرمایا جو کسی مخلوق کو نہیں ملا تو وہ فرمائے گا کیا میں اس سے بھی بڑھ کر اور کچھ عطا نہ کروں تو وہ کہیں گے کہ اے میرے ربّ اس سے بھی بڑھ کر اور کیا ہو گا تو وہ فرمائے گا کہ نچھاور کرتا ہوں تم پر اپنی رضا مندی اور اب تم سے کبھی ناخوش نہ ہوں گا۔''

واضح رہے کہ مقامات تسعہ (نو مقامات) کا آخرت میں کوئی تصور نہیں وہاں توبہ و انابت کیوں ہونے لگی اور عزلت و ریاضت کس لیے اور ورع وتقویٰ کا کیا کام؟

وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ (سورۃ الزخرف، آیت:۷۱)

''اور وہاں ہے جو دل چاہے اور جس سے آنکھیں آرام پائیں۔''

اس لیے وہاں نہ طاعت نہ ذکر، زہد و قناعت کی کوئی جگہ نہیں، توجہ و رجا کی کیا گنجائش، صبر و تسلیم کس لیے، توکل و اعتماد کی کیا حاجت ہاں حمد و شکر کا وہاں وجود رہے گا لیکن وہ تو مقام رضا ہی کا ایک حصہ ہے مقام رضا سے الگ نہیں۔

◀◀ صحیح مسلم کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۷۸۔
مسند احمد بن حنبل عن ابی سعیدان الخذری المکتب الاسلامی بیروت ۳/۸۸۔
مشکوۃ المصابیح باب صفۃ الجنۃ واھلھا قدیمی کتب خانہ کراچی۔ صفحہ ۴۹۷۔
کنز العمال رقم الحدیث ۳۹۲۸۷ موسسۃ الرسالۃ بیروت۔ ۱۴/۴۶۷ و ۴۶۸۔

نہ تو دائمی زندگی چاہتا ہوں
نہ دنیا کا میں عیش ہی چاہتا ہوں
مرا دل آرامِ جاں کا نہ طالب
تُو ہو جس سے خوش بس وہی چاہتا ہوں

حق تعالیٰ ہم تہی دستوں کو اور گرے پڑے لوگوں کو ان مراتب بلند اور مقاماتِ ارجمند سے بہت کچھ عطا فرمائے اہل کرم کے لیے یہ کام کوئی مشکل نہیں۔ بحُرمتِ سیّد البشر صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

مراتب کمال میں مقام رضا سے آگے کوئی مقام نہیں (اللّٰھُمَّ) سوائے مقام محبت ذاتی کے جو معرّی ہے تمام نسبتوں اور اعتبارات سے اور جو نصیب خاص ہے محبوب رب العالمین کا (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) یہ دولتِ عظمیٰ محبوب کے ساتھ حسن ظن ہے یہاں تک کہ اگر محبوب اپنے محب کے گلے پر چھری بھی پھیر دے اور جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے تو بھی محب کو اس میں لذت محسوس ہو اور اپنی بھلائی اسی میں تصور کرے۔ اس مقام رضا میں ناگواری کا نام ونشان نہیں رہ جاتا اور اس مقام میں لذت ہی لذت ہے۔

فَشَتَّانَ بَيْنَ رَفْعِ الْكَرَاهَةِ عَنِ الْفِعْلِ وَ بَيْنَ الْاِلْتِذَاذِ عَنِ الْفِعْلِ؟

''کسی فعل سے رفع کراہت اور کسی فعل سے لذت یابی میں کتنا فرق ہے۔''

اور جائز ہے کہ اس موطن یعنی مقام رضا میں اپنے پس خوردہ کھانے والے خُدّام میں سے کسی خادم کو تبعیّت وضمنیّت اور وراثت کے لیے جگہ عنایت کر دیں۔ وَ مَا ذَالِكَ عَلَى اللهِ بِعَزِيْزٍ۔

جیسا کہ حضرت مجدد صاحب قدس سرّہٗ کے بیان سے مستفاد ہوتا ہے۔ نیز آپ نے لکھا ہے کہ کراہت ظاہر رضائے باطن کے منافی نہیں اور ظاہری تلخی حقیقی شیرینی کے خلاف نہیں کیونکہ عارف کامل کے ظاہر اور صورت کو صفات بشریت پر چھوڑا گیا ہے تاکہ اس کے کمالات کا گرد پوش یعنی غلاف ہو جائے اور ابتلا و آزمائش پیدا کر دیتے ہیں اور حق کو باطل کے ساتھ ہم آمیز کر دیا ہے۔ عارف کامل کے اس ظاہر وصورت کو اس کے باطن اور حقیقت کے ساتھ جامہ یکتائی میں تصور کرنا چاہیے اس لباس کے پہننے والے شخص کی نسبت سے اور کپڑے کو اس شخص سے کس قدر تعلق ہے، یہ ظاہر ہے، اسی طرح اس کی حقیقت وصورت کی قدر و قیمت میں نسبت ہے۔ عارف کی اس صورت یعنی ظاہری حالت کو بے بصر لوگ پہاڑ کی طرح خیال کرتے ہیں، اور اپنی بے حقیقت صورتوں کے مثل سمجھتے ہیں پھر لامحالہ انکار کر بیٹھتے ہیں اور حرمان نصیبی کماتے ہیں۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مَتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی۔

''سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کا اتباع کیا اور محمد ﷺ کی متابعت اختیار کر لی۔''

اقرأ باسم ربك

یازدہ

یعنی گیارہ کلمات کی اصطلاح اور اُن کی تشریح

طریقہ شریفہ کی بنیاد گیارہ مبارک کلمات پر ہے جن کو یازدہ کلمات کہتے ہیں۔ ان میں سے آٹھ تو خواجہ خواجگان حضرت عبد الخالق غجدوانی قدس سرہٗ سے منقول ہیں اور تین امام الطریقہ سیّد بہاء الدین نقش بند بخاری قدس سرّہ سے اور وہ کلمات یہ ہیں۔ ہوش در دم، نظر بر قدم، سفر در وطن، خلوت در انجمن، یاد کرد، بازگشت، نگہداشت، یادداشت، وقوف زمانی، وقوف عددی، وقوف قلبی، سب کی فرداً فرداً تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

① ہوش دردم

یہ عبارت ہے سالک کے بیدار و ہوشیار رہنے سے ہر سانس میں تا کہ کوئی سانس خدا کی یاد سے غفلت میں نہ نکلے انسان دن رات میں چوبیس ہزار یا کچھ اس سے اوپر سانسیں لیتا ہے اور کل کو قیامت کے دن اپنی سانسوں کو دیکھے گا کہ کون سی سانس غفلت میں گزری اس وقت پشمانی اور حسرت ہو گی۔

فَیَالِطُوْلِ الْحَسْرَةِ وَلَاتَ حِیْنَ مَنْدَمٍ

”کیا ہی لمبی ہو گی حسرت اور اس وقت ندامت سے کچھ نہ ہو گا۔“

حضرت پیر و مرشد برحق شاہ ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ وَ اَفَاضَ عَلَیْنَا مِنْ بَرَکَاتِہٖ طالبان

حق کو بڑی تاکید کیا کرتے تھے کہ دن رات میں پچیس ہزار بار ذکر شریف کیا کریں۔[1] تاکہ اپنی سانسوں کے برابر توشۂ آخرت بہم پہنچ جائے۔

اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَ عَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَ الْعَاجِزُ مَنِ اتَّبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَ تَمَنّٰی عَلَی اللّٰهِ الْاَمَانِیَّ[2]

''ہوشیار وہ ہے جو محاسبہ کرے اپنے نفس کا اور مرنے کے بعد کے لیے کچھ کر رکھا اور عاجز وہ ہے جس نے خواہش نفس کی پیروی کی اور اللہ سے بے بنیاد امیدیں باندھے رہا۔''

حضرت عبید اللہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ اس طریقہ شریفہ میں حفظ نفس کی بڑی اہمیت رکھی گئی ہے حضرت شاہ نقشبند قدس اللہ اسرارہٗ نے فرمایا ہے کہ اس راہ میں بنائے کا نفس یعنی سانس پر ہے اسے ضائع نہ ہونے دیں اور کوشش کریں کہ سانس کے آنے جانے میں غفلت راہ نہ پائے۔ سانس نہ غفلت کی حالت میں داخل ہو اور نہ غفلت میں خارج ہو اور دو سانسوں کے درمیان غفلت کو دل میں راہ نہ ملے اس محافظت کی راہ سے

---

[1] چوبیس اور پچیس کی تعداد کی حقیقت یہ ہے کہ طبی طور پر اوسطاً فی منٹ ۱۷ سانسوں کے درسے شب و روز کی ۲۴×۶۰×۱۷ کل ۲۴۴۸۰ سانسیں اور اوسطاً فی منٹ ۱۸ سانسیں کی درسے کل ۲۴×۶۰×۱۸ = ۲۴۹۲۰ یعنی تقریباً پچیس ہزار سانسیں ہوتی ہیں چونکہ طبعی تنفس اور ضربات قلب میں تناسب فی منٹ (۱:۴) کا ہے لہٰذا ذکر قلبی بہ لحاظِ تعداد فی منٹ تنفس کے مقابلہ میں چار گنا ہوگا اس طرح تقریباً چھ گھنٹوں میں ۲۴-۲۵ ہزار بار یومیہ ذکر شریف کی تعداد پوری ہوسکتی ہے۔

[2] مشکوٰۃ المصابیح باب استحباب المال والعمر للطاعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی، صفحہ ۴۵۱۔
مسند احمد بن حنبل عن شداد بن اوس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی ۴/ ۱۲۴۔
السنن الکبریٰ للبیہقی کتاب الجنائز دار صادر بیروت۔ ۳/۳۶۹۔
المستدرک للحاکم کتاب الایمان الکیس من دان للنفس الخ۔ دار الفکر بیروت۔ ۱/ ۵۷۔

سالک دولتِ حضوری و آگاہی تک پہنچ جاتا ہے۔ حضرت نجم الدین کبریٰ قدس سرہٗ [1] نے کہا ہے کہ وہ ذکر جو کہ حیوانات کی سانسوں پر جاری ہے ان کی ضروری سانسیں ہی ہیں ان کی سانس کی آمد و رفت میں ھا کی آواز پیدا ہوتی ہے جو اشارہ ہے غیب ھویّت حق تعالیٰ پر، کوئی چاہے یا نہ چاہے یہ حرف شریف پیدا ہی ہوتا ہے پس ہوشمند طالب وہ ہے کہ جسے اس حرف کے تلفظ کے وقت ذات حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ہویت ملحوظ رہے۔ سانس کے داخل اور خارج ہونے میں واقف و آگاہ رہے تاکہ حضور مع اللہ کی نسبت میں کوئی فتور واقع نہ ہو تاکہ جہاں بھی جائے یہ نسبت شریفہ بے تکلف اس کے دل میں حاضر رہے بلکہ اس کے دور کرنے میں تکلف ہو۔

آواز ہائے ہوش کو سُن اعتبار کر
دار و مدارِ دل ہے دَموں کے شمار پر

واضح ہو کہ غیب ہویت اہلِ تحقیق کی اصطلاح میں عبارت ہے ذات پاک پروردگار سے بہ اعتبار لاتعین جس کی کُنہٗ یعنی حقیقت کو علم و ادراک نہیں پہنچ سکتے۔ بعض فاضلوں نے کہا ہے جیسا کہ ذکر کیا ابو البقاء نے کہ اسم جلالہ کا اصل لفظ حرف ھا ہے جو کہ ضمیر غائب ہے جیسا کہ کہا کوفی اہل قواعد نے کہ بے شک واو پیش کی کشش کے لیے ہے اور وہ زائدہ ہے اس کے ساقط ہو جانے کی وجہ سے ھما اور ھم میں۔'' سے، تو جب اپنی عقلوں سے اس ذات تقدس وتعالیٰ کا اثبات کیا تو ھا سے اشارہ کیا اور جب جان لیا کہ وہی ذات تقدس وتعالیٰ تمام اشیا کی مالک ہے تو لام ملک کو اس پر اضافہ کر کے لہ کہہ دیا یعنی اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور پھر الف لام معرفہ کا اس پر داخل کیا

[1] نجم الدین احمد کبریٰ بعہد ۵۴۰ھ ۱۲۲۶ء مصنف الاقوال العشر فی التصوف، بانی طریقہ کبرویہ۔

تو لفظ مبارک اللہ ہو گیا اور اسے اُس ذات سبحانہٗ وتعالیٰ پر بطور علم استعمال کیا۔'' پاک ہے وہ ذات جس کی ذات وصفات میں عُقلاء حیرت میں سرگرداں ہیں بوجہ اس کے انوارِ عظیمہ کے حجابات اور جبروت کے پردوں میں ہونے کے، اسی طرح وہ لوگ متحیر ہیں، اللہ کے لفظ سے جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ آیا وہ لفظ اسم ہے یا صفت، مشتق ہے یا جامد، علم ہے یا غیر علم وغیرہ گویا کہ وہ عکس ہے اپنے مُسمّٰی کا کہ کرنیں پھوٹی ہیں ان انوار سے پس قاصر رہ گئیں آنکھیں اہل بصیرت کی اس کے ادراک سے۔''

ہے علم شکارِ ایں و آں بے چاری عقل ہے چکر میں
جو بحرِ محبت میں ہے سکوں آسودہٗ ساحل کیا جانے

۲ نظر برقدم

اس کا مطلب یہ ہے کہ سالک راستہ چلتے وقت اپنی نگاہ اپنے پاؤں کے پنجے پر جمائے رکھے تاکہ مختلف چیزوں کے مشاہدہ سے پراگندہ خاطر نہ ہو اور نظر بے جگہ نہ پڑے بقولہ تعالیٰ:

لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا (سورۃ بنی اسرائیل، آیت: ۳۸)

''زمین پر اکڑتے نہ چلو مارے خوشی کے۔''

اس آیت کا اشارہ اسی معنی کی طرف ہے کیونکہ نظر کا ادھر اُدھر ہونا مَرَحٌ یعنی تکبّر سے پھولے نہ سمانا ہے جب نظر پشتِ پا پر جمی رہے گی تو کبر و پندار سے دوری رہے گی، نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ نظر برقدم عبارت ہے اپنے مشرب کی معرفت سے یعنی سالک کو چاہیے کہ اپنے احوال اور لطائف پر نظر رکھے کہ کس نبی کے قدم پر رواں ہے اور بھی کہا گیا ہے کہ نظر برقدم سرعتِ سیر کی طرف اشارہ ہے تاکہ سالک کا قدم راہِ سلوک میں اس کی نظر

سے پیچھے نہ رہ جائے جب نظر آگے کہیں پڑتی ہے تو اس کے بعد قدم بھی وہیں پڑتے ہیں،
مولانا جامی نے امام الطریقۃ کی مدح میں کہا ہے جس کا مفہوم یہ ہے:

امامِ ہُدٰی وہ شہ نقشبند
سدا ہوش در دم نظر بر قدم
رہی آگہی دم بدَم سامنے
نظر آگے آگے قدم سامنے

پہلے معنی مبتدیوں کے احوال کے مناسب ہیں، دوسرے متوسط الحال کے اور
تیسرے معنی منتہیوں کے حسب حال ہیں۔

③ سفر در وطن

اس کا مطلب یہ ہے کہ سالک صفاتِ بشریہ سے صفاتِ ملکیہ میں اور صفاتِ
ملکیہ سے صفاتِ الٰہیہ میں سفر کرے اخلاق ذمیمہ سے نکل کر اخلاق قدسیہ سے جا ملے یہی
معنی ہیں۔

تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ (الحدیث)

''اپنے اخلاق کو اخلاق الٰہی میں ڈھال دو۔''

ہمارے خواجگان سیر آفاقی میں جو کہ راہ دور دراز ہے اس میں نہیں پڑتے بلکہ سیر
انفسی کے ضمن ہی میں اسے بھی طے کر لیتے ہیں اور سیر آنی کے بجائے سیر کیفی کو اختیار
فرماتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ سالک بدایت حال یعنی ابتدا میں اتنا سفر کرے کہ کسی عزیز یعنی
پیر کامل کی خدمت میں پہنچا دے اور اس کی خدمت میں ملکہ آگاہی کے حصول میں سعی
جمیل کرے۔ مولانا سعد الدین کاشغری قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ خبیث یعنی بُرا جہاں بھی

جائے گا بُرا ہی ہے۔ اس کی خباثت زائل نہیں ہوتی۔ جب تک کہ صفات خبثیہ سے منتقل ہو کر صفات قدسیہ میں نہ آجائے حضرت عبید اللہ احرار قدس سرّہ فرماتے ہیں کہ کسی عزیز یعنی پیر و مرشد کی خدمت میں پہنچ کر دل کے آئینہ کو دنیا کی فضولیات کی صورتوں اور نقوش سے پاک وصاف کرے اور ملکہ و وصفِ تمکین حاصل کرے، اور خواجگان کی نسبت حاصل کرے پھر اس کے بعد کہیں بھی جائے اور کہیں بھی رہے کوئی حرج نہیں۔

گھر بیٹھے روح گرم سفر ہو تو بات ہے
سیر جہاں بغیر بصر ہو تو بات ہے

۴ خلوت دَر انجمن

اس کا مطلب یہ ہے کہ محل تفرقہ یا محفل لوگوں کی بھیڑ بھاڑ میں خلوت خانۂ دل میں غفلت و پراگندگی راہ نہ پا سکے بہ ظاہر خلق کے ساتھ اور باطن میں حق کے ساتھ رہے یہی مضمون ہے۔ اَلصُّوفِیُ ھُوَ الْکَائِنُ الْبَائِنُ کا یعنی ''صوفی وہ ہے جو سب میں شامل رہے اور الگ تھلگ بھی۔''

بیگانہ وش بظاہر و باطن سے آشنا
ایسا جہاں میں ملتا ہے کم مرد با خدا

یہ دولت ابتدا میں کوشش سے حاصل ہوتی ہے اور انتہا میں بے تکلف اور اس طریقے میں یہ بات نصیب مبتدیاں ہے جو کہ دوسرے طریقوں میں منتہیوں کو حاصل ہو پاتی ہے کیونکہ یہ دولت سیر انفسی میں ہاتھ آتی ہے مگر اس طریقہ میں ابتدا ہی میں ہو جاتی ہے اور سیر آفاقی اسی کے ضمن میں طے ہوتی ہے بخلاف دیگر سلسلوں کے جن میں ابتدا سیر آفاقی سے کرتے ہیں اور انتہا سیر انفسی پر اور اس اعتبار سے اس پر اگر اندراج النہایت فی

البدایت کا اطلاق کیا جائے تو ہو سکتا ہے جس کو اس کا ملکہ ہو جائے اس کو عین تفرقہ میں جمعیت حاصل رہتی ہے۔ اسی کے ساتھ اگر ظاہر کو باطن کے ساتھ جمع بھی کر لیں تو زیادہ بہتر ہے اسی کی طرف روئے سخن ہے باری تعالیٰ کا۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ○ (سورۃ المزمل، آیت: ۸)

''پڑھ نام اپنے ربّ کا اور چھوٹ یا اس کی طرف سب سے الگ ہو کر۔''

اور ہمارے حضرات مجددیہ قدس اللہ اسرارہم نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ صحبت یا سنگت ہے۔ ◆ کیونکہ خلوت میں شہرت اور شہرت میں آفت ہے اور صحبت میں جمعیت و عافیت ہے۔ حضرت کبیر الاولیاء قدس سرّہ خلوت در انجمن کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ

''ذکر شریف کا مشغلہ اور اس کا غلبہ و استغراق اس مرتبہ کو پہنچ جائے کہ اگر بازار میں جائے تو بھی کسی کی آواز اس ذکر شریف کے آگے سنائی نہ دے۔''

حضرت عبید اللہ احرار قدس سرّہ فرماتے ہیں کہ

''اگر پانچ چھ دنوں تک پوری جدوجہد کے ساتھ ذکر شریف کا شغل اختیار کریں تو اس درجے کو پہنچ جائے کہ آوازیں اور لوگوں کی باتیں جو کچھ بھی کان میں پہنچے ذکر معلوم ہو، قاضی محمد نے حضرت احرار سے نقل کیا ہے کہ ابتدائے سلوک میں ذکر شریف کا مجھ پر اتنا غلبہ تھا کہ اگر ہوا چلتی یا درخت کا پتا ہلتا یا کسی شخص کی آواز میرے کانوں میں پہنچتی سب کو میں ذکر شریف سمجھتا تھا جس شخص کا یہ حال ابتدا میں ہو اس کی انتہا کس کمال کی ہو گی۔

◆ مثل صحابہ کرام کے جن کا تزکیہ زیادہ تر صحبت نبوی ﷺ سے ہوتا تھا۔

ہمارے حضرات دہے اور چلے کی بجائے اسی طرح کی صحبت وخلوت پر اکتفا کرتے ہیں جس کا حاصل اسی میں داخل ہے اور آفات سے دور بھی۔

جس کو ملی اک نظر شمس کی تبریز میں
چلّہ کشی و دھم اس کے لیے مضحکہ

واضح ہو کہ بعض اوقات حقوق العباد کی وجہ سے غفلت پیدا ہو جاتی ہے جو کہ علم العلم کے سبب سے ہوتی ہے اس کو غفلتِ محمودہ کہتے ہیں کیونکہ وہ درحقیقت باطن کی پراگندگی وتفرقے سے نہیں بلکہ حضور جمع کثیر کی وجہ سے ہے جیسا کہ لطائف عشرہ کے بیان کے آخر میں حضرت مجدد قدس سرّہ کے اقوال اس بارے میں نقل کیے جا چکے ہیں اور آیۃ کریمہ:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (سورۃ النور، آیت: ۳۷)

''وہ مرد کہ نہیں غافل ہوتے سودا کرنے میں نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے۔''

اسی حالت کی طرف اشارہ ہے۔ (یعنی خرید وفروخت کے وقت بھی ذکرِ خدا میں محو رہتے ہیں۔)

⑤ یاد کرد

اس کا مطلب ذکر شریف کے ذریعے غفلت دور کرنا ہے۔ ذکر شریف اسم ذات ہو کہ نفی و اثبات، قلبی ہو یا لسانی کسی قسم کا ہو حالتِ خواب ہو یا بیداری، باتوں میں ہو یا خاموش حرکت میں ہو یا سکون میں مگر ذکر کا سلسلہ نہ ٹوٹے۔

غافل تو اس کی یاد سے اک لمحہ بھر نہ ہو
ہو جائے کب نگاہِ عنایت خبر نہ ہو

واضح رہے کہ ذکر لسانی میں سلسلہ ٹوٹنا ضروری ہے اور قلب و لطائف کے ذکر میں عدم تسلسل کی حاجت نہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَائِمَ الذِّكْرِ، اَیْ بِاِعْتِبَارِ الْقَلْبِ وَاللَّطَائِفِ وَالْقَالَبِ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ذکر میں رہتے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ قلب و لطائف اور قالب کے اعتبار سے دائم الذکر رہتے تھے۔"

کیا حالت بیداری اور سوتے میں ہر قت ہر حال میں ذاکر تھے چنانچہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے:

تَنَامُ عَيْنَایَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِیْ [2]

"ہماری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔"

نیز ذکر لسانی مورد کے لحاظ سے قلیل ہوتا ہے حالانکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ○ (سورۃ الاحزاب، آیت:۴۱)

---

[1] سنن النسائی باب مایستحب من تقصیر الخطبۃ رقم الحدیث ۱۴۱۱ دار الکتب العلمیہ صفحہ ۲۴۳۔
الجامع الصحیح للبخاری کتاب الحیض ۱/ ۴۴ و کتاب الاذان ۸۸ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
صحیح مسلم کتاب الحیض باب ذکر اللہ تعالیٰ فی حال الجنابۃ وغیرہا قدیمی کتب خانہ کراچی۔ ۱/ ۱۶۲۔
الفاظ مسلم و البخاری، کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ۔

[2] الجامع الصحیح البخاری باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تنام عینہ و لا ینام قلبہ قدیمی کتب خانہ۔ ۱/ ۵۰۳۔
سنن ابی داؤد (باب الوضوء من النوم رقم الحدیث ۲۰۳ دار احیاء السنۃ النبویۃ۔ ۱/ ۵۲۔
کنز العمال رقم الحدیث ۳۱۹۰۰ موسسۃ الرسالہ بیروت۔ ۱۱/ ۴۰۷۔

''اے ایمان والو یاد کرو اللہ کو بہت سی یاد۔''

اور ذکر قلبی اور سارے لطائف اور تمام قالب ذکر کے غلبے میں بطور مورد کے ذکر سلطان الاذکار کثیر ہوتا ہے اور معلوم رہے کہ مقصود ذکر شریف سے توجہ الی اللہ اور دوام آگاہی و حضوری ہے کہ قلب محبت و تعظیم کے وصف سے آگاہ و باخبر رہے اگر ارباب جمعیت کی صحبت میں یہ دولت ہاتھ آجائے خلاصہ ذکر اور مقصود حاصل رہے مگر ذکر شریف کرنے سے اس دولت کا حصول بے انتہا ہو جاتا ہے اور واضح ہو کہ جب تک غفلت کا دور کرنا تکلف و کوشش سے ہو اس وقت تک یاد کرد ہے۔ اور جب تکلف باقی نہ رہے اسے یادداشت کہتے ہیں جس کا بیان آگے ہے۔

دل میں خیالِ غیر کو مت اختیار کر
بے چون و بے چگوں کی محبت شعار کر

⟐ بازگشت

اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ دیر ذکرِ شریف خواہ اسم ذات کا ہو یا نفی و اثبات کا ہو کرنے کے بعد چند بار کمال عاجزی و نیازمندی کے ساتھ عرض و التجا کرے کہ خداوندا میرا مقصود تو اور تیری رضا ہی ہے مجھے اپنی محبت و معرفت عطا کر۔ حضرت شاہ غلام علی قدس سرّہ نے لکھا ہے کہ

''اگر سالک صوفی منش اور زاہد ہے تو (لفظ اپنی رضا کے بعد یہ بھی) کہے کہ تیرے واسطے میں نے دنیا و آخرت کو ترک کر دیا۔''

تو دو جہاں میں مرا مدّعا مرا مقصود
جیوں تو تیرے لیے اور مروں تو تیرے لیے

واضح رہے کہ ذکر اگر زبان سے کرتا ہے تو مناجات بھی زبان سے کرے اور اگر ذکر قلبی ہے تو مناجات بھی زبان قلب سے ہی کرے۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ ہمارے مشائخ نے اس زمانے میں نفی و اثبات میں اس طرح بازگشت پر اکتفا کی ہے کہ جب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہہ رہے ہوں تو ملاحظہ مقصود کرتے رہیں کہ میرا مقصود معبود کے علاوہ کوئی نہیں ہے کیونکہ معبود وہی ہے جو مقصود ہو بقولہ تعالیٰ:

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَهٗ ھَوٰهُ (سورۃ الجاثیہ آیت: ۲۳)

''بھلا دیکھ تو جس نے ٹھہرایا اپنا حاکم اپنی چاؤ (خواہش) کو۔''

⑦ نگاہ داشت

اس کا مطلب یہ ہے کہ ذکر شریف سے جو کیفیت آگاہی اور حضوری کی پیدا ہو اس کی حفاظت کرنا اس طرح سے کہ غیر حق کا کوئی خیال دل میں راہ نہ پائے۔

سوائے ذکر خدا فکر و وسوسہ کب تک
خدا سے شرم کرو لغو مشغلہ کب تک

حضرت سعد الدین کاشغری قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ

''ایک گھڑی یا دو گھڑی (۳ یا ۶ گھنٹے) یا زیادہ جتنا بھی موقع ملے اس میں خدا کے سوا کسی کا خیال دل میں نہ آنے پائے۔''

حضرت قاسم خلیفہ حضرت احرار قدس سرہما نے فرمایا ہے کہ

''ملکہ نگاہ داشت اس درجہ کو پہنچ جائے کہ طلوع آفتاب سے وقت چاشت یعنی تقریباً ایک گھڑی یا تین گھنٹے اغیار کے خیال سے اس طرح دل کی نگرانی رکھے کہ قوتِ خیال تک اپنے تصرّف سے باز رہے۔''

ہمارے حضراتِ مجددیہ نے فرمایا ہے کہ

''قوتِ خیال کا اپنے عمل سے باز رہنا اگرچہ آدھی ساعت یعنی ڈیڑھ گھنٹہ ہو بہت بڑی بات ہے اور یہ بات کاملوں کو بھی صرف کبھی کبھی حاصل ہوتی ہے۔''

فرمایا ہے کہ

''دولت آگاہی کی محافظت اس طرح کرنا چاہیے کہ اسما وصفات سے بھی غافل ہو کر احدیت مجرّدہ کو منظورِ نظر بنائے رکھے۔''

فنا بقا کے لیے ہو کمال ہے تو یہی
بقا وفا کے لیے ہو کمال ہے تو یہی

ہمارے حضرات کا مقصد اس نسبت کے ساتھ توجہ سے ہے جو کہ وادی حیرت کی سرحد اور مقام تجلی انوار ذات ہے اور بعض نے کہا ہے کہ نگاہ داشت کا مطلب ہے کہ دل کو خطرات سے محفوظ رکھا جائے کلمہ طیبہ کے شغل کے وقت۔

⑧ یادداشت

اس کا مطلب ہے یاد کرد، اور یادداشت میں راسخ ہو جانا۔ حضرت احرار اس کی شرح میں بتاتے ہیں کہ یاد کرد عبارت ہے تکلف سے ذکر میں اور بازگشت عبارت ہے رفع تکلف حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ رغبت سے اس طور پر کہ ہر بار کلمہ طیبہ کے بعد دل میں سوچے کہ خداوندا میرا مقصود تو ہی ہے اور نگاہ داشت عبارت ہے اس رجوع کی محافظت سے اور یادداشت عبارت ہے رسوخ نگاہداشت سے اور اس معنی میں یادداشت کا تعلق ذکر شریف سے ہوتا ہے اور جو کچھ خواجہ خواجگان نے یادداشت کا مطلب لیا ہے تو

اس کا تعلق ذکر شریف سے نہیں ہے کیونکہ وہ تو عبارت ہے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے حضور میں دوام آگاہی سے بطور ذوق کے۔

ہمیشہ ہر جگہ ہر رزم و بزم میں پیہم
نگاہِ دل رہے محبوب کی طرف ہر دم

بعضوں نے اسے حضور بے غیبت سے تعبیر کیا ہے اور بعض اہلِ تحقیق کی تعبیر میں وہ شہود حق کا غلبہ ہے دل پر حُبِّ ذاتی کے توسط سے جس کو مشاہدہ کہتے ہیں۔

ہوئے شوق میں آئینہ بام و در
دکھائی دیا تو ہی دیکھا جدھر

معلوم ہو کہ اگر دوام آگاہی اس طرح مستولی ہو جائے کہ کثرتِ کونین اس میں رکاوٹ نہ ڈالے اور اپنے وجود کا بھی شعور باقی نہ رہے تو اس حال کو فنا کہتے ہیں اور جب اس بے شعوری کا شعور بھی نہ رہ جائے تو اس حال کو فنائے فنا یا جمع الجمع یا عین الیقین کہتے ہیں گویا حق تعالیٰ کی تجلی کے سبب چیزوں سے بالکل ہی بے سدھ ہو جانے کا نام فنا ہے۔

کیا یہ سیر اوج و پستی قرب ہے
یا نجات از قیدِ ہستی قرب ہے
دینِ مردانِ خدا ہے نیستی
صرف معراجِ فنا ہے نیستی

⑨ وقوفِ زمانی

اس کے دو معنی ہیں اوّل یہ کہ سالک کو اپنے انفاس یعنی سانسوں کا دھیان رہے

ہر وقت پاس انفاس ملحوظ رکھے یعنی یہ کہ حضوری میں یہ سانسیں گزر رہی ہیں یا غفلت میں۔

احتیاطِ نفس رہے ہر دم

کیا خبر دم یہ ہو دم آخر

دوسرے معنی یہ ہیں کہ سالک ہر وقت اپنے احوال سے واقف رہے یعنی طاعت میں شکر ادا کرے اور گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرے، حضرات مشائخ اس کو محاسبہ کہتے ہیں اور حالت بسط میں شکر اور حالتِ قبض میں استغفار کرنا چاہیے۔ حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ وقوف زمانی راہِ سلوک کا گزار ہے وہ یہ کہ ہر وقت اپنے احوال سے واقف رہے کہ موجب شکر ہے یا لائق عذر گویا ہر گھڑی محاسبہ کرتے رہیں کہ حضور ہے یا غفلت جب دیکھیں کہ اس میں کمی ہے تو بازگشت کریں یعنی پھر سے عمل دہرائیں۔

کرو وصل اعدام کی سعی بھی

یہ ہے کار ہمت یہ مردانگی

اور فرمایا ہے کہ وقوف زمانی محاسبہ سے عبارت ہے اور محاسبے میں اشارہ ہے اللہ کے اس قول میں:

وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ

(سورۃ الزمر، آیت: ۵۴)

''اور رجوع ہو اپنے ربّ کی طرف اور اس کی حکم برداری کرو پہلے اس سے کہ آئے تم پر عذاب۔''

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ

حَاسِبُوا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوا ◆

''اپنا حساب کرو قبل اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے۔''

کامراں طوطی شکرستاں میں ہے

پائے مگس شیرۂ حرماں میں ہے

حضرت مجدد قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ سونے سے پہلے چند بار تسبیح و تحمید و تکبیر یعنی سُبْحَانَ اللہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللہُ اَکْبَر کہنا کار محاسبہ انجام دیتا ہے۔ اس طرح بندہ گویا کہ کلمہ تسبیح کی تکرار سے گناہوں سے معذرت خواہ ہوتا ہے اور جناب قدس میں جو قصور سرزد ہوا تقدیس کرتا ہے اور گناہوں کا خاتمہ چاہتا ہے اور استغفار میں گناہ کو چھپانے کی طلب ہوتی ہے تو کہاں استیصال اور کہاں استتار یعنی گناہ کے خاتمے اور اس کی پوشیدگی میں فرق ہے اور کلمہ تحمید کی تکرار سے بندہ شکر کرتا ہے اور کلمۂ تکبیر کی تکرار اس حقیقت کا اشارہ یہ ہے کہ جناب قدس باری تعالیٰ بالا و برتر ہے اس سے کہ یہ معذرت اور شکر گزاری اس کے شایانِ شان ہو۔

⑩ وقوفِ عددی

یہ عبارت ہے نفی و اثبات سے ہر سانس میں طاق عدد کی رعایت کے ساتھ حبس نفس یعنی دم سادھنا یا سانس روکنا شرط تو نہیں ہے مگر مقید اور مفید ہے کیونکہ حرارتِ قلب اور ذوق وشوق و رقت اور خطرات کا نہ ہونا حبس نفس کے فائدوں میں سے ہے۔ کہتے ہیں کہ ذکر شریف کی سند رعایتِ حبس نفس کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام سے ہوتی ہے اور یہ علم لدنی کا پہلا سبق ہے کیونکہ کیفیات کا حصول اور اسرار کا کشود اور اس کی واقفیت سب اسی

◆ الجامع الصحیح للترمذی ابواب صفۃ القیامۃ رقم الحدیث ۲۴۵۹ دار الکتب العلمیہ بیروت، صفحہ ۵۸۳۔

ذکرِ شریف سے ہے۔ فرماتے ہیں کہ زیادہ کہنا یعنی زیادہ تعداد میں یہ ذکر کرنا شرط نہیں ہے مگر جتنا بھی ذکر کرے وقوف وحضور کے ساتھ کرے تاکہ اس کا فائدہ حاصل ہو اور جب تعداد اکیس سے بڑھ جائے اور اس ذکر کا اثر ظاہر نہ ہو تو یہ بے حاصلی کی دلیل ہے اور اس ذکر کا اثر یہ ہے کہ نفی کے وقت وجود بشریت منفی ہو جائے اور اثبات کے وقت تصرفاتِ جذبات الٰہیہ کے آثار دکھائی دیں اور ہوسکتا ہے کہ مبتدی کی نسبت سے اِن آثار کا مطالعہ علم لدنی کا پہلا مرتبہ ہو۔

وَهُوَ عِلْمٌ لَّا يُكْتَنَهُ كُنْهُهُ وَلَا يُقَادَرُ قَدْرُهُ

''وہ ایسا علم ہے جس کی اصلیت کو کوئی نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کی قدر پر قُدرت حاصل کی جاسکتی ہے۔''

اِس علم سے بولنے والا آمد سے بولتا ہے۔ اس کے سخن میں رونق اور اس کے چہرے سے مانوسیت اور اس کی سیرت میں عبودیت وشانِ بندگی ظاہر ہوتی ہے۔ نورِ اعظم کی ایک بجلی اس کے دل میں چمکتی ہے اور اس کا چراغ معرفت روشن اور اسرارِ غیبی اس پر منکشف ہو جاتے ہیں جیسا کہ حضرتِ خضر کو تھا اور اہلِ نہایت یعنی منتہیوں میں یہ اثر ہوتا ہے کہ ذاکر مراتب اعداد کونیہ میں احدیت حقیقیہ کی سرایت سے واقف ہو جاتا ہے چنانچہ تمام اعداد حسابیہ میں واحد عددی ملحوظ رہے۔

اعدادِ کون و کثرت صورت ہے ظاہری
ہر حال میں ہے جلوہ نما کُل میں ایک ہی

ہاں کلمۂ طیبہ کے معانی ایک اتھاہ سمندر ہے اس کے بعض اسرار علم لدنی کی مبادیات ہیں اور بعض نہایات۔

عنقا شکار ہو چکا کھینچو بھی جال کو
ممکن نہیں کہ پا سکو امرِ محال کو

حضرت بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ نفی و اثبات کے ذکر میں طاق عدد کی رعایت لازمی نہیں سمجھتے تھے۔

⑪ وقوفِ قلبی

اس کو کئی معنوں پر محمول کیا ہے اوّل یہ کہ عین ذکر شریف میں حضرت تعالیٰ و تقدس سے ارتباط و آگاہی میسر ہو، دل اس سبحانہ و تعالیٰ سے واقف و آگاہ رہے اور اس کو شہود اور وصولِ وجود بھی کہتے ہیں اور یہ معنی مقولہ یاد داشت کی قسم سے ہے۔ دوم یہ کہ ذاکر ذکر شریف کے اثنا میں قلب صنوبری پر متوجہ رہے جو حقیقت جامعہ اور لطیفۂ قلب کی جائے قرار ہے تا کہ یہ لوتھڑا ذکر شریف کے مفہوم سے غافل نہ رہ جائے بلکہ اللہ پاک کا نام بولنے لگے اور یہ معنی مقولہ یاد داشت سے نہیں ہے۔ حضرت خواجۂ بزرگ قدس سرّہ وقوفِ قلبی کا اہتمام ان دنوں مذکورہ معانی کی رعایت کے ساتھ اور وقوف عدد سے زیادہ فرماتے تھے کیونکہ ذکر کا مقصود دائمی حضور و آگاہی ہے جو وقوف قلبی میں حاصل ہوتا ہے سوم یہ کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرّہ نے فرمایا ہے کہ ذاکر دل کا نگراں رہے تا کہ تفرقہ، اور نقوش غیر اللہ کا دل میں گزر نہ ہو سکے اور یہ معنی بھی مقولہ یادداشت سے ہو سکتے ہیں چہارم یہ کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرّہ نے فرمایا کہ وقوف قلبی عبارت ہے دل کے آگاہ رہنے سے جناب تقدس و تعالیٰ کے ساتھ اس طرح پر کہ غیر حق کوئی بھی موجود باقی نہ رہ جائے، یہ معنی قلب سے خصوصیت نہیں رکھتے اور نہ اس کا تعلق ذکر سے ہے بلکہ اجزائے

نفس سے ہے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ

وقوف قلبی نام ہے قلب کی طرف ایسی توجہ کا کہ دل کی شکل صنوبری یعنی دل کی لحمی بناوٹ اسم ذات (اللہ) کے ساتھ تصور میں نہ آئے۔ یہ توجہ ضرب کے قائم مقام ہے جو دوسرے طریقوں کے ذکر میں رائج و مشہور ہے اور لکھا ہے کہ ذاتِ الٰہی کے ساتھ توجہ رکھنے میں اوپر کی جانب نگراں رہے کہ ادھر سے فیض ملنے کی امید ہے اور جانب فوق کی رعایت پاس ادب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے سے بالاتر ہے۔ وقوفِ قلبی اور مبدأ فیاض کی طرف توجہ ارکانِ ذکر اور طریقہ عُلیا سے ہے کیونکہ حصولِ نسبت بغیر اس کے محال ہے حضرت مجدد قدس سرّہ سے روایت ہے کہ جس کو ذکرِ قلبی اثر نہ کرے اس کو ذکر سے روک کر خالص وقوفِ قلبی کا حکم کریں اور توجہ بھی دیتے رہیں یہاں تک کہ ذکر اثر انداز ہو جائے۔ معلوم رہے کہ اس ارشاد میں وقوفِ قلبی تیسرے معنی میں ہے۔

وَ اللّٰہُ اَعْلَمُ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

وصول کے طریقے

دولت آگاہی و حضوری عبودیت کا سرمایہ ہے اس کے حصول کے لیے ہمارے حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم نے تین طریقے مقرر کیے ہیں۔ اوّل رابطہ، دوم ذکر شریف، سوم مراقبہ، ہر ایک کا مختصر بیان کیا جاتا ہے اللہ مجھے اور آپ کو اس چیز کی توفیق دے جسے وہ پسند کرے اور اس سے راضی ہو اور ہمیں مقصود کی انتہا تک پہنچائے۔

آزاد قید تن سے ہو اور ہر خیال سے
مِل پائے تب نہایت قرب وصال سے

① رابطہ

لفظ رابطہ ربط سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں باندھنا۔ حضرات مشائخ کی اصطلاح میں پیر و مرشد برحق کا خیال دل میں باندھنے کو کہتے ہیں وہ پیر جو مقام مشاہدہ پر فائز ہو چکا ہو اور تجلیات ذاتیہ کے ساتھ متحقق ہو چکا ہو کیونکہ اس کا دیدار بقولہ علیہ السلام

هُمُ الَّذِيْنَ اِذَا رُأُوْ ذُكِرَ اللّٰهُ ①

''وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کو دیکھ کر اللہ کی یاد آجائے۔''

کے بموجب ذکر کا فائدہ دیتا ہے اور اس کی صحبت بقولہ علیہ السلام

هُمْ جُلَسَاءُ اللّٰهِ ②

''وہ اللہ کے پاس بیٹھنے والے ہیں۔''

اور ان کی صحبت اللہ کے ہم نشینوں کی صورت کا اثر دکھاتی ہے جب ایسے عزیز کی صحبت دستیاب ہو تو خود کو اس کے سپرد کر دے اور دل کے آئینہ کو صور کونیہ کی فضولیات سے صاف کر کے نسبت خواجگان حاصل کرے اور جس قدر ہو سکے اس کی صحبت حاصل کرے۔

---

① مشکوۃ المصابیح باب حفظ اللسان قدیمی کتب خانہ کراچی۔ صفحہ ۴۱۵۔
مسند احمد بن حنبل عن مجمع بن جاریۃ المکتب الاسلامی بیروت۔ ۴/۲۲۷
الترغیب والترہیب، الترہیب من النمیمۃ رقم الحدیث ۹ مصطفی البابی مصر۔ ۳/۴۹۹۔
شعب الایمان رقم الحدیث ۶۷۰۸ دار الکتب العلمیۃ۔ ۵/۲۹۷۔

② مشکوۃ المصابیح باب ذکر اللہ تعالیٰ۔ قدیمی کتب خانہ کراچی صفحہ ۱۹۷۔
الجامع الصحیح للبخاری باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ قدیمی کتب خانہ کراچی۔ ۲/۹۴۸۔
الجامع الترمذی باب ما جاء ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض۔ رقم الحدیث ۳۶۰۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔ صفحہ ۸۲۲۔

صحبت اولیاء میں اک لمحہ
زھد صد سالہ سے ہے بیش بہا

اس کا طریقہ یہ فرمایا گیا ہے کہ اپنی نظر پیر و مرشد کے دونوں ابروؤں کے درمیان پیشانی پر جمائے اور تصوّر کرے کہ سوائے وجود مرشد کے کوئی چیز موجود نہیں ہے اور اپنے کو محو کر کے پیر کے وجود سے متصف ہو جائے جب تک کہ اس کی خدمت میں رہے اسی طرح اس کے ربط خیال کو بار بار کرے یہاں تک کہ کیفیت معہودہ اس کا ملکہ بن جائے اور پیر کی عدم موجودگی میں اس کی صورت و خیال قوت خیالی میں محفوظ رکھے۔

① یا پیر و مرشد کی صورت اپنے قلب کے روبرو تصوّر کرے۔
② یا خانۂ دل کے اندر دیکھتا رہے۔
③ یا خود کو شیخ کی صورت میں تصور کرے۔

ظاہر بین و حقیقت ناشناس لوگ رابطہ اور حفظ صورت شیخ کو نگار خانۂ دل میں یعنی تصور کے عمل میں چون و چرا کرتے ہیں اور بعض بے باک اہلِ جہالت اسے شرک کہتے ہیں اور بعض بدعت سیئہ بتاتے ہیں۔

آوارگیٔ فکر نے فرقے بنا دیے
حق کو نہ پا سکے تو فسانے ہی گھڑ لیے

حق تعالیٰ ان کی فہم کو درست کرے عقل صحیح اور بصیرت نافعہ عنایت فرمائے۔ یہ فکر کریں اور سوچیں کہ اولیائے حضرت پروردگار پناہ بخدا شرک کی الائش یا بدعت سیئہ کی گندگی سے کیسے ملوث ہو سکیں گے۔

اَوَلَا یَنْظُرُوْنَ اَنَّ الْکَرَامَۃَ لَا تَظْهَرُ عَلٰی یَدِ الْفَاسِقِ۔

''کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ فاسق سے کرامت ظاہر نہیں ہوا کرتی ہے۔''

اور ان بزرگواروں کے دستِ حق پرست سے ہزاروں ہزار کرامات کا ظہور ہو چکا ہے اور ان کے پاک طینت پیروؤں سے اس زمانے تک ظاہر ہوا کرتی ہیں اور انشاء اللہ ہوتی رہیں گی۔

حقارت سے نہ دیکھو ہرگز ان مٹی کے کوزوں کو
انہوں نے کی ہے خدمت مدتوں جام جہاں میں کی
میسّر قدسیوں کو بھی نہیں اک جرعہ جس مے کا
فقط لکھی گئی قسمت میں وہ رندانِ مسکیں کی

اسی کے ساتھ فقیر مؤلف ان بزرگوں کے کلام سے کچھ ایراد کرتا ہے تا کہ ناواقف آگاہ ہوں اور جو آگاہ ہیں وہ خوش اور مستقیم تر ہوں۔

① عبدالرزاق وابن جریر وابن منذر وابن حاتم وابوالشیخ وحاکم نے تفسیر آیۃ کریمہ

لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ط (سورۃ یوسف، آیت: ۲۴)

''اگر نہ ہوتا یہ کہ دیکھے قدرت اپنے ربّ کی۔''

حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ السلام نے اپنے والد کی صورت دیکھی۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح بتایا ہے اور ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ابن عباس وسعید ومجاہد وسعید ابن جبیر وابن سیرین وحسن وقتادہ وابی صالح وضحاک ومحمد بن اسحاق وغیرہم سے روایت کی ہے کہ حضرت یوسف نے اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کو تصور میں دیکھا کہ دانتوں میں انگلی دابے ہیں۔

② بقولہ تعالیٰ:

كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (سورۃ التوبہ، آیت:۱۱۹)

''ہو جاؤ سچے لوگوں کے ساتھ۔''

اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ کینونت یعنی ہونا عام ہے صورتاً ہو یا معناً۔ ان بزرگوں کی صحبت میں کینونت ظاہری ہے اور ان کی عدم موجودگی میں ان کے خیال شریف کی یادداشت کے ساتھ کینونت معنوی حاصل ہے۔

۳ امام ترمذی اپنی کتاب الجامع میں آں حضور ﷺ کی یہ دعا مبارک روایت کرتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يَّنْفَعُنِيْ حُبُّهٗ عِنْدَكَ. اَللّٰهُمَّ مَا رَزَقْتَنِيْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْهُ قُوَّةً لِّيْ فِيْمَا تُحِبُّ. [1]

''اے اللہ دے مجھے اپنی محبت اور اس کی محبت جس سے مجھے نفع پہنچے تیرے نزدیک، اے اللہ تو نے مجھے وہ کچھ دیا جو میں پسند کرتا ہوں پس اسے میرے لیے بنا دے قوت جس میں تیری پسند ہو۔''

محبت ارتباط قلب کو کہتے ہیں جو کسی کے ساتھ ہو، اگر اللہ تک پہنچانے والی ہے تو مطلوب ہے اور ظاہر ہے کہ جب تک محبوب کی صورت اور خیالی خلوت خانۂ دل میں قرار نہ پکڑے تو محبت کس طرح ہو گی۔

میں چشم و دل کو بھلا کیسے دے سکوں تسکیں
کہ دل کو تیری طلب آنکھ دید کی شوقیں

آں حضور ﷺ نے مرتبۂ احسان کا بیان اس طرح فرمایا ہے:

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب جامع الدعاء قدیمی کتب خانہ کراچی، صفحہ ۲۱۹۔

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ۔ ◆[1]

''اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس طرح گویا کہ تم اسے آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔''

اس مرتبۂ عالی کو حاصل کرنے کے لیے جس کو حضرات مشائخ فَنَا فِيْ اللّٰهِ کہتے ہیں ہم مامور ہیں کہ کوئی وسیلہ تلاش کریں بقولہ تعالیٰ:

وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (سورۃ المائدہ، آیت: ۳۵)

''ڈھونڈو اس تک وسیلہ۔''

یہ اللہ تعالیٰ وتقدس کا حکم ہے اور وہ وسیلۂ جلیلہ ذاتِ پاک محبوب کبریائی ہے صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ علیہ، اس لیے تو ارشاد نبوی ہے کہ

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ ◆[2]

''تم میں کوئی بھی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کو زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں اس کے باپ سے اور اس کی اولاد سے اور سارے انسانوں سے۔''

◆[1] صحیح البخاری کتاب الایمان، باب سؤال جبریل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/۱۲
صحیح مسلم، کتاب الایمان، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/۲۹
مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان، قدیمی کتب خانہ کراچی، صفحہ ۱۱

◆[2] الجامع الصحیح للبخاری باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان قدیمی کتب خانہ۔ ۱/۷
صحیح مسلم باب وجوب محبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان قدیمی کتب خانہ ۱/۴۹۔
مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان قدیمی کتب خانہ صفحہ ۱۲۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم فرط شوق و محبت سے کسی حدیث شریف کی روایت کرتے وقت کہا کرتے تھے:

كَاَنِّیْ اُنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ❶

''گویا کہ میں (بعد وفات شریف) اب بھی رسول اللہ ﷺ کو آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔''

اور بعض صحابہ غایتِ محبت سے روایت میں کہتے تھے کہ

قَالَ حِبِّیْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

''فرمایا میرے محبوب ﷺ نے۔''

حضرت حسن فرزند حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہم جو کہ سرور عالم ﷺ کے زمانے میں کم سن تھے۔ جب سن تمیز کو پہنچے اور سمجھدار ہوئے تو اپنے ماموں ھند بن ابی ھالہ جو محبوب کبریا کے وصّاف تھے ان سے آنحضور ﷺ کے حلیۂ مبارک کے بارے میں پوچھا کرتے چنانچہ بیان فرماتے ہیں کہ

سَأَلْتُ خَالِیْ هِنْدَ بْنَ اَبِیْ هَالَةَ وَ كَانَ وَصَّافًا عَنْ حِلْيَةِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَنَا اَشْتَهِیْ اَنْ يَصِفَ لِیْ مِنْهَا شَيْئًا اَتَعَلَّقُ بِهٖ ❷ (الحدیث) وَ قَالَ الْقَارِیْ فِی الشَّرْحِ قَوْلُهٗ اَتَعَلَّقُ بِهٖ اَیْ اَتَشَبَّثُ بِذَالِكَ الْوَصْفِ وَاجْعَلُهٗ مَحْفُوْظاً فِیْ خَزَانَةِ خَيَالِیْ۔ ❸

---

❶ مشکوٰۃ المصابیح باب التوکل والصبر ۔ قدیمی کتب خانہ صفحہ ۴۵۴۔

❷ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ رقم الترجمہ ۵۴۱۱ ہند بن ابی ہالۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/۳۹۰۔

❸

''میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ جو نبی کریم ﷺ کے وصاف تھے
ان سے نبی کریم ﷺ کا حلیہ پوچھا اور میری خواہش ہوتی کہ مجھ سے
کچھ وصف بیان کیا جائے تو میں اسے یاد کرلوں۔''

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری نے کہا ہے کہ مضبوط پکڑ لوں اس وصف کو اور اپنے خزانۂ خیال میں محفوظ کرلوں۔

دل سے نکالو دنیا و عقبیٰ کی ہر ہَوس
اس دل میں یا تو وہ رہے یا اس کی یاد بس

رسولِ خدا ﷺ کے ساتھ اسی فدائیت اور محبت کو ہمارے حضرات قدس اللہ اسرارہم نے فَنَا فِي الرَّسُول کہا ہے، اِس مرتبہ علیا اور اس عظیم فضیلت کو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ کوئی واسطہ نکالیں کیونکہ نہر میں پانی دریا کے ذریعے آتا ہے حضرت حسن نے اس کے لیے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ کو تلاش کیا، حضرات تابعین نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس دولت بے غایت کے حصول کا ذریعہ اختیار کیا کہ جن کے حق میں ارشاد نبوی ہے کہ

مَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَ مَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي اَبْغَضَهُمْ۔ ◆

''جس نے ان صحابہ کرام سے محبت کی تو اس نے میری محبت کی وجہ سے کی اور جس نے ان کے ساتھ بُغض رکھا تو اس نے میرے بُغض میں ان سے بُغض رکھا۔''

◆ مسند احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن مغفل المکتب الاسلامی بیروت ۵ / ۵۲، ۵۵، ۵۷۔

ہر خَلَف نے اپنے سَلَف صالح کو جو هُمُ الَّذِیْنَ اِذَا رُاُوْ ذُکِرَ اللّٰهُ کے زمرے سے ہوئے ہیں اپنا ذریعہ بنا کر اپنے دل میں تخم محبت بو کر تعلق کونین سے خود کو خلاصی دی اور دولتِ حضور و آگاہی تک جو کہ ذات تعالیٰ و تقدس کی تجلی کا پرتو ہے خود کو پہنچایا ہے۔ اِن بزرگوں کی صحبت و خدمت میں اور ان کی محبت اور حفظِ خیال کی برکت سے تھوڑی ہی مدت میں اس دولت بے غایت تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔

رہِ شوق طے کرا دے مری جاں قلندرانہ

کہ دراز و دور تر ہے یہ طریق زاہدانہ

یہی حفظ خیال وتربیت محبت، حب خدا ورسول تک پہنچتا ہے۔ حضرات مشائخ اسی کو تصوّر اور رابطہ کا نام دیتے ہیں جس سے عجیب وغریب باتیں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ فرمایا ہے کہ تنہا ذکر شریف بغیر رابطہ کے موصل نہیں ہے اور تنہا رابطہ آداب صحبت کی رعایت کے ساتھ البتہ کافی وموصل ہے۔

۲ ذِکرِ شریف

واضح ہو کہ ہر وہ عمل جو شریعت غرّا کے مطابق ہو ذکر ہے اگرچہ خرید وفروخت ہی کیوں نہ ہو، پس ساری حرکات وسکنات میں احکام شرعیہ کی رعایت رکھنا چاہیے تاکہ سب ذکر ہو جائے جیسا کہ آقائی المجدّد قدس سرّہ نے فرمایا ہے کہ

''عرفِ عام میں ذکر شریف کا اطلاق تلاوت قرآن مجید و اوراد و وظائف اور احزاب و اذکار پر ہوتا ہے لیکن ہمارے مشائخ قدس اسرارہم کی اصطلاح میں ذکر شریف کا اطلاق اسم ذات پروردگار (اللہ) اور نفی و

اثبات (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ) پر ہوتا ہے ابتدا اسم ذاتِ پاک سے کرتے ہیں۔"

ذکر اسم ذاتِ پاک

طالب کو چاہیے کہ جب پیر و مرشد کے پاس طریقہ شریفہ حاصل کرنے کو حاضر ہو تو اپنے دل کو تمام خطرات و خیالات اور حدیث نفس سے خالی کر کے گزشتہ اور آئندہ کے تمام خیالوں کو دور کرے اور خطرات کو رفع کرنے کے لیے جناب الٰہی میں گڑگڑائے پھر اپنے دل کو دھیان میں لگا کر شیخ کے قلب کے روبرو کرے، نظر جھکائے رکھے، منہ ٹھیک سے بند کر لے اور نوکِ زبان کو شروع تالو میں چپکائے دانت دبائے رہے اور پورے ادب و تعظیم کے ساتھ پیر و مرشد کے ارشاد کے مطابق اسم ذاتِ پاک کے ذکر میں مشغول ہو۔

اوّل لطیفۂ قلب سے مشغول ہو (اس لطیفے کا محل وقوع لطائفِ عشرہ کے بیان میں گزر چکا ہے) طالب کو چاہیے کہ اسم شریف کے مفہوم کا لحاظ رکھے یعنی یہ کہ ہم ذات پاک جو موصوف ہے صفاتِ کاملہ سے اور منزہ ہے ہر قسم کے نقص و عیب سے اس پر ایمان لائے مفہوم شریف کو اس طرح لحاظ میں رکھنے کو پرداخت کہتے ہیں۔ اثنائے ذکر میں توجہ و جذبۂ خالص حضرت ذات تعالت و تقدست کے ساتھ رکھنا چاہیے کیونکہ ذکر بے توجہ کے وسوسے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اور ذکر شریف کے دوران میں چند بار کے بعد بازگشت "ضروری ہے یعنی دل ہی میں یوں کہے کہ خداوندا میرا مقصود تو ہی ہے اور تیری رضا ہے۔ اپنی محبت و معرفت عطا کر۔"

میں ترے احسان پر قربان جاؤں
یہ ہی کیا، ہر آن پر قربان جاؤں

اثنائے ذکرِ شریف میں قلب صنوبری جو کہ محل لطیفۂ قلب ہے اس پر بھی توجہ رکھے رہیں تاکہ وہ گوشت کا لوتھڑا بھی ذکر شریف کے مفہوم سے غافل نہ رہ جائے بلکہ وہ بھی لطیفۂ شریفہ کا ہمراز ہو کر اللّٰہُ اللّٰہ بولنے لگے اسی کو وقوف قلبی بھی کہتے ہیں کیونکہ لطائف خمسہ بلکہ لطائف ستہ کے عالم امر کی طرف پرواز اور عالم قدس میں ان کے عروج کے بعد ان لطائف کا خلیفہ یعنی قائم مقام یہی گوشت کا لوتھڑا یعنی قلب صنوبری ہوتا ہے جس کے صلاح وفساد پر جسم کا صلاح وفساد منحصر ہے حسب حدیث پاک:

اِنَّ فِیْ جَسَدِ بَنِیْ اٰدَمَ لَمُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ۔ [1]

''بے شک بنی آدم کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے اگر وہ ٹھیک رہا تو سارا جسم ٹھیک ہے اور اگر وہ بگڑ گیا تو سارا بدن بگڑ گیا خبردار رہو وہ یہی دل ہے۔''

اس حال میں ان سب لطائف کا کام یہی مضغہ یعنی قلب صنوبری کرے گا۔ اگر الہام ہے تو اسی پر اور اگر عروض غین یعنی کیفیت کا طاری ہونا ہے تو اسی پر۔

رہو ذکر میں جب تلک جان ہے
صفائی دل ذکر سبحان ہے

جب لطیفہ قلب ذاکر ہو جائے تو ذکر شریف اسم ذات کا لطیفہ دوم یعنی روح سے

---

[1] الجامع الصحیح للبخاری باب فضل من استبرألدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۔
الجامع الصحیح لمسلم باب اخذ الحلال وترک الشبهات، قدیمی کتب خانہ ۲/ ۲۸۔
سنن ابن ماجۃ باب الوقوف عند الشبهات ایم ایم سعید کمپنی کراچی۔ صفحہ ۲۹۶۔

پھر تیسرے یعنی سر سے پھر چوتھے یعنی خفی سے پھر پانچویں یعنی اخفی سے پھر چھٹے یعنی نفس سے کرے جس کا محل وقوع پیشانی میں ہے پھر سب کے بعد لطیفہ قالبیہ سے ذکر شریف کرے جس کا محل وقوع سارا بدن، سر کے بالوں سے لے کر ناخن قدم تک روئیں روئیں سے اور رگ رگ سے اسم مبارک اللہ سمعِ خیال میں پہنچنے لگے اس ذکر قالبیہ کو سلطان الاذکار کہتے ہیں۔

اے طالب صادق جان توڑ کوشش کرنا چاہیے تاکہ شاہد مقصود جس کو سنا کرتے تھے اب وہ اپنے پاس آجائے اور شنید سے دید میں آکر وہ شہود جو کہ لطائف خمسہ کو جسم انسانی کی قید سے پہلے تھا پھر حاصل ہو جائے ہر ایک لطیفہ بھڑک اٹھے تاکہ اوپر یعنی مقام بلند تک راستہ کشادہ اور روشن معلوم ہونے لگے، اس وقت عروج و نزول کے احوال ظہور پذیر ہونے لگتے ہیں عروج کی حالت میں لطیفہ اوپر کی جانب کھنچتا چلا جاتا معلوم ہوتا ہے اور نزول میں محسوس ہوتا ہے کہ تختۂ نورانی اوپر سے نیچے کو رواں ہے جیسا کہ پہلے کہیں بیان ہو چکا ہے اس وقت تک جو کچھ بھی از قسم اسرار و عجائبات عالم ملک وملکوت کے دیکھنے میں آتے ہیں وہ عالم خلق کی سیر ہوتی ہے جسے سیر آفاقی کہا گیا ہے اور جب لطائف اپنے اصول میں فانی ہو کر گھل مل جائیں اور لطیفہ نفس اصل مقام قلب تک پہنچ جائے تو وہاں ایک جذبہ اور عروج پیدا ہوتا ہے اس وقت عالم امر کی سیر شروع ہوتی ہے۔ جسے سیر انفسی کہا گیا ہے اس کے بعد سالک جو کچھ بھی دیکھتا ہے اپنے نفس میں دیکھتا ہے تب بقولہ تعالیٰ:

سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ (سورۃ حم سجدہ، آیت: ۵۳)

''ہم دکھائیں گے اپنے نمونے دنیا میں اور آپ ان کی جان میں۔''

کی حقیقت کو پہنچ جاتا ہے۔

واضح ہو کہ لطیفۂ قلب کے نور کا رنگ زرد، لطیفہ روح کا سرخ، لطیفہ سر کا سفید، لطیفہ خفی کا سیاہ اور لطیفۂ اخفی کا سبز اور لطیفہ نفس کا بے رنگ و بے کیف معلوم ہوتا ہے بعض لوگوں کو رنگوں کا فرق نہیں بھی محسوس ہوتا اور اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ [1]

حضرت عبد الاحد حضرت مجدد صاحب قدس اللہ اسرارہما سے نقل فرماتے ہیں کہ فجر کی نماز غلس میں یعنی منہ اندھیرے ادا کرنے سے فنائے اخفی کا فائدہ پہنچتا ہے لطائف کے انوار و برکات سے سینہ مطلع انوار و مصدر اسرار ہو جاتا ہے۔

اٹھیں اس بحر بے رنگی سے رنگارنگ جب موجیں
لباسِ قیس میں ٹھہریں کبھی لیلیٰ کی صورت میں
وہ کیا نکلا حریم ناز سے عالم ہوا درہم
کہ باہر آگیا ہر نقش جو تھا دل کی خلوت میں

سَیرِ لطائفِ عالم ظلال میں جسے دائرۂ ولایتِ صُغریٰ کہتے ہیں

واضح ہو کہ حضرات نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم نے کام کی بنیاد جمعیت و حضور پر رکھی ہے۔ وہ لوگ غیبی اشکال اور صورتوں پر متوجہ نہیں ہوتے کشف و انوار کی زیادہ پروا نہیں کرتے طالب کو چار چیزوں کے حاصل کرنے کی رغبت دلاتے ہیں۔

جمعیت، حضُور، جَذبات، وَاردات

(۱) جمعیت

یہ ہے کہ حریمِ دل میں فضول خیالات اور وسوسوں کے لیے کوئی گنجائش باقی نہ

[1] مترجم: لطائف کے رنگوں میں بعض حضرات مشائخ کے مختلف اقوال بھی ملتے ہیں۔

رہے اور ماسویٰ (اللہ) کا خیال بالکل ہی دور ہو جائے بقول جگر مراد آبادی:

آئی جو اس کی یاد تو آتی چلی گئی
ہر نقش ماسوا کو مٹاتی چلی گئی

◈۲ حضور

یہ ہے کہ دل ہر وقت اور ہر حال میں مبدأ فیاض کی طرف متوجہ رہے۔ سوتے جاگتے خاموش میں یا بات چیت کے دوران غصّہ میں یا نرمی میں کَاَنَّہٗ یَرَی اللہَ یعنی ''گویا کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے۔'' کا مصداق ہو جائے۔

ہر ایک حال میں لو دوست سے لگائے رہو
نگاہِ دل رخِ محبوب پر جمائے رہو

◈۳ جذبات

اس سے عبارت ہے کہ لطائف کی کشش اپنے اصول کی طرف ہو اور وہاں سے دوسرے اصولوں کی طرف:

وَهَلُمَّ جَرًّا مِنَ الْاُصُوْلِ اِلٰی اُصُوْلِهَا اِلٰی اَنْ يَّبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهٗ۔

''اسی طرح ایک اصول سے دوسرے اصولوں کی طرف بڑھتا جائے مرتے دم تک۔''

آ کر ہماری خاک پہ گیت عشق کے جو گائے
نالے بلند شوق میں ہوں گے مزار کے

صدیوں کے بعد ہو جو گزر میری قبر پر
جاں آئے جسم میں اٹھے خوشبو غبار کے

۴ واردات

ان احوال سے عبارت ہے کہ اوپر کی جانب سے قلب پر ایک فیضان ایسا ہوتا ہے جس کی تاب لانا اور برداشت کرنا مشکل ہوتا ہے۔

تم دل میں ہو تو کون غم دو جہاں کرے
تم جانِ جاں ہو کیا کوئی پروائے جاں کرے
مجھ کو نیاز سے تمہیں فرصت نہ ناز سے
بتلاؤ کون فکر دلِ ناتواں کرے

واضح ہو کہ جہت فوق کی رعایت شرف کی وجہ سے اور اس جانب میں توجہ کی عادت کی وجہ سے ہے ورنہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کو دائرۂ جہات سے باہر تلاش کرنا چاہیے اور طریقت میں اس واردات کو عدم اور وجود عدم کہتے ہیں شروع میں دلِ سالک پر کبھی مہینے میں یہ ورود ہوتا ہے پھر ہفتے عشرے میں رفتہ رفتہ روز و شب میں ایک آدھ بار پھر کچھ دن گزرنے کے بعد متواتر ہوتا رہتا ہے یہاں تک اِتصال تک پہنچ جاتا ہے۔

لطائف خمسہ کا فنا اور سیرِ انفسی کا کمال دائرۂ ولایت صغریٰ میں جو کہ دائرۂ ظلال اور محلِ ظہور توحید و اسرار معیت ہے حاصل ہوتا ہے۔ امام الطریقہ حضرت نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ فنا و بقا کے بعد جو کچھ بھی دیکھتے ہیں اپنے اندر میں دیکھتے ہیں اور جو کچھ بھی پہچانتے ہیں اپنے ہی میں پہچانتے ہیں ان کی حیرت ان کے اپنے نفس کے اندر ہی ہوتی ہے۔ بقولہ تعالیٰ:

وَفِيۤ اَنۡفُسِكُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ○ (سورۃ الذاریات، آیت:۲۱)

''اور خود تمہارے اندر، کیا تم کو سوجھ نہیں۔''

حضرت مجدّد صاحب قدس سرّہ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں۔ پوچھا تھا کہ ہم نے جس سیر کو نفس سے باہر لکھا ہے وہ کون سی ہے، مراتب عشرہ کی سیر عالم خلق و عالم امر میں، اور ہیئت وحدانی کی سیر انفس میں داخل معلوم ہوتی ہے تو پھر انفس سے ماورا کی سیر کیا ہے؟ (ان صاحب استفسار کو) معلوم ہو کہ انفسِ آفاق کی شکل میں ظلالِ اسماء الٰہی جَلَّ سُلْطَانُہٗ ہے جب ظلِ خداوند جل شانہٗ کے فضل سے خود کو فراموش کر کے اپنی اصل کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اسے اپنی اصل سے محبت پیدا ہو جاتی ہے تو لامحالہ بہ حکم:

اَلۡمَرۡءُ مَعَ مَنۡ اَحَبَّ۔

''آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے اسے محبت ہے۔''

خود کو وہی اپنی اصل پائے گا اور اپنی اَنَا یعنی خودی کو اپنی اسی اصل میں ڈال دے گا اور اسی طرح سے چونکہ اس کی بھی دوسری اصلیں ہیں تو اس اصل سے اس اصل میں چلتا جائے گا بلکہ خود کو عین اصل پائے گا اور اسی طرح مسلسل تا آخر یہ سیر ماورائے آفاق و انفس ہے مگر معلوم رہے کہ کچھ لوگوں نے سیر انفسی کو سیر فی اللہ کہا ہے وہ سیر جس کا بیان ہوا اس سیر سے ماورا ہے جو انہوں نے کہا ہے چونکہ یہ حصولی ہے اور وہ سیر وصولی ہے اور حصول و وصول کا فرق اکثر مکاتیب میں تحریر کیا گیا ہے وہاں سے معلوم کریں۔'' الخ [1]

قلب کے دائرہ ولایتِ صغریٰ میں پہنچنے کی علامت یہ ہے کہ توجہ فوق مضمحل ہو کر شش جہت کا احاطہ کر لیتی ہے اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی معیت بے چونی کو اپنے اور سارے

---

[1] مکتوبات امامِ ربانی دفتر دوم مکتوب نمبر ۹۹۔

عالم کو محیط کیے ہوئے ادراک بے چون کے ساتھ دیکھتا ہے، دوام ذکر وفکر اور غلبۂ شوق و محبت محبوب حقیقی کے لیے پیدا ہو جاتی ہے حضرت قدس کے ساتھ جذبہ وتوجہ کا اظہار ہوتا ہے دل کا آئینہ غفلت کے زنگ اور وسوسوں کے غبار سے صاف ہو کر بمنزلہ جام جہاں نما ہوتا ہے۔

تو ہے کتاب جس میں لکھا دو جہاں کا حال
روشن ہے لوح دل پہ یہاں کا وہاں کا حال

اور اب ظلال اسماء وصفاتِ واجبی میں سیر شروع ہوتی ہے۔ بے چارہ سالک اور عاشق دلدادہ جو کہ بن دیکھے محبوب سے عشق رکھتا تھا جب اپنے دل کے آئینہ میں اسما و صفاتِ واجبی کے ظلال یعنی عکس کو ملاحظہ کرتا ہے تو نافہمی سے خود اسی کو عینِ محبوب تصوّر کر کے شطحیات یعنی مجذوب کی بڑ میں بولنے لگتا ہے اپنے باطن کے نگار خانے میں محبوب کی صورت دیکھ کر آپے سے باہر ہو جاتا اور خیالِ وصال کرنے لگتا ہے۔

عکس رخ اس کا آئینہ جام میں پڑا
سرمستِ عاشقی طمع خام میں پڑا
زیرِ نقاب حسنِ ازل جلوہ بار تھا
پر تو اسی کا کچھ رخ اصنام میں پڑا
نقش وجود کوئی تو سمجھا کوئی شراب
عکس جمال ساقی تھا جو جام میں پڑا

جبکہ غایت وارفتگی و درماندگی اور نہایت مدہوشی وسرشاری کی وجہ سے ظل اور اصل میں تمیز نہ کرسکا تو لامحالہ اتحاد اور عَینِیَت کا نعرہ لگا بیٹھا۔

آئینہ دل میں ہے رخ زیبا تو دیکھیے
محوِ جمالِ خود ہے تماشا تو دیکھیے

اس نظارے کا غلبہ یہاں تک پہنچا دیتا ہے کہ خود اپنا تعین اور تشخص اٹھ جاتا ہے کوئی سُبْحَانِی مَا اَعْظَمَ شَانِی [1] ''میں سبحان ہوں، میری شان کیسی بڑی ہے۔'' کا دم بھرنے لگتا ہے اور کوئی مَا فِی جُبَّتِی اِلَّا اللّٰہُ [2] ''میرے جبے کے اندر اللہ کے سوا کچھ نہیں۔'' کہہ کر پکار اٹھتا ہے اور کسی کو اَنَا الْحَقّ [3] ''میں ہی حق ہوں کا نعرہ سولی تک پہنچاتا ہے۔''

مردانِ حق جو بولیں گے حق بولیں گے سدا
اُن کے یہاں تو کچھ بھی نہیں حق کے ماسوا
سولی چڑھاؤ ان کو کہ ٹکڑے کرو بدن
نکلے گی ریشے ریشے سے اَلْحَقّ کی صدا

ہاں ہاں اے پاک سیرت بھائی دھیان سے سنو، حدیثِ قدسی میں آیا ہے کہ
اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ اِنْ خَیْرًا فَخَیْرٌ وَاِنْ شَرًّا فَشَرٌّ [4]

---

[1] تذکرۃ الاولیاء فرید الدین عطار، باب چہارم در ذکر بایزید بسطامی مطبع السلامیہ لاہور صفحہ ۸۹۔

[2] قول حضرت جنید بغدادی قدس سرّہ متوفی ۲۹۹ھ یا ۳۰۲ھ۔

[3] قول حضرت منصور حلاج قدس سرّہ، ابو المغیث الحسین بیضاوی ۸۵۸ء ۹۲۲ء۔
تذکرۃ الاولیاء باب نمبر ۷۰، حسین منصور حلاج مطبع اسلامیہ لاہور صفحہ ۳۱۲ و صفحہ ۳۱۵۔

[4] تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر رقم الترجمہ ۸۴۸۴ یذید بن الاسود دار احیاء التراث العربی بیروت۔ ۶۸/ ۲۲۳۔
اتحاف السادۃ المتقین بیان فضیلۃ الرجاء والترغیب فیہ دار الفکر بیروت۔ ۹/ ۱۶۹۔

''فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہی ہوں جو اسے میرے ساتھ ہے اگر وہ گمان اچھا ہے تو اچھا اور بُرا ہے تو بُرا۔''

تیرا وجود خیالی ہے میرے دوست فقط
سوائے اس کے اگر ہے تو گوشت پوست فقط
خیال تیرا جو گل ہے بہار گلشن ہے
خیالِ خار اگر ہے تو نار ِگل خن ہے

ہوش سے کام لو تا کہ ان کشتگان پاک نہاد کے بارے میں بُرے خیال کو اپنے دل میں جگہ نہ دو بھیدوں کا جاننے والا خدائے جل شانہٗ جانتا ہے کہ یہ صدا کہاں سے اٹھی اور یہ شور کیوں پیدا ہوا، یعنی کیا اس میں نفسانیت کو دخل ہے یا فنائیت کو۔

یوں تو مطرب بھی ہے دیکھو ساز بھی
سب وہی ہے ساز بھی آواز بھی

یہ نعرہ اس سے ہے کہ ذات و صفات واجبی کے انوار کی جگمگاہٹ میں ذرّات ممکنات سالک کی نظر سے اوجھل ہو گئے اس نے اپنی اصل میں خود کو فراموش کر کے اپنی اَنا یعنی خودی کو اپنی اصل سمجھ لیا اور یہ وہ صدا ہے کہ عقل دلربا کے جام کو اور خرد بے چارۂ و بسمل کو اپنے ساتھ لے اڑی اور اس کو مصروف آہ و فغاں کر دیا۔

عشق آیا خرد روانہ ہوئی
گل ہوئی شمع صبح ہوتے ہی

عقل سایہ ہے اور حق مہتاب
سائے کو مہتاب کی کیا تاب

اس کیفیت والا خود سے اور اپنی لوازمات سے فانی ہو جاتا ہے اس کا دامن طعن و ملامت سے دور ہے وہ پاک پروردگار کے زمرۂ اولیاء سے ہے اور وہ حضرت کردگار کے مجذوبوں اور عاشقوں کے گردہ سے ہے۔ اس کے وجود کو آتش شوق نے بھسم کر دیا ہے اور اس کے خرمن ہستی کو شعلۂ محبت نے جلا کر راکھ کر ڈالا ہے وہ اپنے سے غائب ہے اسے اپنے کلام کے معنی و مفہوم کی کیا خبر۔

کیا آگ جس کے شعلے پہ خود شمع بھی ہنسے
ہے آگ وہ جو خرمن پروانہ پھونک دے

ہاں ہاں جس نے ولایت صغریٰ کے دائرہ میں قدم نہیں رکھا ہے اور اسما و صفاتِ واجبی کے ظلال میں سیر نہیں کی ہے اس سے توحید کی باتیں کرنا اور وحدتِ وجود کے اعتقاد کا اظہار کرنا حرام قطعی ہے ان کو سوچنا چاہیے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہے جو کثرت پر موقوف ہے کیونکہ باطل خداؤں کی نفی اور خاص کر خدا کی وحدانیت کا اثبات کثرت کے اثبات میں واقع ہو سکتی ہے اگر کثرت نہ ہوتی تو وحدت کا اثبات کہاں سے ہوتا اور کس لیے ہوتا مشائخ وقت کو حق تعالیٰ انصاف دے جو کہ اپنے پیروؤں کو ملحدانہ عقائد تلقین کرتے ہیں عوام کالانعام کو توحید وجودی کے مراقبے کے تخیل میں ڈالنا خسارت دنیا و آخرت کے سوا کیا ہے؟

ہیں بے وقوف کہ جن کو نہیں خود اپنی خبر
پسند عیب کو کرتے ہیں جو بزعم ہنر

ہوا کا کام کریں گر دماغ میں پہنچیں
دھواں ہی دیں وہ فقط گر چراغ میں پہنچیں

البتہ سالکوں کو دائرہ امکان قطع کرنے سے قبل بلکہ لطیفے کے قالب سے باہر نکلنے سے بھی پہلے ایک حالت توحید وجودی اور ہمہ اوست کی سی پیدا ہو جاتی ہے جس کا سبب یہ ہے کہ مراقبہ توحید کے تخیل کے وقت صورت توحید ان کے متخیلہ میں متصور ہو جاتی ہے جب یہ تخیل غلبہ کرتا ہے تو بے تحاشا وہ توحیدی باتیں کہنے لگتے ہیں خاص کر سماع کے اوقات میں اور اچھی آواز اور تار ونغمہ جو کہ قلب میں ایک حرارت اور ذوق پیدا کرتا ہے اس سے وہ بے باک ہو جاتے ہیں اور توحید کے اشعار سن کر اشعار کہنے والے کے ہم حال خود کو سمجھنے لگتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ اس حال والے لوگوں کے آداب وشرائط ہیں جو ان میں پائے نہیں جاتے اور بعض کو عنصر ہوا کی شہ مل جاتی ہے چونکہ اس عنصر میں ایک لطافت ہوتی ہے جو ذرّاتِ ممکنات میں ساری ہے وہ لوگ اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے اس کو وجود حق تصور کر کے توحیدی الفاظ زبان پر لے آتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ یہ سیر داخل دائرۂ امکان ہے اور مقام توحید اس دائرے کو قطع کرنے کے بعد آتا ہے اور کچھ لوگوں کو عالم اجسام کی بہ نسبت عالم ارواح کی بے چونی کے انکشاف کے سبب نیز عالم اجسام پر عالم ارواح کے احاطہ کی وجہ سے وہ اس کو قیوم عالم تصور کر کے خدائی میں پرستش کرنے لگتے ہیں اس مقام میں بعض اکابر کو بھی اشتباہ واقع ہوا چونکہ عنایت پروردگار ان بزرگواروں کے شاملِ حال ہو گئی للہذا انہیں اس مقام سے عروج واقع ہو گیا تب ان پر اشتباہ کی حقیقت واضح ہوئی۔

ہزار نکتے ہیں باریک کیا ضرور مگر
جو سر منڈا دے وہ راز قلندری جانے

جب لطائف خمسہ کو سیر تفصیلی واقع ہوتی ہے تو پہلے پہل ان کا گزر دائرۂ امکان میں واقع ہوتا ہے جو کہ عالمِ ملک وملکوت ہے جسے عالم اجسام کہتے ہیں اور عالم ارواح و عالم مثال جو کہ دیکھنے کے لیے ہے نہ ٹھہرنے کے لیے اور عالم امر سب اس دائرے میں داخل ہیں جب اس دائرے سے عروج ہوتا ہے تو دائرہ ولایت صغریٰ میں قدم رکھتے ہیں اس جگہ سیر ظلال اسما و صفات واجبی میں واقع ہوتی ہے۔ اس دائرے کا ہر نقطۂ دوسری اصل سے پیدا ہوتا ہے اور اس اصل کی بھی دوسری اصل ہے اسی طرح مسلسل، یہاں تک کہ سیر تفصیلی قطع کرنے کے بعد سیر نقطۂ اجمالی پر پہنچتی ہے جو کہ تعین اوّل اور حقیقت محمدی ہے جس کا نشوونما ذات بحت اور احدیت مجردہ سے ہے۔ اس کا بیان آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ۔

کچھ اس کے حدود و نہایات بھی ہیں
بہت اور آگے مقامات بھی ہیں

واضح ہو کہ دائرہ ظلال ساری ممکنات کا مبدأ تعین ہے علاوہ انبیا و ملائکہ علیہم السلام کے ۔ جیسا کہ گزر چکا، افراد عالم میں ہر فرد کو متواتر جناب الٰہی سے مظاہر اسما و صفات غیر متناہیہ کے توسط اور ان کے ظل سے تازہ فیوضات پہنچا کرتے ہیں اور وہ جو حضرات صوفیا نے کہا ہے کہ اَلطُّرُقُ اِلَی اللهِ تَعَالیٰ وَ تَقَدَّسَ بِعَدَدِ اَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ۔ یعنی: ”اللہ تعالیٰ کی طرف راستے وطریقے خلائق کی سانسوں کی تعداد کے برابر ہیں۔“ اس کا اشارہ ان ہی نقطہ ہائے ظلال کے لیے ہے جو کہ افراد کے تعین کے مبادی ہوتے ہیں۔ دائرہ ظلال میں لطائف خمسہ کو فنا و بقا حاصل ہوتی ہے چنانچہ لطیفۂ قلب کی فنا و بقا افعالِ الٰہیہ کی تجلیات کے ظلال میں جو کہ صفت تکوین ہوتی ہے وقت فنا میں ماسویٰ کا تعلق حبی وعلمی سینے

کے اندر نہیں رہ جاتا اور کسی غیر کا خیال دل میں راہ نہیں پاتا اور وقت بقا میں سالک اپنے افعال اور جمیع ممکنات کے افعال کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے افعال کے آثار دیکھتا ہے جب یہ نظارہ غالب ہو جاتا ہے تو ممکنات کی صفات و ذات کو پروردگار کی ذات و صفات کا مظہر دیکھتا ہے تو توحید وجودی میں زبان کھولنے لگتا ہے۔

غیرت نے تری غیر کو چھوڑا نہ جہاں میں
ہر شے کا بنا عین حقیقت کی زباں میں

لطیفہ روح کی فنا و بقا صفات ثبوتیہ الٰہیہ کی تجلیات کے ظلال میں ہوتی ہے وقت فنا میں سالک اپنی صفات اور ساری ممکنات کی صفات کو معدوم دیکھتا ہے۔ مثل سمع و بصر و قدرت و ارادہ و کلام وغیرہ کے اور بقا کی حالت میں جمیع صفات کا اثبات حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے لیے کرتا ہے اور کہنے لگتا ہے:

ہوں عشق دو جہاں میں کہیں آشیاں نہیں
عنقائے غرب ہوں مرا ظاہر نشاں نہیں
دو عالم اپنے غمزہ و ابرو کے ہیں شکار
مت دیکھیو کہ ہاتھ میں تیر و کماں نہیں
سن لوں ہر ایک کان سے بولوں ہر اک زباں
اور طرفہ تر تو یہ ہے کہ گوش و زباں نہیں

لطیفہ سرّ کی فنا و بقا شیونات الٰہیہ کی تجلیات کے ظلال میں ہوتی ہے وقت فنا میں سالک اپنی ذات اور جمیع ممکنات کی ذات کو وحدہٗ لاشریک کی ذاتِ پاک میں مضمحل وگم پاتا ہے اور وقت بقا میں ذات پاک ذوالجلال کو جمیع ذوات کے بجائے دیکھتا ہے۔

دیکھا جب اپنے شیشہ عکس جمال میں

سمجھا جہاں سارا مصوّر مرا ہی ہے

چرخ ظہور کا ہوں میں خورشید کیا عجب

ہر ذرّہ کائنات کا مظہر مرا ہی ہے

اور لطیفۂ خفی کی فنا و بقا صفاتِ سلبیۂ الٰہیہ کی تجلیات کے ظلال میں ہوتی ہے وقت فنا میں سالک صفات سلبیہ میں فانی ہوتا ہے اور وقت بقا میں جناب کبریا کی تفرید سارے مظاہر میں دکھائی دیتی ہے۔

میں آشنا کروں کیا یہ عیش جان لے کر

اہل و عیال لے کر مال و مکان لے کر

دیوانہ اپنا کر کے دونوں جہان بخشے

دیوانہ کیا کرے گا دونوں جہان لے کر

اور لطیفۂ اخفٰی کی فنا و بقا شانِ جامعِ الٰہی کی تجلیات کے ظلال میں ہے وقت فنا میں سالک اپنے اخلاق سے گزر جاتا ہے اور وقت بقا میں متخلق باخلاق اللہ تعالیٰ ہو جاتا ہے۔

منبع آداب و اخلاق حسن

مجمع اوصاف ربّ ذو المنن

اگرچہ لطائف خمسہ کی فنا و بقا دائرہ ظلال میں حاصل ہوتی ہے لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ سیر و عروج اِن لطائف کا انتہا کو پہنچ گیا۔ ابھی تو ان لطائف کو دائرہ ظلال سے دائرہ تجلیاتِ اسما و صفات میں پہنچنا ہے جو کہ ولایت کبریٰ کا پہلا دائرہ متحقق ہوتا ہے اور اس وقت ان لطائف کی سیر و عروج کمال کو پہنچیں گے۔

یہ وہ مقام ہے جس میں بلند و پست نہیں
خودی کا نام نہیں کوئی خود پرست نہیں
ہر ایک گام پہ دیکھو گے نیستی کا اثر
یہاں پہنچ کے لگے گا کہ کچھ بھی ہست نہیں

فائدہ

یہ جو حضرات صوفیا نے فرمایا ہے کہ وہ طریقہ جس کے قطع کرنے کی کوشش میں ہم رہتے ہیں سات قدم ہے۔'' تو مراد اس سے لطائف سبعہ یعنی سات لطیفے ہیں پانچ عالم امر کے اور دو عالم خلق کے، یعنی ایک تو نفس دوسرا قالب، اور جس کو یہ حضرات دو قدم کہتے ہیں پس بہ اعتبار عالم امر، اور عالم خلق کے دو کہا ہے کیونکہ لطیفہ قلب امر سے اور لطیفہ نفس عالم خلق سے بمنزلہ اصل و برزخ کے ہے دیگر لطائف کے لیے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

ذکرِ نفی و اثبات

طالب کو چاہیے کہ باوضو قبلہ رو ہو کر پالتی مار کر یا دو زانو ہو کر بیٹھے اور ہاتھوں کو رانوں کے اوپر رکھ لے اور قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو کر حواس کو جمع کر کے آنکھیں بند کر کے اور سانس کو زیر ناف [1] روک کر پورے ادب و تعظیم کے ساتھ کلمہ لا کو ناف سے

[1] حضرت مجدد صاحب قدس سرہ نے مکتوبات دفتر اوّل مکتوب نمبر ۲۱۳ کے سوال ہفتم میں وضاحت فرمائی ہے کہ قلب اگر تمام ذکر کہے تو کیا نقصان ہے کہ لا کو اوپر کی طرف لے جائے اور الہ کو دائیں طرف پھیرے اور الا اللہ کو اپنی طرف کھینچے کیونکہ اس طریق میں نفی و اثبات کو تخیل میں ادا کرتے ہیں اور تالو و زبان سے کچھ تعلق نہیں رکھتے تاکہ جو کچھ کہیں دل سے اس کے موافق ہو جائے اور اس کو بخوبی قبول کر لے۔

اوپر کھینچتا ہوا پیشانی و دماغ تک پہنچائے اور سوچ کہ دماغ سے اُڑ گیا اور کلمۂ اللہ کو دائیں جانب کندھے کے برابر اتار کر اِلَّا اللہ کو زور سے قلب صنوبری پر مارے۔ [1] یعنی ضرب لگائے اس طرح پر کہ اس کا گزر اور اثر لطائف خمسہ [2] پر ہو اور حرارت سارے اعضا میں پہنچے۔ طاق عدد کی رعایت کے ساتھ یہ ذکر شریف کرے اس رعایت کو وقوف عددی کہتے ہیں اور جہاں تک چاہے گنتی پہنچائے لیکن آواز نہ نکلے اور اخفا میں پوری کوشش کرے یہاں تک کہ پاس بیٹھے ہوئے آدمی کو معلوم نہ ہو کہ تم کس چیز میں مشغول ہو یہاں تک کوشش کرے کہ سر اور گردن کو بھی حرکت نہ ہو اور جب سانس چھوڑے تو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کہے، چند بار اس طرح کرنے کے بعد بازگشت کرے کہ خداوندا میرا مقصود تو اور تیری رضا ہے اپنی محبت و معرفت عطا کر، اگر حبس نفس یعنی سانس روکنے یا دم سادھنے میں تنگی یا نقصان محسوس ہو تو بغیر حبس نفس کے شغل کرے کیونکہ اس ذکرِ شریف میں حبس دم بمنزلہ قید ہے شرط نہیں، البتہ معنی کو اچھی طرح ملحوظ رکھے نفی میں لا کہتے وقت ساری ممکنات اور محدثات کو بہ نظر نیستی دیکھنا اور وقتِ اثبات یعنی اِلَّا کے کہنے کے ساتھ وجود پروردگار کو مقصود سمجھنا اور بہ نظر بقا و دوام ملاحظہ کرنا ہے۔ یہاں تک کہ کلمہ طیبہ مبارکہ توحید قلب میں متمکن ہو جائے اور ذکر کا اثر ظاہر ہونے لگے۔ نفی سے وجود بشریت منتفی ہوتا ہے اور اثبات میں جذبات الٰہی کے آثار میں سے کوئی اثر مطالعے میں آتا ہے کیونکہ اس ذکر کا مرتبہ کمال یہ ہے کہ مذکور یعنی اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک اس طور سے دل پر چھا جائے کہ اس کا نام بھی دل سے فراموش ہو جائے۔

[1] اس ادائیگی سے لائے معکوس (لا) کی شکل بنتی ہے۔

[2] حضرت مرشدی نے وضاحت فرمائی کہ گزر اخفی و سر و قلب پر پہنچے اور اثر خفی و روح پر پڑے گا۔

شراب شوق کی بجلی سی اک جو کوند گئی
تو جسم و روح ہوئے مست ساقی گلفام
بدن شراب سے اور روح مست ساقی سے
اسے فنا ہے مگر اس کو ہے بقائے دوام

حضرت علاء الدین عطار قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ زیادہ کہنا مفید نہیں ہے بلکہ جو کچھ کہے سمجھ بوجھ کے کہے اور جب تعداد اکیس سے بڑھ جائے اور جذبات الٰہیہ کے آثار میں سے کوئی اثر ظاہر نہ ہو تو یہ بے حاصلی کی دلیل ہے اور عمل ضائع ہے پھر سے شروع کرے۔ یہ ذکر اس قدر کرے کہ ایک ہزار ضرب حساب میں آئے یہ ذکر شریف اس طرح سے کرنا کہ ناف سے ابتدا کریں اور دماغ تک پہنچائیں پھر اپنے کندھے تک لا کر دل پر ضرب لگائیں اس لیے ہے کہ حرارت و فیض تمام لطائف عشرہ تک پہنچ جائے اور سب کو عروج حاصل ہو، یہ نہ کہیں کہ عروج و نزول لطائف خمسہ امر اور لطیفۂ نفس ہی کا متصور ہے نہیں بلکہ باقی چاروں لطیفے جن کو عناصرِ اربعہ کہتے ہیں وہ بھی، کیونکہ عروج قلب سے مراد ہر عنصر کی طہارت ہے اوج برتری و تکبّر و خودسری اور پستی و دناءت و رذالت سب عناصر افراط و تفریط سے پاک ہو کر معتدل ہو جائیں البتہ عروج و نزول لطائف خمسہ کی شان دوسری ہے جیسا کہ گزر چکا۔

حضرت مجدد قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ

''اگر کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نہ ہوتا تو جناب قدس خداوند جل سلطانہٗ کی طرف راستہ کیسے دکھائی دیتا اور چہرۂ توحید کیسے بے نقاب ہوتا اور جنت کے دروازے کیونکر کھلتے۔''

صفات بشریہ کے پہاڑ کلمہ لا کی کدال سے کھل جاتے ہیں اور تعلقات کی دنیائیں اس نفی کی تکرار کی برکت سے مٹ جاتی ہیں اور وہ نفی باطل ان کو منتفی کرتی ہے اور الا کا اثبات معبود برحق جل شانہٗ کو مثبت کرتا ہے سالک مدارج امکانی کو اس کی مدد سے قطع کرتا ہے اور عارف اس کی برکت سے معارف وجوبی تک ارتقا پاتا ہے یہی ہے جو کہ تجلیات افعال سے تجلیات صفات تک لے جاتا ہے اور تجلیات صفات سے تجلیات ذات تک پہنچاتا ہے۔

جو ہو لَا کی جاروب سے راہ صاف
رسائی ہو اِلَّا کے ایوان تک

اور لکھا ہے حضرت مجدد قدس سرہٗ نے کہ تمام عالم اس کلام معظم کے مقابلے میں کاش قطرہ اور سمندر کا حکم رکھتا (یعنی اتنی بھی مناسبت نہیں ہے) یہ کلمہ طیبہ ولایت و نبوت کے کمالات کا جامع ہے لوگوں کو تعجب ہوتا ہے کہ اس کلمے کو ایک بار کہنے سے کس طرح جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور اس فقیر کا محسوس و مشہود یہ ہے کہ اگر تمام عالم کو یہ کلمہ ایک بار کہنے سے بخش دیں اور بہشت میں لے جائیں تو بجا ہے اور اگر اس کلمے کی برکات بانٹیں تو تمام عالموں کو ہمیشہ ہمیش معمور و سیراب کر دے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس کلمے کا حصولِ برکت اور ظہور عظمت قائل یعنی ذاکر کے درجات کے اعتبار سے ہوتا ہے ذاکر جتنا عظیم تر ہو گا، ظہور برکت اتنا ہی بیشتر ہو گا۔ اور عربی کا مصرع پڑھا کرتے تھے جس کا مفہوم یہ ہے:

جب دیکھو اسے اور حسیں اور حسیں ہے

فائدہ

ہمارے حضرات قدس اللہ اسرارہم نے فرمایا ہے کہ رذائل کے داغ دھبے اور

ذمائم کی گندگیاں دور کرنے کے لیے جو باطن میں رسوخ پا گئی ہیں اور جم گئی ہیں جیسے حسد و کینہ وخسّت و دناءت وعجب ونخوت وغرور وریا وکبر وغیظ وغضب و بےصبری و بےقناعتی وغیرہ کو دفع کرنے کے لیے یہ کلمہ طیبہ بہت مفید ہے وہ اس طرح پر کہ (لَا اِلٰہَ) کہتے وقت اپنی ان خراب خصلتوں کی نفی کرے اور ان سے رہائی طلب کرے اور اِلَّا اللّٰہُ کہتے وقت پروردگار کی محبت کا اظہار ہو مثلاً زوالِ حسد کے لیے کہے لَا اِلٰہَ یعنی حسد مجھ میں نہیں ہے اور بوقت اِلَّا اللّٰہُ کہے بجز پروردگار کی محبت کے، کلمہ طیبہ کو زبان سے کہے یا دل سے، اختیار ہے البتہ عاجزی اور حضوری کے ساتھ کہے یہاں تک کہ وہ خرابی زائل ہو جائے، اسی طرح ایک ایک کر کے تمام رذائل کو باطن سے دور کرے تا کہ باطن کا تصفیہ ہو جائے۔

تنبیہ

حضرت مجدّد صاحب قدس سرّہ نے فرمایا ہے کہ جب تک سالک دولت حضوری و آگاہی اور فنائے نفس وتہذیب اخلاق سے مشرف نہ ہو نمازِ فرض و واجب وسنتِ موکدہ کے علاوہ شغلِ نوافل اور تلاوت قرآن مجید اور اوراد و اذکار و ادعیہ صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے لکھا ہے:

''آدمی جب تک مرض قلب میں مبتلا ہے، کوئی عبادت اس کو نافع نہیں ہے بلکہ مضر ہے لہٰذا پہلے سینے کو رذائل کے داغ دھبوں سے صاف کرے، اور دولتِ حضور و آگاہی حاصل کرے جو اعلیٰ ترین اذکار میں سے ہے بلکہ اذکار سے مقصود یہی کار ہے۔ اور معلوم ہو کہ حضرات مجددیہ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم دولت آگاہی اور دوام حضور کے بعد امور یقینیہ وعلوم دینیہ کے لیے حکم فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ذکر شریف وتلاوت قرآن مجید و

مطالعۂ احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا السلام والتحیہ و درود شریف و نماز با نیاز و استغفار و تسبیح و تحمید و تکبیر سے اپنے اوقات شریفہ کو معمور رکھیں اور اوراد و احزاب و عملیات میں نہ پڑیں۔ حضرت مجدّد قدس سرّہ نے لکھا ہے کہ ''ہمارا طریق دعوت اسماء کا طریقہ نہیں ہے (الخ) جو لوگ اس قسم کے امور کے اشتغال میں رہتے ہیں جمعیت خاطر سے محروم رہ جاتے ہیں۔

حاصل ہے اگر تم کو ذرا مجھ کو بتا دو
دل نے یہ کہا علم لدنی کی ہوس ہے
میں بولا الف کہہ تو کہا اور کہا زنہار
ہے گھر میں اگر آدمی اک حرف بھی بس ہے

ایک روز ایک نیک آدمی نے جو کہ طریقہ شریفہ حضرات قادریہ میں بیعت تھا جناب پیر و مرشد برحق حضرت شاہ ابوالخیر فاروقی قدس سرّہ سے حزب البحر کی اجازت طلب کی۔ آں جناب نے اجازت مرحمت فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہ دعا حضرت ابوالحسن علی شاذلی قدس سرّہ کی بڑی بابرکت ہے جو آیاتِ شریفہ و ادعیۂ ماثورہ و کلماتِ الٰہیہ پر مشتمل ہے اگر تم یہ دعا خالصاً لِلّٰہ اس سبحانہ و تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے پڑھو اور ضمناً فتوحات دنیویہ بھی تمہیں حاصل ہو جائے بہتر ہے تاکہ ثواب سے محرومی نہ ہو اور اگر تم نے اغراض دنیویہ کے حصول کے لیے پڑھا تو ثواب سے محرومی یقینی ہے اگر دنیوی مقصد ہو گیا تو نتیجہ بخش ہوا اور نہیں تو نہ فائدہ دین نہ فائدہ دنیا۔ فقیر مؤلف کہتا ہے:

ذَكَرَ الشَّعْرَانِيُّ فِي لَوَاقِحِ الْاَنْوَارِ الْقُدْسِيَّةِ اَنَّ الْاِمَامَ اَحْمَدَ رَوٰى فِي مُسْنَدِهٖ مَنْ عَمِلَ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ عَمَلَ الْاٰخِرَةِ

لِلدُّنْیَا فَلَیْسَ لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ نَصِیْبٍ۔ [1] وَرَوَی الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَ اِنَّمَا لِامْرِئٍ مَّا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَی اللہِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَی اللہِ وَرَسُوْلِهٖ وَ مَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُهَا اَوِ امْرَاَةٌ یَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰی مَا هَاجَرَ اِلَیْهِ۔ [2]

''امام شعرانی نے اپنی کتاب لواقح الانوار القدسیہ میں ذکر کیا ہے کہ امام احمد نے اپنی کتاب مسند میں روایت کیا ہے کہ جس نے اس امت میں سے آخرت کا کوئی عمل دنیا کے لیے کیا تو آخرۃ میں اس کا کچھ حصہ نہیں ہے۔ یہ تو ہوا، اور بخاری و مسلم نے حضرت عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمام اعمال نیتوں پر منحصر ہیں اور آدمی کو وہی ملے گا جس کی نیت کی ہو پس جس نے اللہ و رسول کے لیے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اللہ و رسول ہی کی طرف ہے اور جس نے دنیا کے

[1] لواقح الانوار القدسیۃ النھی عن الریاء فی العبادۃ دار صادر بیروت صفحہ ۴۷۷۔
الترغیب والترہیب، الترغیب فی اخلاص النیۃ فی الجہاد رقم الحدیث ۶۶۔ مصطفی البابی مصر۔ ۲/۲۹۸۔

[2] لواقح الانوار القدسیۃ اخلاص النیۃ فی العلم والعمل دار صادر بیروت، صفحہ ۱۴۔
الجامع الصحیح للبخاری کتاب الایمان باب ما جاء ان الاعمال بالنیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/۱۳۔
صحیح مسلم باب قول النبی ﷺ انما الاعمال بالنیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲/۱۴۰۔
الترغیب والترہیب، الترغیب فی اخلاص النیۃ فی الجہاد رقم الحدیث ۴، مصطفی البابی مصر، ۲/۲۹۷۔

لیے ہجرت کی اسے دنیا کا نصیبہ ملے گا یا اس لیے ہجرت کی کہ کسی عورت سے نکاح کرے گا تو اس کی ہجرت اسی طرف ہوئی جس کے لیے ہجرت کی ہے۔"

پس ہوشیار وہ ہے جس کو فردا کی فکر دامن گیر رہے۔ بقول:

اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ لِنَفْسِهٖ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ۔

وہی ہے درد مرا اور وہی دوا بھی ہے
وہی ہے جانستاں اس پہ دل فدا بھی ہے

مُراقبات

لفظ مراقبہ ماخوذ ہے رقوبت اور رقابت سے جس کے معنی ہیں حفاظت کرنا اور انتظار کرنا، اور مشائخ کی اصطلاح میں آنکھ بند کر کے حضرت مبدأ فیاض یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی لطیفے پر ورود فیض کا انتظار کرنا ہوتا ہے۔ صفات میں سے کسی صفت یا وجوہ میں سے کسی وجہ کے اعتبار سے یا بغیر کسی صفت یا وجہ کے اعتبار کے ذات بحت کی طرف سے انتظار فیض کرنا ہے۔ کسی ایک لطیفے پر یا ہیئت وحدانی پر اس طرح سے کہ ماسوا کا خیال حریم دل میں جگہ نہ پا سکے اور اگر کوئی خیال سرایت ہی کر جائے تو فوراً اُسے دفع کرے۔ خواجہ خورد ◆ اپنی کتاب فوائح میں لکھتے ہیں۔

اَلْمُرَاقَبَةُ هِیَ الْخُرُوجُ عَنِ الْحَوْلِ وَ الْقُوَّةِ وَ الْاِعْرَاضُ عَنْ جَمِیْعِ الْاَحْوَالِ وَ الْاَوْصَافِ مُنْتَظِرًا لِّلِقَائِهٖ وَ مُشْتَاقًا اِلٰی جَمَالِهٖ وَ مُسْتَغْرِقًا اِلٰی هَوَاهُ وَ مُحَبَّتِهٖ قَالَ اِمَامُنَا نَقْشَبَند قُدِّسَ سِرُّهٗ اَلْمُرَاقَبَةُ اَقْرَبُ الطُّرُقِ۔

''مراقبہ نکلنا ہے اپنی توانائی و طاقت سے اور منہ موڑ لینا سارے احوال و اوصاف سے انتظار کرتے ہوئے اس کے لقاء کا اور اشتیاق رکھتے ہوئے اس کے جمال کا اور استغراق رکھتے ہوئے اس کی خواہش و محبت کی طرف۔''

◆ پورا نام خواجہ محمد عبد اللہ ہے آپ حضرت باقی باللہ قدس سرہٗ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔

اور ہمارے امام نقشبند قدس سرہ نے فرمایا کہ مراقبہ سب طریقوں سے قریب تر ہے۔

دل لگائے ہی رہو محبوب دل آرام سے
موڑ لو منہ سب سے، رکھو کام اپنے کام سے

حضرت سعد الدین کاشغری سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس اللہ اسرارہما سے حکایت کرتے ہیں کہ مراقبے کی، میری استاذ ایک بلّی تھی۔ ایک روز میں نے اسے چوہے کے بل پر بیٹھے دیکھا وہ اس طرح اس کی طرف متوجہ تھی کہ اس کے جسم کا ایک رونگٹا بھی نہ ہلتا تھا میں اسے بڑے تعجب سے دیکھ رہا تھا کہ اچانک ایک غیبی آواز میرے کانوں میں آئی کہ اے پست ہمت تیرے مقصود میں، میں ایک چوہے سے کم نہیں ہوں جو بلی کا مقصود ہوتا ہے تو میری طلب میں بلی سے کم نہ رہ، اس کے بعد میں مراقبے میں لگ گیا۔

جو کہا آج مرے دوست نے مجھ سے کہہ دوں
اک نظر بھی نہ پڑے غیر پہ آنکھیں سی لوں

حضرت علاء الدین عطار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ

مراقبے کا طریقہ نفی و اثبات کے طریقے سے اعلیٰ تر ہے اور قریب تر بھی، مراقبے کے طریقے سے عالم ملک و ملکوت میں نیابت و خلافت الٰہی کے مرتبے پر پہنچا جا سکتا ہے دلوں پر رسائی و القائے سکینہ اور ایک نظر میں عطائے کبریا اور ایک توجہ سے باطن کو منور بنا دینا دوام مراقبہ سے ہوتا ہے مراقبے کے ملکے سے اطمینان قلب و جمعیت خاطر اور دلوں کا دوام قبول حاصل ہوتا ہے اور اس معنی کو جمع و قبول کہتے ہیں۔ حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ جس سالک کی سیر تفصیل اسما و صفات میں پڑ کر رہ گئی حضرت ذات جل

سلطانہ تک اس کی رسائی کا راستہ مسدود ہوا کیونکہ اسما وصفات کی انتہا نہیں ان کی سیر کو قطع کرنے کے بعد اصل مقصود وتک پہنچ ہوسکتی ہے۔ مشائخ نے اس مقام کی خبر دی ہے کہ مراتب وصول کی انتہا نہیں ہے کیونکہ کمالات محبوب برحق بے نہایت ہیں یہاں وصول سے مراد وصل اسمائی وصفاتی ہے سعادت مند وہ ہے جس کی سیر اسما وصفات میں اجمالی واقع ہو اور پھر جلدی سے حضرت ذات تعالیٰ وتقدس تک واصل ہو جائے۔

خود اس کا جلوہ رُخ ہے تہ نقاب نقاب
جو اک حجاب اٹھا بھی تو دوسرا تھا حجاب

حضرت مجدّد صاحب قدس سرّہ کا یہ عمل اس دور دراز راستے کو شریعت غرّا اور قواعد ملتِ بیضا کی بنیاد پر ہے۔

شَفَقَةً عَلَى الْعِبَادِ وَ عَمَلًا بِمَا جَآءَ فِي الْخَبَرِ يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوْا

''بندوں پر شفقت اور حدیثِ پاک پر عمل کرتے ہوئے کہ آسانی کرو مشکل نہ کرو۔''

آپ نے اسی طرح پر راہِ سلوک کو سمجھنے میں واضح اور رسائی میں آسان بنا دیا ہے جس کی نظیر تصوّر میں نہیں آتی۔ اس سے زیادہ کا ذکر ہی کیا؟ لاکھوں آدمی جو توحید کے اتھاہ سمندر میں غوطہ لگانے والے تھے اس راہ سے ساحل شہود تک پہنچ گئے ہیں۔

جَزَاهُ اللهُ عَنَّا وَ عَنِ الْاِسْلَامِ وَ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرَ الْجَزَاءِ۔

''اللہ انہیں ہماری طرف سے اور اسلام ومسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔''

ترے راستے کا نشاں چاہتا ہوں
مۓ آب و گِل کی میں جاں چاہتا ہوں
کیا بہرہ مندِ عنایات بے حد
ترے شکریۓ کو زباں چاہتا ہوں

اے صاف طبیعت بھائی اور اے پاک روش سالک، اللہ تعالیٰ مجھے اور تم کو دل کی روشنی دے تا کہ ہم لوگ اللہ کی نشانیاں دیکھ سکیں آفاق میں اور اپنے نفسوں میں اور احسان کے اعلیٰ درجے کو پہنچ سکیں جس میں ہم اللہ کی عبادت اس طرح کریں کہ بقولہ علیہ السلام گویا اسے دیکھ رہے ہیں۔

بچشم سر رُخِ محبوب گر نہ دیکھ سکوں
تو کیا میں بیٹھ رہوں پاؤں توڑ کے تھک کر
نہ دیکھ پاؤ گے کہتے ہیں حسن بے چوں کو
بجا سہی، وہ ہیں انساں میں چشم ہوں یکسر

کوشش اور استقلال کے ساتھ جتن کرنا چاہیے تا کہ خیابانِ ایمان افزا سے دامنِ مراد بھر لیں، پیر ہرات حضرت عبد اللہ انصاری قدس سرّہ فرماتے ہیں کہ درویش تو وہ لوگ ہیں جو پورے کے پورے ہوشیار ہیں اور بیدارِ الست نہ شادمانی میں دل لگاتے ہیں نہ تو ناکامی پر غمگین ہوتے ہیں یہ دل کے غنی ہیں اگر چہ تنگ دست ہیں گھومتے گھامتے ہوئے ہوا پرست لگتے ہیں وہ پاک لوگ ہیں کہ ہستی و نیستی سے رہائی پائے ہوئے ہیں اور مَا و مَنْ کے قفس سے نکل بھاگے ہیں حُبِّ جاہ کا شیشہ توڑ کر حرم لِیْ مَعَ اللہ میں بیٹھے ہوئے ہیں حضرت انصاری قدس سرّہ نے سچے درویش کے بارے میں فارسی کے شعر کہے

ہیں جن کا مفہوم یہ ہے:

خوشا وہ لوگ جو لیتے ہیں بندگی کی داد
وہ کر کے ترک جہاں سربسر ہوئے آزاد
ہے دن تو گوشہ خلوت فقط ہے ان کا مقام
اگر ہے رات تو ہیں بندگی میں محو قیام
وہ لمحہ بھر نہیں غافل، حضور ہے ہر دم
بہاتی اشک کے دریا ہے ان کی چشم نم
وہ ذوق یاب مصیبت میں اور راحت میں
ہیں سربسجدہ مگر گوشہ ریاضت میں
ہیں کون لوگ خیالی، بقولِ پیر ہرات
ولی خدا کے ہیں یہ پاک ذات پاک صفات

حضرت مجدّد قدس سرّہ نے راہِ سلوک کو سات حصوں میں بانٹا ہے جن کو فقیر مؤلّف نے ہفت مدارج سے تعبیر کیا ہے۔ مدرج اوّل دائرہ امکان ہے۔ جس کے دو جزو ہیں۔ ایک عالم خلق، دوسرا عالم امر، اور اس میں ایک مراقبہ ہے۔

۲ دوسرا مدرج تجلیاتِ اسماء وصفات کے دائرۂ ظلال کا ہے جس کو دائرۂ ولایتِ صغریٰ کہتے ہیں اس میں ایک مراقبہ ہے۔

۳ مدرج سوم تجلیات اسماء وصفات کے دائرے کا ہے جس کو دائرۂ ولایتِ کبریٰ کہتے ہیں جو تین دائروں اور ایک قوس یعنی چار مراقبوں پر مشتمل ہے، معلوم رہے کہ ابتدائے ولایت صغریٰ سے لے کر انتہائے ولایت کبریٰ تک سالک کی سیر کا تعلق

اسماء وصفاتِ الٰہیہ جل شانہٗ سے ہوتا ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ اپنے اسماء وصفات اور آیات کے ذریعے ظاہر ہے۔ ❶

زمیں کی نباتات میں غور کر
خدا کی ان آیات میں غور کر
زر و سیم کے چشمے بہتے ہوئے
چکا چوند آنکھوں میں کرتے ہوئے
زمرد کی شاخوں پہ بیٹھے طیور
شہادت کا کلمہ پڑھیں باسرور

اسی وجہ سے ان ہر دو ولایات یعنی صغریٰ وکبریٰ کی سیر کو اسم مبارک هُوَ الظَّاهِرُ کی سیر کہا جاتا ہے اور اس اسمِ شریف کے مظاہر کی وضاحت آگے بخوبی آئے گی۔

④ مدرج چہارم اسماء وصفات کی تجلیات کا دائرہ ہے جس میں تجلیات ذاتیہ الٰہیہ بھی شامل ہے اور اس کو ولایتِ علیا کہتے ہیں اس میں ایک دائرہ ہے اس دائرے میں سالک کی سیر تجلیات ذاتیہ میں ہوتی ہے جو کہ تجلیات اسماء وصفات میں ملی جلی اور پوشیدہ ہے اسی لیے اس سیر کو اسم مبارک هُوَ الْبَاطِنُ کی سیر کہا جاتا ہے۔

⑤ پانچواں مدرج دائرہ تجلیات ذاتیہ الٰہیہ ہے جس کو دائرۂ کمالاتِ ثلاثہ بھی کہتے ہیں جو تین دائروں پر مشتمل ہے اس کے بعد سلوک کے راستے دو ہو جاتے ہیں۔ ایک راستہ عابدیت ومعبودیت کے طریقے سے سرا وقاتِ عظمت معبودیت صرفہ جَلَّ مَجْدُہٗ تک پہنچاتا ہے جس کو حقائق الٰہیہ کی سیر کہتے ہیں اور یہ مدرج چار دائروں پر

❶ یہ شعری مفہوم عربی اشعار کا ہے جو غالباً عہد ہارون عباسی کے مشہور شاعر ابونواس کے ہیں۔

مشتمل ہے دوسرا راستہ خلت، ومحبیت ومحبوبیت وحب صرفہ سے گزرتا ہے اور بارگاہِ کبریا ولاتعین تک پہنچاتا ہے جس کو سیر حقائق انبیا علیہم السلام کہتے ہیں اور یہ مدرج پانچ دائروں پر مشتمل ہے مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین میں سے بعض اوّل اوّل حقائق الٰہیہ کا سلوک طے کرنے کو کہتے ہیں بعدہ حقائق انبیا علیہم السلام میں لے جاتے ہیں اور بعض اس کا الٹا عمل کراتے ہیں بقولہ تعالیٰ:

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا (سورۃ البقرہ، آیت: ۱۴۸)

''ہر شخص کے لیے ایک وجہ ہے جس کو اس نے نظر میں رکھ چھوڑا ہے۔''

دونوں طریقے حضرات نقشبندیہ مجددیہ کے معمول ہیں البتہ حضرت مرزا جانِ جاناں شہید مظہر اور حضرت شاہ غلام علی قدس اللہ اسرارہما کا معمول پہلا طریقہ تھا یعنی پہلے سیر حقائق الٰہیہ بعدہ سیر حقائق انبیا سے راہِ سلوک طے کراتے تھے اور ان کے خلفاء نامدار نے اپنی تالیفات میں اسی طریقے کو مقدم رکھا ہے اسی وجہ سے فقیر مؤلف نے بھی ان ہی کا مسلک اختیار کیا ہے۔

مضائقہ نہیں گر تم بزرگوار نہ ہو
مشابہت ہی بزرگوں کی اختیار کرو

دلیل اللہ الصمد حضرت عبد الاحد وحدت قدس سرّہ لکھتے ہیں کہ عالم امر کے لطائف خمسہ کا عروج ولایت کبریٰ کے پہلے دائرے میں ہوگا جس میں تین دائرے اور ایک قوس ہوتی ہے جب اس دائرہ سے معاملہ اوپر چلتا ہے تو اصلِ اصلِ الاصل کے دائرے میں سیر پہنچتی ہے اور معاملہ اپنے نفس کے ساتھ پڑتا ہے اور نفس فنائے اتم و بقائے اکمل اور شرح صدر و اسلام حقیقی اور حصولِ اطمینان و مقام رضا میں ارتقا سے مشرف ہوگا،

اس کے بعد اگر سیر ولایتِ علیا میں ہوئی تو معاملہ تین عناصر یعنی ناری و ہوائی و آبی سے پڑے گا اور اگر اس جگہ سے بفضلِ الٰہی ترقی واقع ہوئی اور کمالات نبوت میں سیر واقع ہوئی تو معاملہ اجزائے خاکی سے پڑے گا اور اگر وہاں سے بھی ترقی پائی تو پھر کمالاتِ رسالت میں خواہ حقائق ثلاثہ یعنی حقیقت کعبہ وحقیقت قرآن وحقیقت صلوٰۃ ہیئت وحدانی کے ساتھ ساتھ جو کہ اجزائے عشرہ کا مجموعہ ہے یعنی پانچ اجزا عالم خلق کے اور پانچ عالم امر کے ان سب سے فرداً فرداً حصول کمالات کے بعد معاملہ پڑے گا اور پھر اس کے بعد معاملہ ہماری تمہاری عقل وفہم سے بالاتر ہے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ محض اپنی بے حد مہربانی سے کمالات میں سے پورا پورا حصہ عطا کرے، بے شک وہ نزدیک اور قبول کرنے والا ہے۔

حضرت مولوی غلام یحییٰ خلیفہ حضرت شمس الدین حبیب اللہ مرزا جان جاناں مظہر شہید قدس اللہ اسرارہما نے لکھا ہے وہ لطیفہ جس پر ورود فیض کا انتظار کرنا چاہیے دائرۂ امکان اور ولایتِ صغریٰ میں لطیفۂ قلب ہے اور وہ نور مجرد ہے جس کا تعلق اس گوشت کے لوتھڑے کے ساتھ ہوتا ہے جس کا نام قلب صنوبری ہے اور یہ اس قلبِ کُلّی کی اصل ہے۔ جو عالم امر سے عرش مجید کے اوپر ہے لیکن معلوم رہے کہ قلب کی طرف لحاظ رکھنے میں قلب کی نورانیت کی شکل اور رنگ کو ہرگز ملحوظ نہ رکھنا چاہیے بلکہ فقط توجہ باطنی اس کی بطور توجہ بسوئے مبدأ فیاض رہنا چاہیے جو کہ ان صفات سے منزہ ومبرّا ہے اور وہ وجہ صفت جس سے شروع میں مبدأ فیاض کو اس کے ساتھ ملحوظ رکھنا چاہیے دائرہ امکان میں ہے اس کی جامعیت جمیع صفات کمالات کو، اور ولایت صغریٰ میں ہمارے ساتھ اس کی معیت ہے جو کہ مستفاد ہے اس آیۃ کریمہ سے:

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ط (سورۃ الحدید، آیت: ۴)

''وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔''

اور ولایت کبریٰ میں آخر قوس تک وہ لطیفۂ مذکورہ لطیفہ نفس ہے جس کا مقام دماغ ہے اور وہ وجہ جو مذکور ہے دائرہ اولیٰ میں اقربیت ہے اس تعالیٰ شانہ کی ہمارے ساتھ جو مفہوم ہے اس آیۃ کریمہ سے کہ

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۝ (سورۃ ق، آیت:۱۶)

''اور ہم اس سے نزدیک تر ہیں دھڑکن کی رگ سے زیادہ۔''

اور باقی دائروں میں اسی طرح قوس میں اور اسی طرح ولایت عُلیا میں محبت کا تعلق ہمارے اور اس سبحانہٗ وتعالیٰ کے درمیان ہے اس محبت سے ہے جس کا شعور اس آیۃ کریمہ سے ہوتا ہے کہ

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (سورۃ المائدہ، آیت: ۵۴)

''وہ ان کو چاہتا ہے اور وہ اس کو چاہتے ہیں۔''

اور ولایتِ عُلیا میں لطیفہ مذکورہ عناصر ثلاثہ یعنی آب اور ہوا اور آتش ہے اور کمالاتِ نبوت میں لطیفۂ خاک اور اس سے مقامات مافوق میں اجزائے عشرہ کی ہیئت وحدانی اور کمالاتِ نبوت سے آخر سلوک تک مبدأ فیاض کو مراقبے کے وقت صفات میں سے کسی صفت سے ملاحظہ نہ کرنا چاہیے بلکہ توجہ ذات بحت کی طرف رکھنا چاہیے اور اس کی طرف آس لگانا چاہیے یہی معمول خانقاہ شمسیہ حضرت مرزا صاحب میں مؤلف (غلام یحییٰ) نے پایا ہے اور اپنے پیر و مرشد کی زبان مبارک سے بارہا سنا ہے۔''

معلوم ہو کہ حضرات مشائخ قدس اللہ اسرارہم نے مقامات قرب الٰہی کو دائروں سے تعبیر کیا ہے کیونکہ دائرہ ایسی چیز ہے کہ جس میں سمتیں نہیں ہوتی ہیں اس کا ہر مقام نیچے

اوپر دائیں بائیں ہوسکتا ہے۔ اس کی نہ ابتدا ہوتی ہے نہ انتہا اور نہیں تو جیسا کہ شاہ غلام علی قدس سرّہ نے فرمایا کہ جہاں خدا ہے وہاں دائرہ کہاں؟

کمال حسن سراپا میں دیکھئے جو کہیں
کرشمہ دامن دل کھینچ کر کہے کہ یہیں

معلوم ہو کہ مراقبات کو ذکر شریف کے ساتھ بھی کرتے ہیں اور بغیر ذکر شریف کے بھی۔ ہر حال میں نیاز مندی و عاجزی کے ساتھ مبدأ فیاض کی طرف متوجہ رہے تو انشاء اللہ فیض کا دروازہ اس ذاکر و مراقب سالک پر کھل جائے گا۔

جنسِ گراں ہے زخم دل اور تن کی لاغری
ملتی نہیں ہے قوتِ بازو سے عاشقی

مراقبے میں دو باتوں کا جاننا ضروری ہے اوّل یہ کہ فیض کہاں سے اور کس طور سے آتا ہے یعنی منشاء فیض پر نظر رہے اور دوسرے یہ کہ کس لطیفہ شریفہ پر فیض کا ورود ہوتا ہے یعنی مورد فیض کا دھیان رکھے۔ مراقبات کا بیان آگے ہے۔

روح القدس کا فیض اگر رہبری کرے
کرتے تھے جو مسیح ہر اک بھی وہی کرے

مَدرج اوّل

دائرۂ اِمکان

اس مدرج میں ایک مراقبہ ہے۔ جس کو مراقبہ احدیت صرفہ کہتے ہیں مبدأ فیاض ذات پاک احد بے چون و بے چگون ہے جو کہ جمیع کمالات سے متصف اور جمیع سمات نقائص سے مُنزّہ ہے یعنی اس میں شمہ بھر بھی عیب و نقص نہیں ہے اور اس کا نام مبارک (اللہ) ہے۔ اس کا مورد فیض لطیفہ قلب ہے یعنی فیض ذاتِ پاک احد سے لطیفہ قلب پر وارد ہوتا ہے مراقبے میں قلب کو خیالات اور وسوسوں سے محفوظ کر کے ہر وقت پوری نیاز مندی کے ساتھ ذاتِ الٰہی کی طرف متوجہ ہو اور اس تعالٰی و تقدس کے فیض کا منتظر رہے۔ یہاں تک کہ توجہ الی اللہ کا ملکہ و مشق بے خیالات کی مزاحمت کے ہو جائے، جب چار گھڑی یعنی بارہ گھنٹے تک کوئی خیال دل میں پیدا نہ ہونے پائے اور توجہ اوپر کی طرف محسوس ہو تو دائرۂ امکان طے ہو جانے کی علامت ہے اور بعض حضرات انوار کے دیکھنے کو قطع دائرہ کہتے ہیں، جذب و حضور و جمعیت و واردات و کشف اس دائرے میں واقع ہوتے ہیں۔

دائرۂ امکان
مراقبۂ احدیت صرفہ

مدرج دوم

دائرۂ ولایتِ صغریٰ

مدرج دوم میں ایک مراقبہ ہے یہاں سالک کی سیر اسماء و صفات کے دائرہ ظلال میں ہوتی ہے جو کہ تعینات عامۂ خلائق کا مبادی ہے اور یہاں سے مظاہر اسم (الظاہر) کی سیر شروع ہوتی ہے اس کا نام مراقبۂ معیت ہے جو اس آیۃ کریمہ سے مفہوم ہوتا ہے:

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ط (سورۃ الحدید، آیت: ۴)

''وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔''

منشاءِ فیض ذات پاک پروردگار ہے اس لحاظ سے کہ وہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمارے ساتھ میں ہے [1] ہمارے اجزاء کے ہر جزو کے ساتھ اور ذرّاتِ ممکنات کے ہر ذرّے کے ساتھ ہے۔ اس کا بھی موردِ فیض لطیفہ قلب ہے لیکن جذبات و حالات سارے لطیفوں کو پہنچتے ہیں اور اس کی تحصیل ضروری ہے اس مقام میں ذکر اسم ذات اور نفی و اثبات معنیٰ کا لحاظ کرتے ہوئے قلب کی طرف توجہ کے

دائرہ
ولایت صغریٰ
جو کہ
دائرۂ ظلال اسماء وصفات ہے
مراقبۂ معیت

---

[1] مترجم: و قال علیہ السلام: إِنَّ اللهَ تَعَالَىٰ يَقُولُ أَنَا مَعَ عَبْدِيْ إِذَا ذَكَرَنِيْ۔
مشکوٰۃ المصابیح، باب ذکر اللہ تعالیٰ والتقرب الیہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔ صفحہ ۱۹۹۔
الترغیب و الترھیب کتاب الذکر و الدعاء الترغیب فی الاکثار من ذکر اللہ رقم الحدیث ۴ مصطفیٰ البابی ۲/ ۳۹۴۔
الجامع الصحیح للبخاری، باب قول اللہ تعالیٰ لاتحرک بہ لسانک قدیمی کتب خانہ کراچی۔ ۲/ ۱۱۲۲۔

ساتھ کرنا بہت مفید ہے اور ذکر بے توجہ کے وسوسے سے زیادہ نہیں اس جگہ حضور و توجہ اوپر کی جانب میں حاصل ہوتی ہے اور توحید وجودی و ذوق وشوق ونعرۂ وآہ و نالہ و استغراق و بے خودی و فراموشی ماسوا سے جو کہ عبارت ہے فنائے قلب سے، متحقق ہوتی ہے واضح رہے کہ اس سبحانہٗ وتعالیٰ کی معیت کا تخیل اس لیے ہے کہ قلب جہات ستّہ کا احاطہ کر لے اور اوپر کی طرف توجہ مائل بہ اضمحلال ہو جائے اور مدرج سوم کے لیے فتح یاب ہو۔

مراقبات لطائف خمسہ

حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ اس مقام میں عالم امر کے لطائفِ خمسہ کے مراقبات کے لیے ارشاد فرماتے ہیں کہ سالک اپنے لطیفہ قلب کو قلب مبارک جناب رسالت پناہ ﷺ کے آمنے سامنے رکھ کر جناب الٰہی جل شانہٗ سے عرض کرے کہ الٰہی جو تجلی افعالی کا فیض آں سرور عالم ﷺ کے لطیفہ مبارکہ سے ابو البشر صفی اللہ حضرت آدم علیہ السلام کے لطیفۂ مبارکہ کو پہنچا ہے میرے لطیفۂ قلب میں پہنچا دے اور چاہیے کہ قلب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرات پیران سلسلۂ مبارکہ اوّل سے آخر تک جو کہ فیض کے توسط ہیں، سب کے لطیفہ ہائے قلب کو عینک کے شیشہ کے مانند ملحوظ خاطر رکھے تا کہ قوت بصر بڑھنے کا باعث ہو۔ اسی طرح لطیفہ روح کا مراقبہ کرے اور تجلی صفاتِ ثبوتیہ الٰہیہ کا فیض پروردگار سے طلب کرے (بہ توسط نبی ﷺ اور حضرت نوح وحضرت ابراہیم علیہما السلام اور پیران سلسلہ کے توسط سے) کہ آں سرور دین و دنیا رحمۃ للعالمین کے لطیفہ مبارک سے میری روح کو پہنچائے۔

پھر اسی طرح مراقبہ سر میں شیونات ذاتیہ الٰہیہ کی تجلیات کے فیض کو طلب کرے بہ توسط نبی ﷺ وحضرت موسیٰ علیہ السلام و پیرانِ سلسلہ،

پھر اسی طرح مراقبہ خفی میں صفاتِ سلبیہ الٰہیہ کی تجلیات کے فیض کو طلب کرے بہ توسط نبی ﷺ و حضرت عیسیٰ علیہ السلام و پیران سلسلہ۔

اور آخر میں مراقبہ اخفی میں شان جامع کی تجلیات کے فیض کو طلب کرے براہِ راست بہ توسط حضرت سید الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ۔

ہر لطیفے کے مراقبے میں توجہ حضرت رسالت پناہی ﷺ کی طرف رکھے تاکہ مناسبت اور التفات آنحضرت ﷺ سے ظاہر ہو۔ (حضرت شاہ صاحب کی عبارت خاتمہ پر نقل کی جائے گی۔)

اگرچہ اس دائرے میں جو کہ دائرۂ ظلال ہے ولایاتِ لطائف خمسہ کمال کو پہنچ جاتی ہیں کیونکہ لطائف خمسہ کے اصول عالم امر سے پرواز کر کے اپنے اصول میں دائرۂ ظلال کے اندر فانی مستہلک ہو جاتے ہیں لیکن انتہائے کمال کو اس وقت پہنچتے ہیں جبکہ اصولِ اصول سے جو کہ تجلیات اسماء و صفات واجبی کا دائرہ ہے اس سے جاملیں اور وہاں مستہلک و فانی ہو جائیں اور وہ ولایتِ کبریٰ کے دائروں میں سے دائرۂ اولیٰ میں نصیب ہوگا۔

میں گدائے میکدہ ہی سہی پر بوقتِ مستی
چلیں حکم پر ستارے، ہو فلک پہ حکمرانی

تذئیل یعنی رفعِ شکوک

عارف پاک طبیعت حضرت محمد نعیم معروف بہ مسکین شاہ حیدر آبادی جو خلیفہ ہیں حضرت شاہ سعد اللہ حیدر آبادی کے اور وہ خلیفہ تھے مرشد عالم حضرت شاہ غلام علی دہلوی و حضرت شاہ ابوسعید فاروقی قدس اللہ اسرارہم کے انہوں نے اپنی کتاب مجموعۂ رسائل جس

کا نام لذاتِ مسکین ہے ۱۳۱۱ھ میں لکھی اور جو ۱۳۱۲ھ میں حیدر آباد میں طبع ہوئی اس میں مراقبۂ معیت میں مورد فیض کی نسبت لکھتے ہیں (یعنی اس کے جزوِ رسالہ ارشاد یہ ہیں)

''موردِ فیضان اس مراقبۂ معیت میں لطیفۂ قالب ہے۔''

فقیر مؤلّف کے جد امجد کے برادرِ کلاں حضرت شاہ عبد الرشید [1] قدس اللہ اسرارہما نے مدینہ طیبہ سے (علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتحیۃ) جناب مسکین کو تحریر فرمایا کہ آپ نے اپنے رسالے میں مورد فیض مراقبۂ معیت میں قالب کو لکھا ہے اور لطیفہ نفس کا رنگ سفیدی مائل تحریر کیا ہے۔'' مگر حضرت امامِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر اب تک اس طریقہ کے سب بزرگوں سے ایک دوسرے کو جو درسِ سلوک پہنچا ہے اس کی رُو سے مورد فیض مراقبۂ معیت میں قلب یعنی دل معلوم ہوتا ہے اور لطیفہ نفس کا نور بے کیف، اسی طرح دست بدست ارشاد ہوتا چلا آیا ہے اور طریقت میں حضرت مجدد کے خلاف کرنا تبدیل طریقہ کا باعث ہے اور اکابر کی مرضی کے خلاف ہے۔ لہٰذا التماس ہے کہ اگر اپنے رسالے کو فقیر (شاہ عبد الرشید قدس سرّہ) کے جد امجد کے رسالے اور شاہ روف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہما جو کہ آپ کے پاس ہوں گے مقابلہ کر کے جو بات اپنے اس رسالہ میں خلاف اور احوال حضرت مجدد کے موافق ہو مطابق کر لیں نور علیٰ نور اور استقامت طریقہ کا باعث ہوگا۔'' (انتہیٰ کلامہ)

اس پر حضرت مسکین نے جواب میں لکھا کہ

''خادم نے مکتوبات شریف کو جسے حرزِ جان بنا رکھا ہے بغور مطالعہ کیا ہے

---

[1] شاہ عبد الرشید قدس سرّہ فرزند اکبر شاہ احمد سعید فاروقی از زوجہ اولیٰ متولد لکھنؤ ۱۲۳۷ھ متوفی و مدفون ۱۲۸۷ھ مدینہ منورہ۔

کہیں بھی مورد فیض مراقبۂ معیت میں قلب کو نہیں پایا اور حضرت ابو سعید صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے کی عبارت بھی یہی ہے اور علامت قلب کے دائرۂ ولایت صغریٰ میں ہونے کی یہ وجہ ہے کہ توجہ فوق مضمحل ہو کر شش جہت کا احاطہ کر لیتی ہے اور معیت بے چون حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کو ادراک بے چوں کے ساتھ اپنے اور تمام عالم کے محیط دیکھتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مراقبۂ احدیت میں قلب اصل اور قالب فرع یعنی شاخ ہے اور مراقبۂ معیت میں اس کے برعکس ہے جو کچھ قلب کو پہنچتا ہے قالب کے طفیل سے پہنچتا ہے، پس قالب کی خوبی کی کیا تشریح کی جائے کہ تقریر و تحریر سے باہر ہے یہ قالب کی خوبی ہے کہ

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤمِنِیْنَ۔

''نماز مومنوں کی معراج ہے۔''

کا تاج سر پر رکھا اور شرف بصیرت بنا کر رویت اخروی کا خلعت بدن میں پہنایا۔ اصل عالم کبیر یہی ہے جس نے منصہ خلافت پر ظہور فرمایا ہے اور حضرت روف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے کی عبارت بھی یہی ہے۔ معلوم ہو کہ اس مقام میں مراقبہ معیت کرتے ہیں۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ط (سورۃ الحدید، آیت: ۴) یعنی اس کا مفہوم ملحوظ رکھیں کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اس کی معیت ہمارے ہر لطیفے کے ساتھ ہے اور ہمارے جسم کے بال بال کے ساتھ بلکہ ذرّات جہاں کے

ہر ذرّے کے ساتھ ہے (اس طرح) متوجہ ہوں اور ذکر اسم ذات ونفی و اثبات معیت کے لحاظ کے ساتھ کرتے ہیں۔ حق کی معیت خلق کے ساتھ نص سے ثابت ہے مگر علماء علمی معیت کہتے ہیں اور صوفیا معیتِ ذاتی، اس میں شک وتردد نہ کرنا چاہیے اور یہی لحاظ رکھنا چاہیے کہ حق تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے وہ معیت جو اس کے سزاوار ہے اور نص قرآنی اس پر ناطق ہے۔"

اس عبارت سے مورد فیض مراقبۂ معیت کا قالب ہے بلکہ تمام ممکنات مفہوم ہوتا ہے اس لیے کہ معیت عام اور مورد فیض خاص مقصود نہ ہو بلکہ اس معانی کے ضمن میں نص قرآنی کے خلاف ظاہر ہوتا ہے اور خادم نے لطیفہ نفس کے نور کو جو سفیدی مائل لکھا ہے وہ لطیفہ نفس اجزائے قالب سے ہے کہ منشاء فیض اس کا بھی مراقبۂ معیت ہے تزکیۂ وتصفیہ کے بعد ایسی قابلیت پیدا کر لیتا ہے کہ مراقبہ اقربیت کا مورد فیض ہو جاتا ہے اور اس وقت میں بے کیفی سے تعلق رکھتا ہے اور ابتداء سے مائل بہ وسط ہو جاتا ہے۔ خادم نے جو رسالہ لکھا ہے اس طریقے کے مبتدیوں کے خیال سے لکھا ہے پس جو تحریر وتقریر اس میں واقع ہوئی ہے وہ مبتدیوں کے احوال کے مناسب سمجھی ہے علاوہ اس کے خادم نے پیر دستگیر حضرت شاہ سعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وقدس سرہ العزیز جو کہ قطب الاقطاب وفرد الافراد حضرت شاہ غلام علی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ بیعت و ارادت کے باوجود آپ کے جد امجد عالی جناب کے تربیت یافتہ تھے۔ ان سے فیض مراقبۂ معیت قالب پر سیکھا ہے اس کے بعد بھی جناب عالی کا جیسا حکم ہو بہ سر و چشم اس پر عمل کیا جائے گا۔ بندے کو کیا عذر ہو سکتا ہے۔ سوائے بندگی کے چارہ نہیں۔

غلام کیا کرے گر حکم پر نہ سر کو جھکائے
نہیں ہے گیند کو بلّے سے عاجزی کے سوائے

''یہ ہے جو حضرت مسکین نے لکھا ہے اس کو ان کے مجموعۂ رسائل کے تیسرے جزو میں بہ سلسلۂ مکتوبات دیکھ سکتے ہیں۔''

اس رسالہ (مدارج الخیر) کا فقیر مولف عفی اللہ عنہ واصلح احوالہ کہتا ہے کہ جناب مسکین نے حضرت شاہ ابوسعید قدس سرّہ کے رسالے کا مطالعہ کیا ہے اور اپنی فکر و توجہ تمام تر حضرت کے قول: ''شش جہت کا احاطہ کرتا ہے اور اپنے اوپر اور تمام عالم پر محیط دیکھتا ہے۔'' پر مصروف رکھ کر استدلال کیا ہے کہ ''جب معیت عام ہوتی ہے تو اس کے مورد خاص متصور نہیں ہوتا۔'' اگر وہ حضرت شاہ ابوسعید قدس سرّہ کی پوری عبارت کا بغور مطالعہ کر لیتے تو حضرت شاہ عبدالرشید قدس سرّہ کی نصیحت قبول کر لیتے اور استدلال کی زحمت نہ اٹھاتے حالانکہ اس میں بھی بات پوری و موافق نہیں ٹھہرتی۔ یہ علم شریف استدلالی نہیں ہے اگر اس میں دلیل کو دخل ہوتا تو انوار و لطائف کے رنگوں پر کیا دلیل ہو گی۔ بلکہ خود لطائف اور ان کے محل وقوع میں کیا کہا جائے گا؟ یہ علم شریف وہبی اور عطائی ہے جس کے بیان پر حضرت مجدد قدس سرہ مامور ہوئے جو کچھ ان سے ثابت ہے سچ تو یہ ہے کہ وہی درست ہے۔

حرام کی ہے اگر بات تو بجا سمجھو
جو قول کا ہو دھنی اس کا سچ کہا مانو

جو عبارت حضرت مسکین نے نقل کی ہے اس عبارت سے پہلے یوں تحریر ہے:

اور علامت دائرہ ولایت صغریٰ میں قلب کے پہنچنے کی یہ ہے۔ حضرت نے یہاں پر قلب کی صراحت فرمائی ہے اور انہوں نے معیت اس سبحانہٗ وتعالیٰ کی اپنے اور

تمام لطائف اور ذرّات ممکنات کے ہر ذرّے کے ساتھ ملاحظہ کی وجہ بیان کی ہے کہ دائرہ امکان میں قلب کی توجہ اوپر کو رہے، جب قلب پروردگار کی معیت کا ادراک تمام اشیا کے ساتھ کرتا ہے تو توجہ فوق مضمحل ہو کر شش جہات کا احاطہ کر لے گی اور سر معیت وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ (سورۃ الحدید، آیت: ۴) کو پہنچ جائے گا کہاں ادراک کرنا قلب کا شش جہات کو اور کہاں قالب کو مورد فیض بنانا؟ روز روشن میں آفتاب کی روشنی سے تمام عالم منور رہتا ہے اور بند کمرے میں جس میں کوئی جھروکہ بھی نہ ہو روز روشن میں اندھیرا ہوتا ہے۔ اس کمرے کی چھت میں اگر کوئی سوراخ پیدا ہو جائے تو البتہ آفتاب عالمتاب کی روشنی اس سوراخ سے داخل ہو گی اور کمرے کے ظلمت کدہ میں وہ روشنی مثل ایک مینار یا ستون کے نظر آئے گی۔ اگر دیکھنے والا کسی طرح اس سوراخ تک خود کو پہنچا لے اور اس کی نگاہ عالم نورانی پر پڑے اس وقت وہ مینارۂ نور یا ستون اس کی نظر سے پوشیدہ ہو جائے گا اور وہ بخوبی پہچان جائے گا کہ آفتاب کے نور نے تمام اشیا کو روشن کر دیا ہے کمرے کا اندھیرا اس میں کھڑکی دروازہ نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ یہی حال جسم خاکی میں انسان کے قلب کا ہے کہ غفلتوں کی کدورت اور گناہوں کی تاریکیوں سے اپنی نورانیت اور صفائی قلب کو کھو بیٹھا ہے اور اس مثال مذکورہ بالا کے بند کمرے کی طرح گھپ اندھیرا ہو گیا جس میں کوئی جھروکہ تک نہ ہو، احمد و ترمذی و حاکم (بعد کے ہر دو) نے اسے صحیح کہا ہے اور نسائی و ابن ماجہ و ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اَذْنَبَ ذَنْبًا نُكِتَتْ فِيْ قَلْبِهٖ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فَاِنْ تَابَ وَنَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ صَقَلَ قَلْبُهٗ وَاِنْ عَادَ زَادَتْ حَتّٰى تَعْلُوَ

قَلْبُهُ فَذَالِكَ الرَّانُ الَّذِیْ ذَکَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی الْقُرانِ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ①

''بے شک بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب میں ایک سیاہ نشان پڑ جاتا ہے پس اگر اس نے توبہ کر لی اور چھوڑ دیا گناہ کو اور معافی چاہی تو اس کا قلب صاف ہو جاتا ہے اور اگر گناہ کا عادی ہو گیا تو وہ سیاہ نشان بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے قلب پر چھا جاتا ہے۔''

پس یہی وہ رَانَ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی اس آیۃ میں فرمایا ہے کہ ''کوئی نہیں پر زنگ پکڑ گیا اِن کے دلوں پر وہ جو کچھ کماتے تھے۔''

(سورۃ المطففین، آیت: ۱۴)

جب طالب حق پیر و مرشد کے دست حق پرست پر صدق دل سے توبہ و استغفار کرتا ہے اور وہ اپنے قلب کو پاک پروردگار جل شانہٗ وعم اِحسانہٗ کے ذکر شریف میں مصروف رکھتا ہے تو وہ رحیم مطلق غفلت اور ظلمت کے پردوں کو ایک ایک کر کے دور کر دیتا ہے اور دل کے خلوت خانہ میں نور کا ایک روشندان کھول دیتا ہے اس وقت سالک نور کا مینارہ یا ستون سا دیکھتا ہے جس کو ہمارے حضرات قدس اللہ اسرارہم فتح باب کہتے ہیں۔ جب لطیفہ شریفہ اپنی اصل سے جا ملتا ہے جو کہ عالم امر میں عرش کے اوپر ہے دیکھتا ہے کہ یہ نور نہ صرف اس کے خلوت خانۂ دل کو ہی اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے بلکہ تمام عالم کو محیط ہے۔

① مشکوٰۃ المصابیح، باب الاستغفار والتوبۃ قدیمی کتب خانہ کراچی، صفحہ ۲۰۴
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت۔ ۲/۲۹۷۔
سنن ابن ماجۃ باب ذکر الذنوب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔ صفحہ ۳۲۳۔

دیکھو جمالِ دوست کھلے چشم دل اگر
ہر وقت ہر جگہ وہی ہر سو ہے جلوہ گر

مدار کار قلب پر ہے جو کہ اصل حقیقت ہے قلب کلی کا جس کو قلب کبیر اور حقیقت جامعہ انسانی کہتے ہیں جیسا کہ اس کا بیان لطائف عشرہ میں گزر چکا ہے لہٰذا اگر ابتدائے ذکر ہے تو لطیفۂ قلب سے اگر نفی و اثبات میں ضرب ہے تو قلب پر اگر یازدہ اصول کی وضع ہیں تو استقامت قلب کے لیے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت مجدد کے فرزندانِ گرامی قدس اللہ اسرارہم عالم امر کے لطائف خمسہ میں سے قلب پر اکتفا کرتے تھے۔

رہ خدا کی ہیں دو منزلیں وہی قبلہ
ہے ایک کعبۂ صورت تو دل ہے اک کعبہ
اگر ہو تم کو میسر کرو زیارتِ دل
ہزار کعبوں کا کعبہ ہے ایک دل قبلہ

حضرات کرام نے صاف صاف لکھا ہے کہ کارخانہ قلب دائرۂ ولایتِ صغریٰ میں تکمیل پاتا ہے۔ چنانچہ شاہ ابوسعید قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ دائرہ ولایتِ صغریٰ میں قلب کے پہنچنے کی علامت یہ ہے۔'' اور حضرت شاہ غلام علی قدس سرّہٗ نویں مکتوب میں لکھتے ہیں۔ اوّل اسم ذات پھر نفی و اثبات مذکورہ لحاظ کے ساتھ پھر محض وقوف قلبی اور کبھی صورت مرشد پیش نگاہ رکھنا اور ہر ذکر میں یہ صورت نظر میں رکھنا مفید تر ہوتا ہے اور قلب کی توجہ کے ساتھ کبھی کبھی مراقبہ احدیت و مراقبۂ معیت اور کبھی لطیفہ فوقانی سے مراقبۂ اقربیت اور کبھی مراقبۂ محبت یہ ہے اس خاندان کا طریقہ (الخ) اور ان ہی حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ ایضاح الطریقہ میں تحریر فرمایا ہے کہ قلب کا معاملہ پورا ہو چکنے کے بعد

لطیفہ نفس کی تہذیب جس کا مقام حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کے نزدیک پیشانی ہے، کی جاتی ہے اور علم تمامی مقام قلب کا جو کہ ولایتِ صغریٰ ہے ارباب کشف و معرفت کو آسان ہے۔'' اور حضرت غلام یحییٰ خلیفہ اجل حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید قدس اللہ اسرار ہما جنہوں نے اپنے پیر و مرشد کی زندگی میں وفات پائی ہے اس سے بھی زیادہ واضح طور پر لکھا ہے کہ وہ لطیفہ جس پر ورود فیض کا انتظار کرنا چاہیے دائرہ امکان اور ولایتِ صغریٰ میں لطیفہٴ قلب ہے۔ (الخ)

اس لیے تصریحات کو چھوڑ کر مستفادات کے پیچھے پڑنا یقیناً اشتباہ کا باعث ہوگا اور یہ جو حضرت مسکین نے عموم معیت اور خصوص مورد کی بحث فرمائی ہے تو غالباً انہوں نے اصول فقہ کا مراجعہ نہیں کیا ہے۔ اصول میں اَلْعَامُ الَّذِیْ اُرِیْدُ بِهٖ الْخُصُوْصُ عام وہ ہے جس سے خاص مراد ہو، کی مستقبل بحث آتی ہے جیسے قال اللہ تعالیٰ قَالَ لَھُمُ النَّاسُ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ کہا ان سے لوگوں نے (اور) مراد ہے نعیم ابن مسعود سے۔ یا۔

وَ قَالَ عَزَّوَجَلَّ: اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ (سورۃ النساء، آیت: ۵۴)

''یا حسد کرتے ہیں وہ لوگوں پر یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر۔''

اسی کے ساتھ فقیر مؤلف کہتا ہے کہ پروردگار جلّ شانہٗ کا وہ کونسا وصف ہے جس میں عمومیت نہ ہو مثلاً بندہ دعا میں کہتا ہے:

یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اِرْحَمْنِیْ

''اے بڑے رحم کرنے والے مجھ پر رحم فرما۔''

یَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ اِغْفِرْلِیْ

''اے بہت معاف کرنے والے مجھے معاف کر دے۔''

یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ اِقْضِ حَاجَتِیْ

''اے ضرورتیں پوری کرنے والے میری ضرورت پوری کر دے۔

یَا مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قَلْبِیْ عَلٰی طَاعَتِكَ

''اے دلوں پر تصرف رکھنے والے میرے دل کو اپنی طاعت پر پھیر دے۔''

کریما کہ خوانِ کرم سے ترے
مجوس و مسیحی کو روزی ملے
ہو کیوں دوست محروم شاہِ کرم
ہے جب دشمنوں پر نگاہِ کرم

اور یہ جو حضرت مسکین نے اپنے ارشاد مرشد کے بارے میں لکھا ہے تو معلوم رہے شاہ غلام علی قدس سرّہ بیاسی سال کی عمر میں رحلت فرمائے خلد بریں ہوئے، بڑھاپے اور ذکر وفکر و مراقبے کی کثرت کی وجہ سے آخری چند سالوں میں کمزوری بہت ہو گئی تھی چنانچہ ارشاد فرمایا ہے کہ

''اب میں ضعیف ہو گیا ہوں۔ پہلے مسجد جامع شاہ جہاں آباد میں حوض کا آب تلخ پیتا تھا۔ دس پارے کلام مجید کے پڑھتا تھا۔ دس ہزار نفی و اثبات کرتا تھا۔ نسبت باطن اتنی قوی تھی کہ تمام مسجد پُر نور ہو جاتی تھی اور اسی طرح جس گلی سے بھی گزر ہوا کرتا تھا۔ اگر کسی بزرگ کے مزار پر جاتا تو اس کی نسبت پست ہو جاتی تھی تو میں خود اپنے کو پست کر کے ان بزرگ کی تواضع کرتا تھا۔''

اور فرماتے تھے:

میں گرچہ پیر خستہ ہوا ناتواں ہوا
جب گلعذار دوست کو دیکھا جواں ہوا

اور پھر پوری قوت کے ساتھ توجہ دیتے تھے وہ لوگ جو کہ ان آخری چند برسوں میں ان کی خدمت میں پہنچے ہیں اگرچہ بیعت ان ہی سے ہوئے اور ان کے حلقہ توجہ میں شریک رہے ہیں اور انہوں نے بھی ان لوگوں پر توجہ مبذول رکھی ہے لیکن وہ یعنی حضرت شاہ صاحب موصوف قدس سرہٗ ان لوگوں کو اپنے خلفائے گرامی کے سپرد کر دیتے تھے۔ جیسے حضرت شاہ ابوسعید دہلوی، حضرت شاہ روف احمد بھوپالی، حضرت شاہ احمد سعید صاحب دہلوی حضرت شاہ بشارت اللہ صاحب بہرائچی [1] حضرت عبد الغفور صاحب خورجوی [2] قدس اللہ اسرارہم، وغیرہ۔

چنانچہ جناب مسکین کے پیر و مرشد نے شاہ ابوسعید قدس اللہ اسرارہما سے تربیت پائی ہے۔ ان حضرات کی حاضری حلقہ درس میں کمتر رہی ہے اس لیے اگر ان لوگوں سے کسی حکم کے استنباط میں کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو کوئی عجیب بات نہیں ہے اگر جناب مسکین نے یہ قول حضرت سعد اللہ صاحب قدس سرّہ سے نقل کیا ہے تو بعض دیگر سے جو کہ شاہ غلام علی قدس سرّہ کے دورِ آخر کے خلفا میں سے ہوئے ہیں ان کے خلفا نے بعض ایسے اقوال نقل کیے ہیں جن کی وجہِ صحت حضرات کے کلام سے نہیں ملتی۔ واللہ اعلم۔

---

[1] شاہ بشارت اللہ بہرائچی متوفی ۱۲۵۴ھ داماد حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچی خلیفہ حضرت مرزا صاحب قدس اللہ اسرارہم۔

[2] شاہ عبد الغفور خورجوی خلیفہ شاہ غلام علی صاحب قدس اللہ اسرارہم۔

مدرج سوم

دائرۂ ولایتِ کبریٰ

اس مدرج میں اسماء وصفات وشیونات الٰہیہ کی تجلیّات میں سیر حاصل ہوتی ہے۔ ولایتِ صغریٰ، ولایتِ اولیاء اور دائرہ ظلال تھا جو سُکر وتوحید وجودی کا مقام تھا وہاں مراقبۂ معیت کرتے تھے کیونکہ غایت معیت مشعرِ اتحاد ہوتا ہے۔

اور یہ مدرج ولایتِ کبریٰ، ولایتِ انبیاء کا ہے یعنی وہ سروران علیہم السلام جب اس مقام پر پہنچتے تھے تو ان کی نبوت ظاہر ہوتی تھی۔ [1] اور یہ ولایت حضرات انبیاء کے تعینات کی مبادی ہے۔ یہاں نہ ظل کا اثر ہے نہ سُکر کا، اس مقام پر توحیدِ شہودی منکشف ہوتی ہے۔ یہاں ابتدا مراقبۂ اقربیت سے ہوتی ہے جو دوئی کو مشعر ہوتی ہے۔ اقربیت کا کمال دوئی میں ہے جب سالک مقام اقربیت پر فائز ہو گیا تو شاہراہِ محبت میں قدم رکھتا ہے اور اس محبت سے جس میں اسماء وصفات وشیونات کا دخل ہوتا ہے اس سے گزر کر خود کو محبت ذاتیہ تک پہنچاتا ہے اس وقت نفس امارہ ولوامہ راضیہ ومطمئنہ ہو کر تختِ صدر پر ارتقا کر جاتا ہے۔
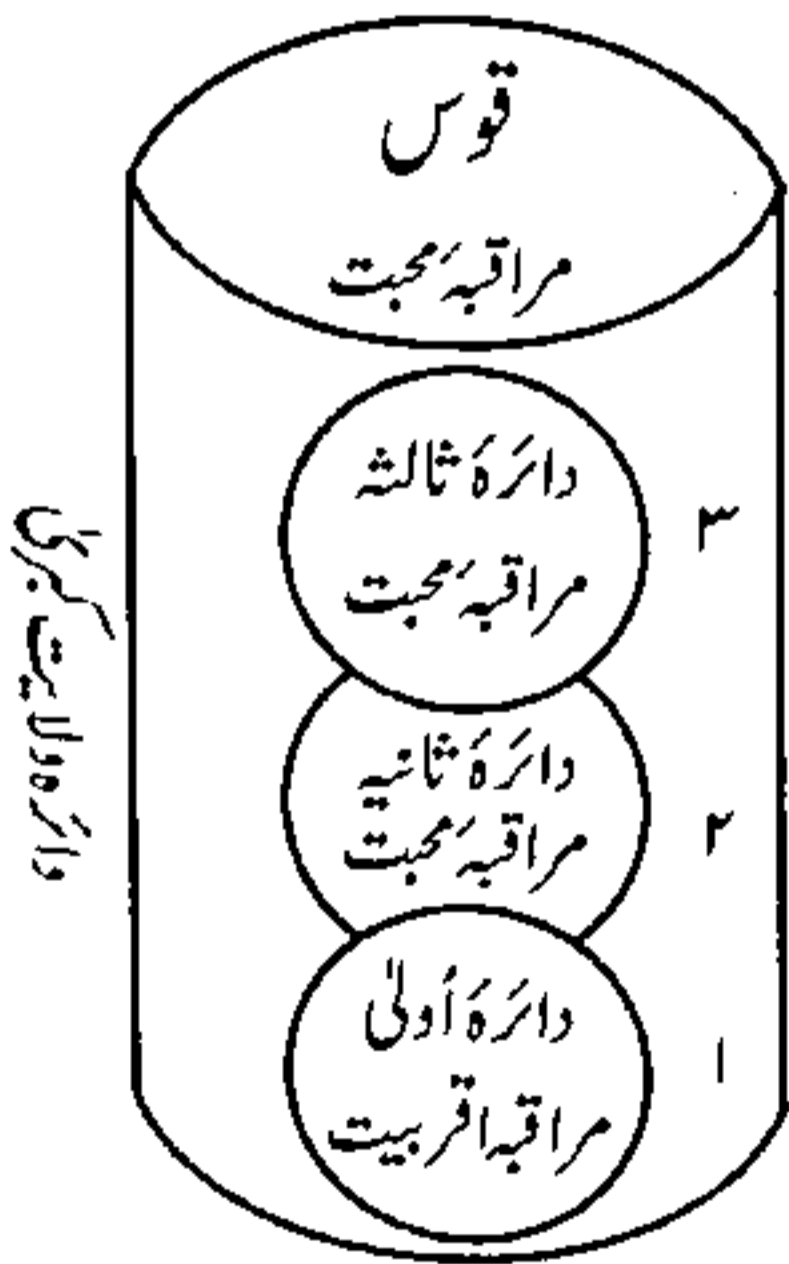
---

[1] حضرت مرشدی شاہ زید دام فیوضہم نے فرمایا کہ یہ نکتہ حضرت شاہ ابوالخیر قدس سرہٗ نے اپنے ایک خلیفہ سے بیان فرمایا تھا جو افغانستان کے جیّد عالم تھے۔

معلوم ہو کہ ولایت علیا میں تین دائرے اور ایک قوس ہے۔ دائرۂ اولی میں مراقبۂ اقربیت ہوتا ہے یعنی مفہوم آیۂ کریمہ:

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ○ (سورۃ ق، آیت:۱۶)

''ہم اس کی طرف شہ رگ سے بھی قریب تر ہیں۔''

اس میں فیض وارد ہوتا ہے اس ذات پاک سے جو ہم سے رگِ جان سے قریب تر ہے۔

ہے مجھ سے تو محبوب نزدیک تر
تعجب ہے اس سے رہوں بے خبر
کروں کیا، کہوں کس سے، رنجور ہوں
ہے آغوش میں یار مہجور ہوں

اور مورد فیض اصالتاً لطیفہ نفس ہے اور لطائف خمسہ اس کی تابعیت میں مستفید و مستفیض ہو رہے ہیں۔ اس جگہ لطائف خمسہ کو عروج تام حاصل ہوتا ہے۔ اس دائرے کے نچلے آدھے میں سیر تجلیات اسماء وصفات میں زیادہ نصیب ہوتی ہے اور اوپری آدھے میں سیر تجلیات شیونات و اعتبارات کی ہوتی ہے دوسرے دائرے میں نیز تیسرے دائرے اور قوس میں مراقبۂ محبت کرتے ہیں اور مفہوم آیۂ کریمہ یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ کو ملحوظ رکھتے ہیں یعنی فیض وارد ہوتا ہے اس ذات پاک سے جو مجھے دوست رکھتی ہے اور میں اسے چاہتا ہوں یعنی میرے اور اس کے درمیان محبت کا تعلق ہے میرے لطیفۂ نفس پر مورد فیض ان دو دائروں اور قوس میں لطیفہ نفس ہے جو کہ پیشانی میں قرار پایا ہے۔

معلوم رہے کہ دوسرا دائرہ پہلے دائرے کی اصل ہے اور تیسرا دائرہ دوسرے کی اصل ہے اور قوس تیسرے دائرے کی اصل ہے لہٰذا مراقبہ کرنے میں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے دوسرے دائرے میں یہ لحاظ کرے کہ میرے لطیفہ انا پر ''فیض وارد ہوتا ہے

اس ذات پاک سے کہ میرے اس کے درمیان محبت کا تعلق ہے وہ مجھے چاہتا ہے اور میں اس کو چاہتا ہوں اس دائرے سے جو اصل ہے پہلے دائرے کی یعنی اسماء و صفات کی تجلیات کا دائرہ اور تیسرے دائرے میں لحاظ کرے کہ ورود فیض ہے اس دائرے سے جو اصل ہے جو اصل الاصل ہے دائرہ تجلیّات اسماء و صفات کا۔ اور قوس میں لحاظ کرے کہ قوس سے ورود فیض ہے جو تیسرے دائرے کی اصل ہے۔

اور مراقبے کا طریقہ دائرہ دوم و سوم اور قوس میں یہ ہے کہ خود کو اپنے خیال میں دائرہ یا قوس میں داخل کرے وہ دائرہ بمنزلہ قرص آفتاب کے اور قوس بمنزلہ نیم قرص کے سالک پر منکشف ہوتا ہے۔ جتنے حصے کی سیر طے ہو جاتی ہے اتنا حصہ دائرہ یا قرص آفتابی کا نورانی ظاہر ہوتا ہے باقی حصہ گہن لگے ہوئے حصۂ آفتاب کی طرح بے نور رہتا ہے۔ چونکہ ولایتِ کبریٰ کی ابتدا سے مورد فیض لطیفہ نفس پر ہوتا ہے لہٰذا فیض باطن کا معاملہ دماغ سے تعلق رکھتا ہے اور جب تک معاملۂ فیض دماغ سے تعلق رکھے تو جاننا چاہیے کہ ولایت کبریٰ کا معاملہ ابھی انجام کو نہیں پہنچا ہے۔ جب نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے اور چون و چرا قضا کے احکام سے ختم ہو جاتا ہے تو مقام رضا پر ارتقا کر کے سالک ایوانِ صدر میں بیٹھتا ہے، تب جاننا چاہیے کہ ولایت کبریٰ کی سیر پوری ہو گئی، اس وقت میں شرح صدر حاصل ہوتا ہے اور سینہ اس قدر کشادہ ہو جاتا ہے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا، البتہ اتنا جانتے رہنا چاہیے کہ اگرچہ قطع ولایتِ کبریٰ سے لطیفہ نفس کا تزکیہ حاصل ہوتا ہے اور رزیل خصلتیں حسنات سے بدل جاتی ہیں لیکن دناءت وتلون و کبر و رعونت جو کہ عناصرِ اربعہ سے پیدا ہیں ابھی ان کا پورا پورا دفعیہ مشکل ہے جب تک کہ عناصرِ اربعہ کا تزکیہ حاصل نہ ہو چنانچہ عناصر باد و آب و آتش تینوں کا تزکیہ ولایتِ کبریٰ میں جو کہ ولایتِ ملاء اعلا ہے ہوگا، اور عنصر خاکی کا

تزکیہ دائرہ تجلیات ذاتیہ اور دائرہ کمالات نبوت میں ہوتا ہے کیونکہ لطیفۂ نفس بمنزلہ خلاصہ اور نچوڑ کے ہے عناصر اربعہ کا جیسا کہ پہلے مذکور ہوا، پس تزکیۂ نفس پورے طور پر دائرہ کمالات نبوت کے قطع ہونے کے بعد حاصل ہوگا۔ حضرت عبید اللہ احرار قدس سرّہٗ نے فرمایا اَنَا الْحَقّ کہنا آسان ہے اور انا کو دور کرنا مشکل ہے یہ قول لطیفۂ نفس کے فنائے کامل کو ظاہر کرتا ہے۔ اس ولایت میں سیر پوری کر لینے کے بعد مظاہر اسم ھُوَ الظَّاھِرُ کی سیر انتہا کو پہنچتی ہے۔ حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ نے اس مقام پر اسم ھُوَ الظَّاھِرُ کے مراقبے کو فرمایا ہے تاکہ سالک اس اسم شریف کے مظاہر سے بہ تمام وکمال مستفید ہو سکے اور معلوم رہے کہ اس ولایت میں تہلیل لسانی یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ زبانی کہنا معنی کے لحاظ کے ساتھ اور توجہ قلب بطرف اس سبحانہٗ وتعالیٰ کے بہت مفید ہے۔

مُراقبۂ اسم اَلظَّاھِرُ

اس میں منشاء فیض وہ ذات پاک ہے جس کے اسماء مبارکہ میں سے ایک نام مبارک اَلظَّاھِرُ ہے اور اس کا مورد فیض لطیفۂ نفس مع لطائف خمسہ کے ہے اس مراقبے میں سیر اسماء وصفات کی تجلیات میں ہوتی ہے بغیر ملاحظہ ذات تعالت وتقدست کے، اس مراقبے کے بعد بعض حضرات مراقبۂ شرح صدر کو فرماتے ہیں بغرض استفادہ اس کا بیان حسب ذیل ہے۔

مراقبۂ شرحِ صدر

طالب اپنے سینے کو جناب رسالت مآب ﷺ کے سینۂ مبارک کے آمنے سامنے (تصور وخیال میں) رکھ کر جناب الٰہی میں عرض کرے کہ الٰہی فیض انشراح صدر مبارک آں سرور ﷺ کا میرے سینے میں پہنچا دے اور سورہ اَلَمْ نَشْرَحْ پوری پڑھے۔

مدرج چہارم

دائرۂ ولایتِ عُلیَا

ولایتِ عُلیَا کا دوسرا نام ولایتِ ملاء اعلیٰ ہے اور اس ولایت میں ایک دائرہ ہے اور وہ دائرہ مبادی تعینات ہے ملائکہ کرام کا (علیہم السلام)۔ اس مقام میں سیر اسماء وصفات الٰہیہ جل مجدہ کی تجلیات کی ہوتی ہے جو کہ کبھی تجلیات ذاتیۂ الٰہیہ میں بھی مشہود ہوتی ہے۔ جب سالک اس دائرے میں قدم رکھتا ہے تو یہ دائرہ سورج کی کرنوں کی دھاریوں کے مثل ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت واجبی کے اسماء و صفات اس دائرے کو گھیرے ہوئے ہیں لیکن کبھی کبھی اس دائرے کی دھاریاں بھی مشاہدہ ہوتی ہیں اور کمال بے رنگی میں ظاہر ہوتی ہیں، رفتہ رفتہ وہ شعاعی دھاریاں غائب ہوتی جاتی ہیں پھر وہی رشتہ محبت جس نے کہ ولایتِ کبریٰ کے دو نیم دائروں میں سالک کو اوج رضا تک پہنچایا تھا یہاں بھی سالک کو تجلیات اسماء وصفات کے پردوں سے تجلیات ذات کے نگار خانے تک کشاں کشاں پہنچا دیتا ہے۔

دائرہ
ولایتِ علیا
مراقبۂ محبت

مجھ سے چھٹک چھٹک کر جلوے لٹا رہے ہو
لَو شمع دل کی بھاؤ اپنا بڑھا رہے ہو

حضرت شاہ غلام علی قدس سرّہ نے اپنے نوّویں (۹۰) مکتوب میں لکھا ہے۔ دائرہ

دوم وغیرہ (ولایت کبریٰ کے) جو نگرانی توجہ جانب فوق متوہم ہوتی تھی اب یہاں اس کا ادراک نہیں ہوتا کیونکہ صاحب توجہ کا نفس فنا ہو چکا تو نگراں کون ہو، یہاں پر مطمئنہ تخت صدر پر ارتقا پاتا ہے اور صدر کو ادراک انجذاب کا ہوتا ہے اس مقام میں مراقبۂ حضرت ذاتیہ من حیث المحبت: يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ ولایتِ عُلیا تک کرتے ہیں جو مقامات قرب سے تعبیر ہے اور جسے مرتبہ بے چونی و تنزیہ حاصل اور جس کا مشاہدہ عالم مثال میں ہوتا ہے اور جسے دائرہ مناسب کے ساتھ دیکھتے ہیں ورنہ جہاں خدا ہے وہاں دائرہ کہاں؟ ولایت کبریٰ اور اسم هُوَ الظَّاهِرُ کی سیر پوری کرنے کے بعد سیر و سلوک ولایتِ عُلیا میں ہے جو کہ ولایتِ ملاء اعلا علیہم الصلوٰۃ ہے اور اس ولایت میں عنصر خاک کو چھوڑ کر باقی تینوں عناصر سے کام پڑتا ہے یہاں اس ذات کا مراقبہ ہوتا ہے جس کا مسمیٰ هُوَ الْبَاطِنُ ہے۔ تہلیل یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا اور نفل نماز ترقی بخشتی ہے۔ (الخ) اور حضرت مولوی غلام یحییٰ قدس سرہٗ نے لکھا ہے، اور باقی دائروں میں اور اسی طرح قوس میں اور اسی طرح ولایتِ عُلیا میں علاقۂ محبت ہمارے اور اس سبحانہٗ و تعالیٰ کے درمیان ہے کہ آیۃ کریمہ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ اسی کا اشارہ ہے (الخ) اور اس دائرے میں مورد فیض عناصر ثلاثہ آب و ہوا و آتش ہیں، تمام بدن میں اس وقت وسعت پیدا ہوتی ہے اور لطائف کے احوال سارے قالب پر وارد ہوتے ہیں۔ اس مقام میں تہلیل لسانی اور فہم معنی اور نفل نماز طول قنوت کے ساتھ ترقی بخش ہوتی ہے اس مقام میں ارتکاب رخصت شرعی بھی ٹھیک نہیں ہوتی، کیونکہ رخصت پر عمل آدمی کو بشریت کی طرف کھینچتا ہے اور عزیمت پر عمل ملکیت سے مناسبت پیدا کرتا ہے، پس جتنی زیادہ مناسبت ملکیت سے حاصل ہو گی اس ولایت میں اتنی ہی زیادہ ترقی میسر آئے گی، جب سالک پروردگار کی عنایت سے اس

دائرے کے آخر تک سیر و سلوک پہنچا لیتا ہے تو اس کو عالم قدس تک اڑان کے لیے دو پر پرواز دو قوی بازوؤں کے ساتھ حاصل ہو جاتے ہیں۔ ایک تو مظاہر اسم هُوَ الظَّاهِرُ اور دوسرا مظاہر اسم هُوَ البَاطِنُ کا کہ ان دونوں کے زور قوت کے ذریعے سالک اسماء و صفات کی تجلیات کے پردوں سے گزر کر تجلیات ذات کے خلوت خانے میں خود کو پہنچا لیتا ہے۔

واضح ہو کہ صفاتِ واجبی میں اس تعالیٰ و تقدس کی ذات ملحوظ نہیں ہے مثلاً سمع و بصر وقدرت و ارادہ وغیرہ میں صفات کا لحاظ ہوتا ہے اور اسماء صفاتیہ مثلاً سمیع و بصیر قدیر دمرید وغیرہ دیگر اسماء صفاتیہ اس ذات تعالیٰ و تقدس کی صفت کے ساتھ ملحوظ ہوتے ہیں یعنی وہ ذات پاک کہ سمع کا اس سے تعلق ہے یا بصر یا قدرت یا ارادہ یا کوئی اور صفت اس ذات پاک کے ساتھ قائم ہے، پس سالک کی سیر تجلیاتِ صفات میں سیر ہے مظاہر اسم هُوَ الظَّاهِرُ کی، کیونکہ وہ تعالیٰ و تقدس ظاہر اسماء و صفات، اور آیات سے اور سالک کی سیر اسماء صفاتیہ مظاہر اسم اَلْبَاطِنُ کی تجلیات کی سیر ہے، حضرت مجدد قدس سرّہ نے لکھا ہے۔ ان اسماء میں سیر شروع کرنا ولایت علیا میں قدم رکھنا ہے۔ (الخ) کیونکہ اس تعالیٰ کی ذات اسماء و صفات کے پردے میں باطن کے توہمات و تخیلات اور معقولات و محسوسات کی مشابہت سے ہے:

فَهُوَ جَلَّ مَجْدُهٗ الَّذِیْ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ظَاهِرٌ بِالْاَحَدِیَّةِ وَ التَّصْرِیْفِ وَبَاطِنٌ بِالصَّمَدِیَّةِ وَ التَّعْرِیْفِ۔

''وہ ذات جل مجدہ ایسی ہے کہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے، ظاہر ہے احدیت اور تصریف کے ساتھ اور باطن ہے بے نیازی و تعریف کے ساتھ۔''

مراقبہ اسم اَلْبَاطِنُ

اس دائرے میں اسم ھُوَ البَاطِنُ کا مراقبہ کرتے ہیں۔ منشاء فیض اس میں ذات بحت ہے کہ جس کے ناموں میں سے ایک نام اس کا الباطِن ہے اور مورد فیض عناصر ثلاثہ آب و ہوا و آتش ہیں۔ ان تینوں عناصر کی ترقیات اصالتاً ہوتی ہیں جبکہ ملائکہ علیہم السلام کو بھی اگرچہ ان عناصر سے ترقی نصیب ہے لیکن ان کو تابعیت میں حاصل ہے۔ تمام بدن بہ تمام و کمال اس اسم شریف کے مظاہر سے مستفید ہوتا ہے اور وسعت پیدا کرتا ہے۔ ولایتِ عُلیا کا منتہیٰ اصالتاً مخصوص ہے ملاء اعلا سے جو جمیع ولایات کو جامع ہے۔ حضرت مجدد قدس سرّہ نے مخدوم زادہ عالم حضرت محمد صادق قدس سرّہ کو لکھا ہے کہ

یہ موطن ولایتِ کبریٰ کا منتہیٰ ہے جو کہ ولایتِ انبیا ہے علیہم الصلوٰۃ والسلام، جب سیر کو یہاں تک پہنچایا تو متوہم ہوا کہ غالباً کام اتمام کو پہنچ چکا ہو۔ ندا آئی کہ یہ سب تفصیل اسم الظَّاھِرُ کی تھی جو پرواز کا ایک ہی بازو ہے اور اسم بَاطِن ابھی باقی ہے جو عالم قدس کی پرواز کا دوسرا بازو ہے اور جب اس کو انجام تک پہنچا لے تو پرواز کے لیے دو بازو تیار ہو جائیں گے الخ۔

نیز اسی مکتوب میں لکھا ہے:

اسم اَلظَّاھِرُ میں سیر صفات میں ہے بغیر اس کے کہ اس کے ضمن میں ذات ملحوظ کی جائے (تقدس وتعالیٰ) اور اسم اَلْبَاطِنُ میں سیر اگرچہ اسماء میں ہے مگر اس کے ضمن میں ذات تعالیٰ ملحوظ ہے اور وہ اسماء سپر کی طرح سے ہیں جو ذات تعالیٰ وتقدس کے نقاب واقع ہوئے ہیں، مثلاً صفت العلم میں ذات تعالیٰ اصلاً ملحوظ نہیں اور اسم اَلْعَلِیْمُ میں ذات

تعالیٰ ملحوظ ہے صفت کے پردے میں کیونکہ عَلِیْم وہ ذات ہے کہ علم اسی کے لیے ہے۔

فَالسَّیْرُ فِی الْعِلْمِ سَیْرٌ فِی الْاِسْمِ الظَّاهِرِ وَ السَّیْرُ فِی الْعَلِیْمِ سَیْرٌ فِی الْاِسْمِ الْبَاطِنِ وَ قِسْ عَلٰی هٰذَا سَائِرِ الصِّفَاتِ وَ الْاَسْمَآءِ۔

''پس سیر فی العلم سیر ہے اسم الظاہر میں اور سیر فی العلیم سیر ہے اسم الباطن میں اور اسی پر قیاس کیا جائے سارے صفات و اسماء میں۔''

نیز لکھا ہے کہ منتہائے ولایتِ عُلیا عبارت ہے تعین اوّل سے جو جمیع مراتبِ اسماء و صفات و شیون و اعتبارات کو جامع ہے اور نیز جامع ہے ان مراتب کے اصول اور ان کے اصول اصول کو، اور منتہائے ذاتیہ کا تمیز کرنا علم حصولی کے مناسب ہے بعد اس کے اگر سیر واقع ہو تو مناسب علم حضوری ہو گی اے فرزند (یعنی خواجہ محمد صادق) علم حصولی و علم حضوری کا اطلاق اس میں حضرت جل سلطانہٗ بہ اعتبار تمثیل و تنظیر ہے کیونکہ وہ صفات جن کا وجود زائد ہے وجود ذات تعالیٰ و تقدس پر ان کا علم مناسب علم حصولی کے ہے اور اعتبارات ذاتیہ کہ اصلاً ان کی زیادتی ذات تعالیٰ و تقدس پر زائد متصور نہیں ہے ان کا علم مناسب علم حضوری ہے۔

وَ اِلَّا فَلَیْسَ ثَمَّةَ اِلَّا تَعَلُّقُ الْعِلْمِ بِالْعَلُوْمِ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّحْصَلَ مِنَ الْمَعْلُوْمِ فِیْهِ شَیْءٌ فَافْهَمْ الخ۔

''اگر نہیں تو نہیں مگر یہ کہ تعلق ہو علم کا معلوم سے بغیر اس کے کہ حاصل ہو معلوم سے اس میں کچھ بھی، پس سمجھ رکھو (الخ۔)''

اور بھی لکھا ہے:

فَهُوَ سُبْحَانَهٗ بَعْدَ وَرَآءُ الْوَرَآءِ ثُمَّ وَرَاءُ الْوَرَآءِ ثُمَّ وَرَاءُ الْوَرَاء۔

''پس وہ سبحانہٗ بدرجہا وراء الوراء ہے۔''

اب کہ ہے ایوانِ استغنا بلند
ہے مجھے فکر رسائی نابسند ❶

❶ نابسند بہ معنی ناکافی یعنی صرف فکر کافی نہیں بلکہ محنت کی ضرورت ہے۔

مدرج پنجم

دائرۂ کمالاتِ ثلاثہ

یہ تجلیات ذاتیہ الٰہیہ کا دائرہ ہے۔ اسی کو دائرہ کمالات ثلاثہ بھی کہتے ہیں یعنی کمالاتِ نبوت، کمالاتِ رسالت، کمالاتِ اولوالعزم۔

① کمالاتِ نبوت

یہاں سے تجلیاتِ ذات، اسماء وصفات کی تجلیات کے پردے کے بغیر شروع ہوتی ہیں۔ اس عجیب مقام کا ایک نقطہ سارے مقاماتِ ولایت سے بہتر ہے۔

دائرہ کمالاتِ نبوت

اس دائرے میں مراقبہ ذات بحت ہے، جو معرّیٰ ہے سارے تعینات سے اور مبرّیٰ ہے سارے اعتبارات سے جو کہ کمالاتِ نبوت کا منشاء ہے یعنی ظاہر کرنے والا ہے اور انتظار فیض اسی ذاتِ مقدسہ تعالت و تقدست سے کرتے ہیں اور مورد فیض اصالتاً لطیفہ خاک پاک ہے جو کچھ سارے لطائف پر پہنچتا ہے اسی لطیفہ مبارکہ کی تابعیت میں پہنچتا ہے۔

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ۔ ❶

---

❶ الترغیب والترہیب، الترغیب فی التواضع رقم الحدیث ۷ مصطفیٰ البابی موسسۃ ۳/۵۶۰۔
کنز العمال رقم الحدیث ۵۷۳۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۳/۱۱۴۔
مشکوٰۃ المصابیح۔ باب الغضب والکبر قدیمی کتب خانہ صفحہ ۴۳۴۔
شعب الایمان رقم الحدیث ۸۲۲۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/۲۹۷۔

''جس نے اللہ کے لیے تواضع اختیار کی اللہ اسے بلندی دیتا ہے۔''

شاداب فصلِ گل سے جگر کیا ہوں سنگ کے
ہو خاک جس سے پھول کھلیں رنگ رنگ کے

اس مقام میں حضور بے جہت اور بُردِ یقین حاصل ہوتا ہے، بے تابی طپش طلب اور نگرانی و توجہ ہائے سابقہ زائل ہو جاتی ہے، توحید وجودی و شہودی راہ میں رہ جاتی ہے، بے کیفیتی اور یاس و حرمان ظاہر ہوتی ہے، تلاوت قرآن مجید آداب کے ساتھ اور ادائے نماز طول قنوت کے ساتھ اور اشتغال احادیث نبویہ کے ساتھ (علی صاحبہا الف صلوٰۃ و تحیہ) اس مقام میں اور اس کے بعد کے مقامات میں آخر نہایات تک ترقیاں بخشتا ہے۔

حضرت مجدد قدس سرّہ نے لکھا ہے کہ

جمیع ولایات کے کمالات خواہ ولایتِ صغریٰ کے ہوں یا ولایتِ کبریٰ کے اور کیا ولایتِ علیا کے، سب کے سب کمالات مقام نبوت کے ظلال ہیں اور وہ کمالات شبیہ و مثال ہیں ان کمالات کی حقیقت کے اور یہ امر روشن ہو جاتا ہے کہ ایک نقطہ جو اس سیر کے ضمن میں قطع ہوتا ہے، مقامِ ولایت کے جمیع کمالات سے زیادہ ہے پس قیاس کرنا چاہیے کہ ان سارے کمالات کو پہلے سب کمالات سے کیا نسبت ہے۔ سمندر کو بھی ایک نسبت قطرے کے ساتھ ہوتی ہے سو یہاں وہ بھی مفقود ہے مگر یہی کہیں کہ مقام نبوت کی نسبت مقام ولایت کے ساتھ ایسی ہے جیسے غیر متناہی کی نسبت محدود ہے۔ سبحان اللہ، کوئی جاہل اس راز کے متعلق کہتا ہے:

اَلْوِلَایَۃُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ

''ولایت افضل ہے نبوت سے۔''

اور دوسرا اس معاملے سے عدم آگاہی کی وجہ سے اس کی توجیہ میں کہتا ہے۔

وَلَایَةُ النَّبِیِّ اَفْضَلُ مِنْ نُبُوَّتِهٖ

''نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔''

یہ بقولہٖ تعالیٰ:

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ (سورۃ الکہف، آیت: ۵)

''کیا بڑی بات نکلتی ہے ان کے مُنہ سے۔''

فائدہ

کمالاتِ نبوت میں اتمام سیر کے بعد لطائف عشرہ میں سے ہر ایک طرح سے جلاو صفائی حاصل کر کے باہم متحد ہو کر ہیئت وحدانی پیدا کر لیتا ہے اس وقت انسان کامل کا نسخۂ عزیز الوجود ظہور میں آتا ہے جو اوصاف الٰہی سے متصف ہوتا ہے خواہش اور اپنے نفس کا مالک ہو جاتا ہے کوئی فعل اس سے پروردگار کی مرضی کے خلاف صادر نہیں ہوتا اور اس پر قدرت رکھتا ہے کہ کسی بات میں نسبت قدرت اپنے سے نہ کرے جو کچھ کرتا یا کہتا ہے اس سبحانہٗ وتعالیٰ کی رضاء سے کرتا یا کہتا ہے۔ [1]

کہا اس کا کہا اللہ کا ہے
بظاہر قول عبدُ اللہ کا ہے

جو کچھ مرتبہ وجود میں ہے بہ طریق صورت اس میں ظہور پاتا ہے:

قَالَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ صَلٰوةُ اللهِ وَ سَلَامُهٗ عَلَيْهِ خَلَقَ

[1] قولہ تعالیٰ: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ○ (سورۃ النجم، آیت: ۳،۴)

اللّٰہُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ ◆[1]

''فرمایا: صادق مصدوق ﷺ نے کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر خلق فرمایا ہے۔''

عالم امکان میں جو کچھ بھی از روئے پیدائش موجود ہے بہ طریق حقیقت اس مالک کامل میں بھی موجود ہے جیسا کہ لطائف عشرہ میں گزرا۔ حضرت شاہ ابوسعید قدس سرہ لکھتے ہیں:

''ہیئت وحدانی عبارت ہے عالم خلق و عالم امر کے مجموعہ سے کہ ہر ایک کے فرداً فرداً تصفیہ و تزکیہ کے بعد ایک ہیئت دیگر پیدا ہوگئی ہے مثلاً کوئی چاہتا ہے کہ مختلف تاثیروں کی چند دواؤں سے ایک معجون بنائے تو پہلے وہ ہر دوا کو الگ الگ کوٹ چھان کر رکھتا ہے اس کے بعد سب کو شکر یا شہد کے قوام میں جمع کر دیتا ہے، اب وہ مذکورہ دوائیں باہم مل جل کر ایک دوسری ہی ہیئت پیدا کر لیتی ہے جس کی تاثیر بھی دوسری ہو جاتی ہے اور اس کا نام معجون ہوتا ہے، اسی طرح سالک کے لطائف عشرہ ایک ہیئت یعنی وحدانی یا مجموعی پیدا کر لیتے ہیں۔'' الخ

واضح ہو کہ کمالات رسالت سے آخر سلوک تک مورد فیض سالک کی ہیئت وحدانی ہوتی ہے حضرت مجدد صاحب قدس سرّہ نے لکھا ہے کہ یہ معاملہ انسان کی ہیئت وحدانی سے مخصوص ہے جو کہ عالم خلق و عالم امر کے مجموعہ سے بنتی ہے۔ اسی کے ساتھ اس موطن

◆[1] الجامع الصحیح لمسلم باب النھی عن ضرب الوجہ قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲/۳۲۷۔
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتبہ الاسلامی بیروت۔ ۲/۲۴۴ و ۲۵۱ و ۳۲۳ و ۴۳۴ و ۴۶۳ و ۵۱۹۔

میں بھی سب عناصر اربعہ میں خاک ہی کا عنصر یعنی لطیفہ رئیس کی حیثیت رکھتا ہے۔ (الخ)

اور منشاء فیض جیسا کہ بیان ہو چکا ذات بحت ہے۔ ان مواطن میں ترقی کا انحصار پروردگار کے فضل و کرم پر ہوتا ہے۔

دیکھو محبوب کسے چاہے کسے اپنائے

اس مقام میں تلاوت قرآن مجید اور مطالعہ احادیثِ مبارکہ و نماز با نیاز سے بڑے فائدے ہوتے ہیں۔ اعمالِ صالحہ اگرچہ ترقی درجات کے وسائل ہیں لیکن خلوتِ عظمت و کبریائی میں ان کو یارائے دخول نہیں ہے البتہ اگر کلمۂ تہلیل کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ ملا لیں یا ذکر شریف کے اوّل و آخر اسم مبارک جناب محبوب کبریا ﷺ کا ذکر کریں اور چند بار توجہ اور خلوص کے ساتھ درود شریف پڑھیں تو ابواب ترقیات کھلتے ہیں اور بارگاہ قدس میں راہ پیدا ہو، ترمذی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

اِنَّهٗ قَالَ اِنَّ الدُّعَاءَ مُوْقُوْفٌ بَيْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهَا شَیْءٌ حَتّٰی تُصَلِّیَ عَلٰی نَبِيِّكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [1]

''فرمایا ہے کہ بے شک دعا آسمانوں اور زمینوں کے بیچ میں ٹھہری رہتی ہے اس میں سے کچھ بھی اوپر نہیں جاتا جب تک کہ تو اپنے نبی ﷺ پر درود نہ پڑھے۔''

حضوری قبولی بھی حیلے سے اُن کے
خدا خود ملا ہے وسیلے سے اُن کے

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ قدیمی کتب خانہ کراچی، صفحہ ۸۷۔

۲ کمالاتِ رسالت

دائرہ
کمالاتِ رسالت

تجلیات ذاتیہ الٰہیہ دائمہ کی سیر کا یہ دوسرا دائرہ ہے۔ اس میں ورود فیض ذاتِ بحت سے ہوتا ہے جو کہ سالک کی ہیئت پر کمالاتِ رسالت کا منشاء ہے اس مقام میں تفکر و حزن میں اضافہ ہوتا ہے اور

وَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَائِمَ الْحُزْنِ مُتَوَاصِلَ الْفِكْرِ ◆

''رسول اللہ ﷺ ہمیشہ حزن و تفکر میں برابر رہا کرتے تھے۔''

کا سر ظہور میں آتا ہے یہ تفکر کا چاند وہ ہے جو آسمانِ ولایت سے نمودار ہوتا ہے اور یہی حزن کا آفتاب ہے جو فلک نبوت سے جلوہ گر ہوتا ہے۔ فَطُوبٰی لِمَنِ ابْتُلِیَ بِهٖ ثُمَّ طُوبٰی لَهٗ ثُمَّ طُوبٰی لَهٗ یعنی: ''مژدہ ہو اسے جس کو یہ حالت پیش آئے اور بار بار خوش خبری ہو اسے۔'' اور یہ بے رنگیاں اور بے لطافتی آخر سلوک تک شامل حال رہتی ہیں۔

دل تیرے دردِ عشق کا کرتا نہیں علاج
جانِ غریب کو کوئی اندیشہ ہے نہ لاج
کیوں تیرے غم کا راز کسی سے کہیں اگر
رسوا نہ کر دے دودِ دل سوختہ جگر

۳ کمالاتِ اُولوالعزم

تجلیات ذاتیہ الٰہیہ دائمہ کی تجلیات کی سیر کا یہ تیسرا دائرہ ہے اس میں ورود فیض

◆ الجامع الصحیح للترمذی ابواب الوتر باب ماجاء فی فضل الصلوۃ علی النبی ﷺ رقم الحدیث ۴۸۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔ صفحہ ۱۴۵۔

دائرہ
کمالاتِ اولوالعزم

ذات بحت سے جو کہ منشاء کمالات اولوالعزم ہے، سالک کی ہیئت وحدانی پر ہوتا ہے۔ اس میں مقطعات قرآنی کے اسرار منکشف ہوتے ہیں، شریعتوں کے احکام اور اخبار غیب وجود حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے اور اس کی صفات کے معاملہ قبر وحشر ونشر و دوزخ و جنت اور وہ سب جس کی صادق الامین ﷺ نے خبر دی ہے بدیہی اور عین الیقین ہو جاتے ہیں۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا وجود آئینے کے مثل اور اشیاء کا وجود آئینہ میں دیکھی جانے والی صورتوں کے مثل ہوتا ہے لیکن معلوم رہے کہ چیزوں کی صورتیں وہم وخیال میں ہوتی ہیں اور وجود آئینہ واقعی میں ہوتا ہے۔ قاعدے سے آئینے میں صورتیں اور شکلیں پہلے محسوس ہوتی ہیں اور خود آئینہ کا احساس بعد کو ہوتا ہے لیکن یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یہاں پہلے آئینے کا وجود دکھائی دیتا ہے اور پھر جب باریک بینی سے غور کیا جائے تب اشیاء کی صورتیں نظر آتی ہیں لہٰذا وجود حضرت حق بدیہی یعنی صاف وظاہر ہوتا ہے اور وجود ممکنات نظری یعنی غور سے دیکھنے سے ہوتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ عجیب معاملہ سنو کہ باوجود بلندی و بسیط ہونے کے اور ان تینوں مقامات کی بے رنگیوں کے جس وقت اس مقام میں پورا انکشاف حاصل ہو جاتا ہے تو ایسا لگتا ہے گویا یہ مقام ابتدائے سلوک سے نگاہوں میں تھا، یہ سوچ کر اور بھی حیرت بڑھتی ہے کہ اس مقام کے سامنے رہنے کے اور اس کی اقربیت کے باوجود اس تمام مدت یعنی قبل از سیر مدرج پنجم میں نظر کیوں نہیں آتا تھا۔ ہماری آنکھیں کیوں کھلی نہ تھیں اور کیوں اپنے مقصود کو لطائف عالم امر کے کوچوں میں ڈھونڈتے پھرے۔

نظر میں عیاں تھا میں غافل رہا
تو دل میں نہاں تھا میں غافل رہا

تجھے ساری دنیا میں ڈھونڈا کیا
تو ہی کل جہاں تھا میں غافل رہا

ان مواطن کی کمال بے رنگی و لطافت کی وجہ سے ان کا صاحبِ مقامات خود کو نسبت سے قطعی خالی دیکھتا ہے اور اپنے میں کوئی فیض و برکت مشاہدہ نہیں کرتا، اسی وجہ سے حضرت مجدد قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ

"اس مقام میں قریب ہے کہ اہلِ قرب دوری تلاش کریں اور واصلین راہِ مہجوری میں مارے پھریں۔"

چاہے جمالِ لم یزلی کا ہو فیض اگر
تو صبر اور اطاعت حق اختیار کر

مدرج ششم

حقائقِ الٰہیّہ جَلَّ مَجْدُہٗ

اہلِ تحقیق نے فرمایا ہے کہ حقائق الٰہیہ کمالات ثلاثہ (اولوالعزم) کی نسبت سے امواج ہیں۔ شاہ ابوسعید قدس سرّہ کہتے ہیں کہ

اس بات کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ چونکہ کمالات میں ذاتی و دائمی تجلیات کا ظہور ہوتا ہے اس لیے لامحالہ جونسبت کہ فوقانی یعنی اوپر کی جانب ہے وہ مرتبہ ذات سے خارج نہیں ہوسکتی پس اس پر لفظ امواج کا اطلاق درست ہے اور نسبت حقائق کے بارے میں اس ناقص العقل کی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ چیزیں ظہور میں آتی ہیں جونسبت کمالات میں ظاہر نہیں ہوتیں مثلاً حقیقت کعبۂ معظّمہ میں عظمت و کبریائی و مسجودیت ممکنات کا ظہور اس طرح ہوتا ہے کہ عقل اس کے ادراک سے عاجز رہ جاتی ہے۔

① حقیقتِ کعبۂ ربّانی

حقائقِ الٰہیّہ کا یہ پہلا دائرہ ہے یہاں ورودِ فیض ذات بحت سے جو سارے ممکنات کا مسجود اور منشاء حقیقت کعبۂ معظّمہ ہے۔ سالک کی ہیئت وحدانی پر ہوتا ہے۔

دائرہ
حقیقت کعبۂ ربّانی

واضح رہے کہ کعبۂ ربانی کی ایک صورت یعنی ظاہری شکل ہے اور ایک حقیقت ہے اور صورت و حقیقت میں ظاہر ہے کہ مناسبت ہوتی ہے مثلاً ظل کو مناسبت ہے اصل صورت سے کیونکہ صورت مظہر

اسرارِ حقیقت ہے اور ظلّ بصورتِ اصل جلوہ گر ہوتا ہے حقیقت کعبہ عالم بے چون سے ہے اور کل ممکنات کا مسجود ہے جب اس کی شکل نے عالم چون یعنی مادی دنیا میں جلوہ گری کی تو اس کی جانب سجدہ کرنے کا حکم ہوا کیونکہ وہ اپنی حقیقت کا مظہر ہے جو عبارت ہے حضرت ذاتِ تقدست وتعالت کی مسجودیت سے اور جو ہر مقام میں مسجود و معبود ہے۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (سورۃ البقرہ، آیت: ۱۱۵)

''مشرق ہو یا مغرب سب اللہ ہی کا ہے تو تم کہیں بھی پھرو اسی جگہ اللہ تمہارے سامنے ہے، بے شک اللہ بڑا وسعت والا علم والا ہے۔''

۲ حقیقت قرآنِ کریم

یہ حقیقت الٰہیہ کا دوسرا دائرہ ہے، اس مقام میں ورود فیض ذاتِ بحت سے جو مبدأ وسعت بے چون اور منشاء حقیقت قرآن ہے سالک کی ہیئت وحدانی پر ہوتا ہے اس مقام میں کلام پاک کے بواطن یعنی گہرے معانی ظاہر ہوتے ہیں، ہر حرف دریائے بے کراں اور کعبۂ حقیقی تک پہنچانے والا ہوتا ہے۔ تلاوت کرنے والے کی زبان شجرۂ موسوی کا حکم پیدا کرتی ہے اور تلاوت کے وقت سارا قالب بمنزلہ زبان ہو جاتا ہے۔ عارف کے باطن میں انوارِ قرآن کا انکشاف و وزن اور بوجھل پن محسوس ہوتا ہے اور قولہ تعالیٰ:

دائرۂ
حقیقت قرآنِ کریم

اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝ (سورۃ المزمل، آیت: ۵)

''ہم یقیناً آپ پر ایک بھاری بات القا کرنے والے ہیں۔''

کی حقیقت کو واضح کرتا ہے۔

③ حقیقتِ صلوٰۃ

دائرہ حقیقتِ صلوٰۃ

حقیقتِ الٰہیہ کا یہ تیسرا دائرہ ہے۔ اس مقام میں ورودِ فیض ذات بحت جو کہ کمالِ وسعت بے چونی رکھتی ہے اور منشاء حقیقت صلوٰۃ سے سالک کی ہیئتِ وحدانی پر ہوتا ہے یہاں نماز میں ابواب احسان کھلتے ہیں اور ذاتِ بے نشان کا انتہائی قرب حاصل ہوتا ہے بقولہ علیہ السلام:

اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ ❶

''سب سے زیادہ قریب جتنا کہ بندہ اپنے ربّ سے ہوسکتا ہے۔''

اسی کا بیان ہے نماز ہی ہے جو مومن کی معراج واقع ہوئی ہے نماز ہی ہے جو مطلوب کا رخِ زیبا دکھاتی ہے اور عاشق کو معشوق تک پہنچاتی ہے، نماز غم گساروں کی لذت بخش ہے اور مشتاقوں کو راحت پہنچانے والی ہے۔

اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ۔ ❷

ترجمہ: ''اے بلال نماز کی اذان سے مجھے راحت پہنچاؤ۔''

اسی نماز کا رمز ہے۔

حدیث: قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ ❸

''نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔''

---

❶ الجامع الصحیح للبخاری باب مایقال فی الرکوع والسجود قدیمی کتب خانہ کراچی ١٩١/١۔
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ٢/٢١٤۔

❷ المعجم الکبیر، رقم الحدیث ٦٢١٢ و ٦٢١٥، داراحیاء التراث العربی بیروت۔ ٦/٢٧٧

❸ مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ، المکتب الاسلامی بیروت۔ ٣/١٢٨، ١٩٩، ٢٨٥۔

اسی نماز کا ایک بیان ہے۔

تو جو چاہے دو جہاں میں زندگی
بندگی کر بندگی کر بندگی
کام کر خوب اور لے زیادہ صلہ
تو اسی کے واسطے پیدا ہوا

جس سالک کو حقیقت صلوٰۃ کا کچھ حظ ملا ہے وہ جب تکبیر تحریمہ کے لیے دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے گویا کہ دونوں جہان کو ترک کرتا ہے، دنیاوی زندگی سے نکل کر اخروی زندگی میں داخل ہو جاتا ہے حضرت بے چوں کے حضور میں خود کو محسوس کرتا ہے اور عرض نیاز میں مصروف ہو جاتا ہے عاجزی کے ساتھ کھڑا رہتا ہے اور حیرت سے جھک جاتا ہے اور کبھی فرطِ شوق سے زمین پر سر ٹیک دیتا ہے۔

قدموں میں رکھ کے اے زہے قسمت سر نیاز
محبوب سے ہے کہنے میں کیا لطف دل کا راز

واضح ہو کہ حقائق الٰہیہ میں اس دائرے کے آخر تک سالک کو سیر قدمی حاصل ہوتی ہے اور اس کے بعد دائرۂ معبودیت صرفہ ہے جس میں سالک کو سیر نظری نصیب ہوتی ہے۔

حضرت مجدد قدس سرّہ لکھتے ہیں (ایک مکتوب میں):

❁ تنبیہ:

اوپر جو بیان ہوا کہ وصولِ نظری حضرت خلیل کو اصالتاً نصیب ہوا اور وصول قدمی ہمارے نبی حبیب خدا علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اصالتاً نصیب ہوا، تو وہ اس معنی میں نہیں ہے کہ اس جگہ شہود و مشاہدہ ہے یا قدم کو اس مقام میں گنجائش حاصل ہے وہاں تو ایک بال کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ قدم کا کیا ذکر؟ بلکہ یہ مراد ہے کہ اس جگہ ایک مجہول

الکیفیت وصول ہے۔ اگر صورتِ مثالیہ میں اس وصولی کی نشاندہی نظر میں ہوئی تو اسے وصول نظری کہتے ہیں اور اگر قدم پر ہوئی تو قدمی ورنہ نظر و قدم ہر دو اس حضرت جل شانہٗ سے بے سدھ و حیران ہیں۔ (انتہیٰ)

دنیا میں جسے نام و نشاں اس کا ملا ہے
منہ سارے زمانے ہی سے بس موڑ لیا ہے
صرف ایک نظر چاہیے مردانِ خدا سے
پایا ہے انہوں نے بھی نگاہوں کی ادا سے

۴ معبودیت صرفہ

دائرۂ معبودیت صرفہ

حقائق الٰہیہ کا یہ چوتھا دائرہ اور اس کی آخری منزل ہے۔ یہاں ورود فیض ذات بحت سے جو معبود صرفہ یعنی مطلق و محض ہے سالک کی ہیئت وحدانی پر ہوتا ہے یہاں سیر نظری ہے۔ جتنی چاہے سیر کرے۔

کہاں پہنچے اس تک نظر کی کمند
کہ ہے قدِ محبوب سروِ بلند

اس کا احتمال ہوسکتا ہے کہ معراج شریف میں جب آں سرورِ عالمیاں ﷺ مدارج قرب کے انتہائی مقام پر پہنچے تو (حدیث:)

قِفْ یَا مُحَمَّدُ فَاِنَّ رَبَّکَ یُصَلِّیْ [1]

---

[1] الیوقیت والجواہر، المبحث الرابع والثلاثون دار احیاء التراث لعربی بیروت ۲/۳۶۷

''اے محمد ذرا ٹھہرئے آپ کا ربّ آپ پر درود بھیجتا ہے۔''

کا خطاب صادر ہوا، وہی وقفہ امتیوں کی سیر قدمی کے توقف کا ہوا جس سے بالاتر جگہ ان کے قدم رکھنے کے لیے نہیں رہ گئی۔

وہاں پہنچے فخرِ جناب خلیل
پہنچ کر جہاں کہہ اٹھے جبرئیل
اگر بال بھر یاں سے آگے اڑا
تو پر برقِ جلوہ سے میرا جلا

مدرج ہفتم

حقائقِ انبیاء علیٰ اصحابہا السّلام

حضرت شاہ غلام علی قدس سرّہ نے کتاب ایضاح الطّریقہ میں لکھا ہے:

''یہ سمجھ لو کہ حضرت مجدّد رضی اللہ عنہ کے نزدیک اول تعین حبّی ہے اور اس تعین حب کا مرکز محبوبیت اور محبیت دونوں ملی جلی ہونے کے اعتبار سے حقیقت محمدی اور تعین جسدی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور محبیت صرفہ کے لحاظ سے حقیقت موسوی ہے علیہ السلام اور اس مرکز کا محیط جو مثل دائرے کے ہے خلت کی صورت مثالی میں حقیقت ابراہیمی ہے علیہ السلام'' (الخ)

(۱) حقیقتِ ابراہیمی علیٰ صاحبہا السّلام

یہ حقائق انبیاء علیہم السلام کا پہلا دائرہ ہے یہ دائرہ خلت یعنی دوستی کا بہت بلند اور کثیر البرکات ونہایت عجیب ہے۔ اس میں ورود فیض ذات بحت سے جو اپنے ساتھ انس وموانست رکھتی ہے اور منشاء حقیقت ابراہیمی ہے سالک کی ہیئت وحدانی پر ہوتا ہے اس مقام میں خاص اُنس اور خصوصی خلوت حضرت ذات سے پیدا ہوتی ہے، کمالِ فضل وکرم اور بندہ نوازی سے جسے چاہتے ہیں اس مقام پر مشرف فرماتے ہیں اور دوستانہ ذوق اور خلیلانہ کیفیت سے جسے چاہیں سرفراز فرماتے ہیں، بقولہ تعالیٰ:

دائرہ حقیقتِ ابراھیمی

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط (سورۃ جمعہ، آیت: ۴)

اپنی تدبیر ہے نہ کوشش ہے
یہ سعادت خدا کی بخشش ہے

حضرات انبیاء علیہم السلام اس مقام میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے تابع ہیں چنانچہ

قولہ تعالیٰ:

وَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ط (سورۃ النحل، آیت: ۱۲۳)

کا اشارہ اس طرف ہے صلوٰۃ ابراہیمی کی کثرت جو نماز میں پڑھتے ہیں یعنی:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ اور اَللّٰهُمَّ بَارِكْ اس مقام میں ترقی بخش ہیں۔

۲ حقیقتِ موسوی علیٰ صاحبہا السّلام

یہ حقائق انبیاء علیہم السلام کا دوسرا دائرہ ہے جو کہ دائرہ محبیت صرفہ ہے اس میں ورود

دائرہ
حقیقت موسوی

فیض ذات بحت سے جو کہ خود اپنی محب ہے اور منشاء حقیقت موسوی ہے۔ سالک کی ہیئت وحدانی پر ہوتا ہے۔ اس مقام میں ظہور محبیت کے باوجود شان استغناء و بے نیازی کا بھی ظہور ہوتا ہے اور یہی سرّ یعنی راز معلوم ہوتا ہے جس سے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے بعض جرأت آمیز کلمات کا صدور ہوا۔ اس مقام میں درود کلیمی ترقی بخش ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَآءِ وَ الْمُرْسَلِيْنَ خُصُوْصًا عَلٰى كَلِيْمِكَ مُوْسٰى وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ۔

③ حقیقتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

یہ حقائق انبیا علیہم السلام کا تیسرا دائرہ ہے۔ اس دائرے میں محبیت اور محبوبیت باہم ممتزج یعنی ملی جلی ہوئی ہے۔ اس میں ورود فیض ذات بحت سے جو اپنی ہی محب اور محبوب ہے اور منشاء حقیقت محمدی ہے سالک کی ہیئت وحدانی پر ہوتا ہے۔ اسم شریف محمد ﷺ میں دو میم گویا کہ محبیت اور محبوبیت (کے ابتدائی میموں کا) اشارہ کرتے ہیں جو اس مقام سے عبارت ہے اور دو میم کے بعد لفظ (حد) باقی رہتا ہے جس کے معنی انتہا ہے۔ لہٰذا آں حضور ﷺ:

دائرہ
حقیقتِ محمدی

حَدٌّ وَ اَمَدٌ فِی الْمُحِبِّیَۃِ وَ الْمَحْبُوْبِیَّۃِ۔ وَ مَا اَحْسَنَ صَنِیْعُ سَیِّدِنَا حَسَّانَ رَضِیَ اللہُ فِیْ اِخْرَاجِ اِسْمِہِ الشَّرِیْفِ مِنِ اسْمِ مَحْمُوْدٍ حَیْثُ یَقُوْلُ۔

''اس طرح آپ ﷺ حد و نہایت ہیں، محبیت و محبوبیت میں کہ ان صفات میں آپ سے آگے کوئی نہیں اور کیسی اچھی صنعتِ شعری۔''

یعنی سجع ہے جو حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اسم الٰہی محمود سے آپ کا اسم شریف نکالا ہے جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے۔

ذاتِ محمود عرش پر ہے حمد بے حد کے لیے
واؤ چھوڑا عرش پر وصفِ محمد کے لیے

اس مقام میں خاص کر یہ درود شریف ترقی بخش ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَفْضَلَ صَلَوٰتِکَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِکَ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ۔

۴ حقیقتِ احمدی علٰی صاحِبِہَا الصّلوٰۃ والسّلام

حقائقِ انبیا ﷺ کا یہ چوتھا دائرہ ہے جو محبوبیت صرفہ ہے اس مقام میں ورودِ فیض ذات بحت سے جو اپنی ہی محبوب ہے اور منشاء حقیقت احمدی ہے، سالک کی ہیئت وحدانی پر ہوتا ہے۔ اس مقام میں درود شریف موجب ترقیات ہوتا ہے۔ اسم احمد میں جو میم ہے وہ مقام محبوبیت کا اشارہ کرتا ہے اور میم الگ کرنے کے بعد (احد) باقی رہتا ہے جس کے معنی فرد یا یکتا کے ہیں:

دائرۂ
حقیقتِ احمدی

اَیِ الْمَحْبُوْبُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرْدٌ فِي الْعَبُوْدِيَّةِ وَالْمَحْبُوْبِيَّةِ۔

''محبوب رب العالمین ﷺ یکتا وفرد ہیں عبودیت اور محبوبیت میں۔''

حضرت فرید الدین عطار قدس سرّہ نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کیسے عمدہ اشعار کہے ہیں جن کا مفہوم اس طرح ہے۔

محمد ہیں اوّل خدا کے بنائے
اگرچہ ہیں آخر میں تشریف لائے
بظاہر ہیں وہ گو کہ اولادِ آدم
ہیں تخلیق میں خلق سے وہ مقدم
قبول عمل کا ذریعہ وہی ہیں
حصولِ جزا کا وسیلہ وہی ہیں
محمد شریعت میں ہے نامِ نامی
حقیقت میں احمد ہے اسمِ گرامی

اگر میم احمد کا پردہ اٹھے گا
تو راز احد چشم دل پر کھلے گا
خدا ہے احد اپنی معبودیت میں
جناب محمد ہیں فرد عبدیت میں
خدا جیسے ساری خدائی میں یکتا
نبی بندگی میں ہیں بے مثل و ہمتا
خدا ہی کو جب تک نہ پہچان لو گے
تو کیا قدر شان نبی کی کرو گے
تمہیں جبکہ دونوں کا عرفان ہو گا
دو عالم کا ہر کام آسان ہو گا

حضرت شاہ ابو سعید فاروقی قدس سرّہٗ نے لکھا ہے:

حضرت مجدّد رضی اللہ عنہ نے اپنی تحریرات میں کسی مقام پر یہ تحقیق فرمائی ہے کہ حقیقت کعبۂ معظّمہ بعینہٖ حقیقت احمدی ہے اس بات کا مطلب اپنی فہم ناقص میں نہیں آیا۔ کیونکہ حقیقت کعبہ حقائق الٰہیہ میں ہے اور حقیقت احمدی حقائقِ انبیاء میں۔ پس یہ دونوں ایک ہی حقیقت کیسے ہوں گی۔ ایک روز میں حقیقت احمدی میں متوجہ تھا کہ اچانک دیکھا کہ حقیقتِ کعبۂ معظّمہ کا ظہور واقع ہوا، اور ندا دی کہ عظمت و کبریائی بھی محبوب کا خاصہ ہے اور محبوبیت و مسجودیت دونوں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شیونات سے ہیں تو پھر صاحب الطریقہ حضرت مجدد قدس سرہ کی بات میں شک و تردد نہیں (الخ) فقیر مؤلّف کہتا ہے کہ دونوں حضرات قدس اللہ اسرارہما نے جو کچھ فرمایا قطعاً درست اور صحیح ہے۔ جیسا کہ اگلے

بیان میں آرہا ہے۔

۵ حُبِّ صرفہ ذاتیہ

حقائقِ انبیاء علیہم السلام کا یہ پانچواں دائرہ ہے اور مقامات خاصہ حضرت محبوب رب العالمین سے ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس مقام میں ورودِ فیض ذات بحت سے جو منشا دائرۂ حُبِّ صرفہ ذاتیہ ہے۔ سالک کی ہیئت وحدانی پر ہوتا ہے حضرت اطلاق یعنی اللہ تعالیٰ سے اس مقام کے قرب کے سبب علو یعنی بلندی اور بے رنگی اس مقام کے لوازم سے ہے۔

دائرۂ
حب صرفہ ذاتیہ

عنقا شکار ہو چکا کھینچو بھی جال کو
ممکن نہیں کہ پا سکو امر محال کو

امام الطریقہ حضرت مجدد قدس سرہ کے نزدیک تعین اوّل جو کہ حضرت لاتعین کے لیے ہے وہ تعین حب ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے:

كُنْتُ كَنْزاً مَخْفِيًا فَأَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ۔ [1]

”میں (اللہ تعالیٰ) پوشیدہ خزانہ تھا، پس میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں، تو میں نے خلق کو پیدا کیا تا کہ پہچانا جاؤں۔“

---

[1] کشف الخفاء ومزیل الالباس رقم الحدیث ۲۰۱۴ دار الکتب العلمیہ بیروت۔ ۱۲۱/۲۔
الاسرار المرفتہ رقم الحدیث ۶۹۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت صفحہ ۱۷۹۔

کنت کنزاً مخفیاً کا راز تابش کھل گیا
جب جہاں میں سرور دنیا و دیں پیدا ہوئے (تابش قصوری)

اور وہی تعین اوّل حقیقت ہے جناب محبوب کبریا ﷺ کی، علامہ قسطلانی و ملّا علی قاری اور دوسرے اکابر نے کہا ہے کہ احادیثِ صحیحہ سے یہ مضمون ثابت ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب سے خطاب فرماتے ہوئے کہا ہے کہ

''اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا، اور اپنی خدائی کو ظہور میں نہ لاتا۔''

پس معلوم ہوا کہ مبدأ خلقت آں سرور عالمیاں کا وجود ہے جس کے فیض سے سب کا وجود ہوا۔ اوّل آپ کا نور پاک ظہور میں آیا اور اسی نور پر ظہور سے عرش و کرسی ولوح و قلم اور آسمان و زمین اور ملائکہ و جن و انس اور تمام کائنات سب وجود میں آئے چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔ [1]

''میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔''

ابھی ان کا وجود مکمل نہیں ہوا تھا۔ آں جناب بدرجۂ اتم مظہر صفات حضرت احدیت ہوئے اور مخلوق میں جو بھی ظہور کمال ہے حقیقت میں وہ کمال محبوب کبریا ﷺ کے کمالات میں سے ہے۔ اسی نور کے ظہور سے حضرت آدم علیہ السلام مسجود ملائکہ ہو گئے اور اسی نور کی تجلیات سے کعبۂ معظّمہ مسجود خلائق ہوا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ

[1] الجامع الصحیح للترمذی باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم رقم الحدیث ۳۶۱۸۔
دار الکتب العلمیہ بیروت۔ صفحہ ۸۲۵۔
کنز العمال رقم الحدیث ۳۱۰۱۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۰۹۔

اَفْضَلَ صَلٰوتِكَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

حقائق انبیاء علیہم السلام میں اس مقام کے آخر تک سالک کے لیے سیر قدمی تجویز فرمائی ہے اور اس کے بعد کہیں اور کوئی مقام قدم رکھنے کا نہیں ہے۔

٦ لاتعین وحضرتِ اطلاق جل مجدہ

دائرہ
لاتعین وحضرت اطلاق
جل مجدہ

دائرہ لاتعین حقائق انبیاء علیہم السلام کا چھٹا اور آخری دائرہ ہے۔ اس میں ورودِ فیض ذات بحت سے جو کہ مبری و منزہ ہے۔ تعینات سے سالک کی ہیئت وحدانی پر ہوتا ہے اس مقام میں قدم بے چارہ عاجز و لنگ اور نظر حیران و سرگرداں رہ گئی ہے۔

اے وہ کہ تیرے در سے ہے زخمی دلوں کو آس
عاشق کی جاں کو یاد سے تیری قرار آئے
موسیٰ کی طرح لاکھوں ہی دنیا میں بہرِ دید
رَبِّ اَرِنِی کہتے ہوئے خواستگار آئے
سینے دہک رہے ہیں جدائی کی آگ سے
سب تیرے دردِ عشق ہی میں اشکبار آئے

اس مقام پر اکابر طریقہ نے سیر نظری تجویز فرمائی ہے لیکن بارگاہِ عظمت و کبریا میں نظر بے چاری حیران ہے۔

یہ کہتی ہے صدائے لَنْ تَرَانِی
مکانی اور تاب لامکانی

ان مواطنِ مقدسہ میں سیر قدمی یا سیر نظری کی تجویز اس معنی میں نہیں ہے کہ وہاں

نفوذ اورشہود ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان مراتب لامکانی کو مقامات مکانی میں صورت مثالی میں نقش کریں تو اس سیر کو سیر قدمی یا نظری سے تعبیر کریں گے جیسا کہ بیان کیا جاچکا۔

معلوم ہو کہ ہر دائرہ میں کیفیاتِ خاصہ ہوتی ہیں اور وہ کیفیات خاصہ قرب بے نہایت سے عبارت ہے جس کی کوئی صورت نہایت نہیں ہوسکتی اور جس کو انتہائے دائرہ سے تعبیر کرتے ہیں وہ باعتبار سالک کہتے ہیں یعنی اس موطن میں سالک کو جو حظ تھا وہ پورا ہو گیا۔ سالکوں کے لیے ان مواطن میں سوائے وجدان کے اور کچھ نصیب نہیں، کم ہیں وہ لوگ جو کشف وعیاں سے ممتاز ہوں۔ یہ ہے مختصر بیان حضرات نقشبندیہ مجددیہ قدس اللہ اسرارہم کے سلوک کا۔

تم سے کہتا ہوں میں حد پرواز کا راز
بات سمجھو گے مری گر ہوئے اہلِ پرواز

تتمہ بعض دائروں کے بیان میں

واضح ہو کہ یہ راہِ سلوک (نقشبندیہ) بہت باقاعدہ اور سیدھی سادی ہے جو سالک کو اللہ کی توفیق اور قوت سے کم سے کم وقت میں بہترین طریقے سے مقصود تک پہنچاتی ہے۔ اس کی مثال وہ راہ ہوسکتی ہے جو کھیتوں اور جنگلوں باغوں اور پہاڑوں میں سے ہوتی ہوئی بالکل ایک سیدھ میں چلی گئی ہو نہ اس میں پیچ وخم اور ٹیڑھ میڑھ ہو، نہ گرنے پھسلنے کا موقع۔ جو کوئی ایسی لمبی راہ پر سفر کرتا ہے ضروری ہے کہ ہر طرح کے پرکشش مناظر، اور دوسری بہت سی چیزیں اپنے دائیں بائیں دیکھے گا۔ یہی حال سالک کا ہے کہ اس راہ کے

ادھر ادھر دائیں بائیں بحرِ نور کی موجوں میں بکثرت مقامات اور عجیب نشانات دیکھے گا، ہوشیار سالک وہی ہے جو ان مقامات کی چھان بین کے پیچھے نہ پڑے کیونکہ اسماء وصفات جل سبحانہٗ کی کوئی انتہا نہیں ہے کہ ان سب سے نمٹ کر مقصدِ بلند کو پہنچ سکے۔ چنانچہ مراقبات کے بیان میں ابتداءً اس کا کچھ بیان گزر چکا ہے۔ حضرت شاہ ابو سعید فاروقی قدس سرّہ نے اپنے رسالے ہدایت الطالبین میں تین مقامات اور ان کے محلِ وقوع کا بیان کیا ہے جو فائدے کے لیے مختصراً پیش ہے۔

① دائرہ سیف قاطع جو ولایت کبریٰ کے محاذ میں واقع ہے اس کو سیف قاطع اس لیے کہتے ہیں کہ جب سالک اس مقام میں قدم رکھتا ہے تو دھار دار تلوار کی طرح یہ مقام سالک کی ہستی کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔

② دائرہ قیومیت: جس کا منشاء دائرہ کمالات اولوالعزم ہے کیونکہ منصب قیومیت کا تعلق انبیائے اولوالعزم سے رہتا ہے چونکہ علمائے امت مرحومہ بمنزلہ انبیائے بنی اسرائیل ہیں اگر بنی اسرائیل میں انبیاء کی جماعت ہوئی ہے تو انبیائے اولوالعزم بھی گزرے ہیں، بنی اسرائیل کے انبیاء کی خدمت اس امت کے اولیا کو سپرد ہوئی ہے چنانچہ ابدال و اوتاد و قطب و غوث اور قیوم کا ظہور ہوتا رہا ہے۔ ''اللہ جسے اپنی رحمت سے مخصوص بنا لے۔''

③ دائرہ حقیقت صوم، جو دائرہ حقیقت قرآن کے محاذ میں واقع ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ اصل مقصود وسلوک کا تہذیب اخلاق اور مبدأ فیاض خدا تعالیٰ کی طرف ہمیشہ متوجہ رہنا ہے تا کہ استقامت و دوام پائداری، عاجزی، و نیازمندی اور اخلاص کی حاصل رہ سکے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو صدق عمل، اخلاص نیت اور

اپنی مرضیات کی توفیق عطا کرے۔ بزرگوں کو کچھ کام مشکل نہیں۔

تو زاہد مغرور نہیں محرم راز
ہے صوم و صلوٰۃ پر بے جا ترا ناز
کام آئے گا تیرے نہ نماز اور نیاز
بے صدق ہنسی کھیل ہے سب روزہ نماز

خاتمہ بعض فوائد کے بیان میں

۱ طریقۂ بیعت

بیعت [۱] کے معنی ہیں عہد کرنا اور اس پر قائم رہنا۔ طالب جب استفادہ کے لیے کسی شیخ کے پاس آئے تو شیخ کو پہلے اس کا امتحان لینا چاہیے۔ اس کے صدق و اخلاص کو تول لے مثلاً اپنا عجز ظاہر کرے اور معذرت چاہے۔ اگر سمجھ لے کہ طالب کا ارادہ سچا ہے اور اس کی نیت خالص ہے تو بیعت کے لیے قبول کر لے اور اگر طالب کو استخارہ کرنے کو کہے تو بہتر ہے پھر جب بیعت کا قصد کرے تو طالب کو اپنے سامنے دو زانو بٹھائے اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں بطور مصافحہ پکڑ کر [۲] توبہ کرائے اور استغفار پڑھوائے پھر استغفار کا

[۱] بیعت قرآن وسنت و آثار صحابہ سے ثابت ہے دیکھو سورۃ الفتح، آیت: ۴۸۔
ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم۔
(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی صفحہ ۱۳)

[۲] مستورات کے لیے طریقہ بیعت حسب مقامات اخیار طبع اول فارسی ۱۳۹۵ھ دہلی ف ۲۔ ص ۲۴۷ بعنوانِ بیعت زنان نامحرماں کا یہ ہے کہ ان کا ہاتھ پکڑنے کے بجائے شیخ اپنا رومال یا عمامہ وغیرہ کا ایک سرا اپنے ہاتھ میں لے اور دوسرا عورت کو پکڑائے۔
وہکذا فی الحدیث عن عائشہ متفق علیہ وعن امیمہ بنت رقیہ فی الترمذی والنسائی وابن ماجہ و مالک۔

مطلب سمجھائے اور کلمہ توحید وکلمۂ شہادت وکلمۂ ایمان خود کہے اور طالب سے کہلائے۔ کلمۂ ایمان بیان کر کے اقرار کرائے کہ ارکانِ اسلام کو ادا کرے گا، فرائض اور واجبات کے ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے گا، حرام اور مکروہ تحریمی سے خود کو دور رکھے گا، سردست اسی قدر توبہ پر اکتفا کرے اور تفصیل کو آئندہ وقت کے حوالے کرے، پھر ذکر شریف کی تلقین کر کے بارگاہِ رب العزت و بے نیاز میں دعا کرے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس کی توبہ کو اپنے کمالِ مرحمت سے قبول فرمائے اور اس پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اس کے بعد برابر طالب کے حال پر توجہ رکھے تاکہ اس کے لطائف شریفہ اسم پاک پروردگار سے ذاکر ہو جائیں۔

۲ طریقہ توجہ

یعنی مریدِ طالب کو توجہ دینے کا طریقہ، شیخ کو چاہیے کہ طالب کو توجہ دینے، یعنی اس کے لطائف پر اثر ڈالنے کے وقت پیران کبارِ سلسلہ کی طرف متوجہ رہے اور ان کے واسطے سے جناب الٰہی سے فتح باب کا طلب گار ہو، ہمارے حضرات مشائخ قدس اللہ اسرارہم و افاض علینا من برکاتہم طالبوں کو توجہ دینے کے وقت کبھی تو خود کو بصورتِ مرشد تصور کر کے توجہ دیتے ہیں اور کبھی خود کو درمیان سے ہٹا کر اپنی جگہ پر ائمہ طریقت میں سے کسی کا تصور کر کے القائے نسبت شریفہ فرماتے ہیں مثلاً خود کو حضرت مشکل کشا نقشبند یا حضرت عبید اللہ احرار یا حضرت مجدد یا حضرت مظہر جان جاناں شہید قدس اللہ اسرارہم کے بجائے جان کر القائے نسبت شریفہ کریں اور خود کو واسطے سے زیادہ تصور نہ کریں اور عین توجہ کی حالت میں مبدأ فیاض کے حضور میں تضرع و التجا کے ساتھ عرض کریں کہ فائدہ اور اخذ فیوض و برکات میں ہم دونوں کو ایک دوسرے کا شریک فرما دے۔ اگر مرید حاضر نہ ہو

تو اس کی صورت مثالی کو اپنے سامنے بٹھا کر توجہ فرمائیں کہتے ہیں کہ توجہ اس وقت تک فرمائیں کہ ذکر شریف طالب کے لطیفے میں سرایت کر جائے جو کم وبیش ایک سو انفاس یعنی سانسوں کے ہوتا ہے۔

③ لطائف کا حال معلوم کرنے کا طریقہ

ذکرِ شریف کا اثر طالب کے لطیفہ شریفہ میں معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ طالب کا جو لطیفہ مدنظر ہو اپنے اسی لطیفہ پر متوجہ ہو اگر ذکر کا غلبہ و استیلا اپنے لطیفے میں محسوس کرے تو سمجھے کہ توجہ نے اثر کیا ہے اور ذکر شریف طالب کے لطیفے میں سرایت کر گیا ہے۔ اللہ کا شکر بجا لائے۔

④ کشف انوار باطن کا طریقہ

سالک کے انوار باطن کے کشف کے لیے سالک کی آنکھ پر القائے توجہ کریں یہ عاجز مؤلف کہتا ہے کہ کبھی کبھی حضرت پیر و مرشد برحق شاہ ابو الخیر قدس سرہٗ سالک کی دونوں آنکھوں پر متوجہ ہوتے تھے جب آپ کی نظر فیض اثر سالک کی آنکھ پر پڑتی تھی تو وہ بے چارہ تاب دید نہ لا کر مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتا تھا اور جو لوگ صاحب ظرف و استعداد ہوتے تھے شدتِ اثر کی وجہ سے کانپنے لگتے تھے۔

آئینے پہ مائل ہو تم بھی کتنے غافل ہو
وا کرو تو چشم دل فیض نور کامل ہو

⑤ کیفیات باطن دریافت کرنے کا طریقہ

پہلے تو خود کو اپنی نسبت متکیفہ سے خالی کر لینا چاہیے پھر اللہ تعالیٰ کی صفت علمی

میں پورے تضرع کے ساتھ متوجہ ہو کر عرض کرے کہ اے علیم اور اے خبیر، اس شخص کی کیفیت باطن سے مطلع فرما دے۔ ان ہر دو اسم (علیم و خبیر) کی تکرار زبان سے کرنا ہمارے حضرات کے طریقے میں نہیں ہے۔ حضرت مجدد قدس سرّہٗ نے لکھا ہے:

ہمارا طریق دعوت اسماء کا طریقہ نہیں ہے۔ اس طریقت کے اکابر نے ان اسماء کے مسمّٰی (اللہ تعالیٰ) میں فنا کو اختیار فرمایا ہے۔ (الخ) بہر حال پروردگار کی صفتِ علمی پر ہمہ تن متوجہ ہو، جب صفتِ مذکور کا فیض فائض ہونے لگے تو اس شخص کے باطن پر متوجہ ہو، اس وقت اپنے باطن میں جو بھی احوال و آثار مشاہدہ کرے اس شخص مقابل کا عکس جانے چنانچہ تنگی و قبض وظلمت و انقباض کا ظہور ہو تو یہ اس شخص کے فسق و فجور کی دلیل ہے اگر نور و سرور و اطمینان و جمعیت و انبساط کا ظہور ہو تو یہ اس شخص کے صلاح و تقوی کے آثار ہیں۔ اہلِ چشتیہ سے حرارت و گرمی و شوق۔ اصحاب قادریہ سے صفا و لمعان۔ ارباب نقشبندیہ سے بے خودی و اطمینان کا ادراک ہوتا ہے۔ سہروردیہ احوال نقشبندیہ کے مشابہ ہیں۔ مجددیوں میں سے ولایتِ صغریٰ والوں میں لطیفۂ قلب پر ذوق و شوق و حرارت و محبت ظاہر ہوتی ہے اور ولایتِ کبریٰ والوں میں لطیفہ نفس پر اطمینان و فنا و اضمحلال ظاہر ہوتا ہے بلکہ سارے بدن پر چھا جاتا ہے اور دیگر مقامات والوں میں بے رنگی و وسعت سارے لطائف پر محیط ہوتی ہے اور اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ نزدیک والے دور ہو گئے ہیں تو دور والوں کا کیا ذکر، فیض نسبت اہل اللہ کا ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آفتاب کی روشنی کسی جھروکے سے چمکتی ہو یا مثل چھائے ہوئے بادلوں کے یا لطیف شبنم کی طرح ظاہر ہوتی ہے۔

⑥ اشراف، یعنی دلوں کے خطرات سے واقف ہونے کا طریقہ

پہلے خود کو جمیع خطرات یعنی خیالات سے پاک کرنا چاہیے۔ جب فضائے سینہ میں

خطرات کا کوئی اثر نہ رہ جائے تب اس شخص پر متوجہ ہوں، اور اس وقت خیر وشر نیک و بد جو کچھ بھی اپنے دل میں ظہور پذیر ہو اس شخص کا عکس سمجھے، اشراف خاطر کی سب سے بڑی شرط خود اپنے خطرات کی نفی ہے اور جو اس پر قادر ہو اسی کو اس کا ملکہ حاصل ہوتا ہے، فقیر مؤلف عَفَی اللّٰہُ عَنْہُ وَ اَلْحَقَہٗ بِآبَائِہٖ الْکَامِلِیْن کہتا ہے کہ جناب پیر و مرشد برحق شاہ ابوالخیر قدس سرّہ کو یہ ملکہ بدرجہ اتم حق تعالیٰ نے عنایت فرمایا تھا، ہر وسوسہ کو فوراً گرفت کر لیتے تھے اور اس پر تنبیہ فرماتے تھے اور کبھی تو اس طرح کہ سوائے اس وسوسہ والے کے دوسرا سمجھتا بھی نہ تھا مثلاً ارشاد فرماتے کہ افسوس بعض افراد اس طرح کہتے ہیں یا خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ جناب رسولِ خدا ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنجناب بھی اسی طرح تنبیہ فرماتے تھے۔

مَا بَالُ اَقْوَامٍ یَفْعَلُوْنَ کَذَا۔ ❶

''لوگوں کو کیا ہوا کہ ایسا کرتے ہیں۔''

اور کبھی اظہار فرما کر بیان بھی کرتے، کبھی بصورت لطف و مرحمت اور کبھی بصورت زجر وتوبیخ موافق ارشاد نبوی:

اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَھُمْ۔ ❷

''اتارو لوگوں کو ان کی منزلوں میں۔''

جیسا کہ روایت کیا مسلم نے:

---

❶ اتحاف السادۃ المتقین بیان الغیبۃ لاتقتصر علی اللسان دار الفکر بیروت ۷/ ۵۴۲۔

❷ سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی تنزیل الناس منازلھم رقم الحدیث ۴۸۲۲۔ دار احیاء السنۃ النبویۃ ۴/ ۲۶۱۔

كَيْفَ لَا وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللهِ۔ [1]

''کیسے نہیں حالانکہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ بلاشبہ وہ اللہ کے نور کے ذریعے دیکھتا ہے۔

⟨۷⟩ صاحبِ قبر کا حال دریافت کرنے کا طریقہ

چاہیے کہ قبلہ کی طرف پیٹھ اور قبر کی طرف منہ کر کے قبر سے حد ادب کے فاصلے پر صاحبِ قبر کے سینے کے آمنے سامنے بیٹھیں اور اس صورت میں کہ اگر اس قبر کے قریب جگہ نہ ملے تو جہاں ہو سکے بیٹھ جائے پھر پہلے کلام الٰہی سے کچھ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرے پھر خود کو نسبت و کیفیات سے خالی کر کے پروردگار کی صفت علمی پر متوجہ ہو جس طرح پہلے بیان ہو چکا ہے جب اسم مبارک کا فیض ہونے لگے تب صاحب قبر کی طرف متوجہ ہو اور اس وقت جو بھی آثارِ سعادت یا شقاوت دیکھے صاحب قبر کا عکس جانے۔ فقیر مؤلف کہتا ہے کہ حضرت پیر و مرشد برحق شاہ ابوالخیر سیدی الوالد قدس سرّہٗ اکثر سورۃ یٰسین کمال تبتّل و ترتیل کے ساتھ تلاوت فرماتے تھے اور کبھی سورہ ملک پڑھتے اور پھر متوجہ ہوتے تھے اور بعض اوقات دیکھا گیا کہ راستہ جا رہے ہیں کہ کھڑے ہو کر سورہ فاتحہ اور چاروں قل پڑھتے اور ایصالِ ثواب کر کے اور کچھ توقف کر کے چلتے تھے۔ ایک دن گاڑی میں سوار تھے جب چتلی قبر (دہلی) کے قریب پہنچے جو گلی کے (خانقاہ شریف دہلی) کے سرے پر واقع ہے اور وہ گلی اسی نام سے مشہور ہے فرمایا کہ یہاں کوئی نسبت معلوم نہیں

[1] الجامع الصحیح للترمذی کتاب التفسیر سورۃ الحج رقم الحدیث ۳۱۲۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت صفحہ ۷۲۳۔
کنز العمال رقم الحدیث ۳۰۷۳۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت۔ ۱۱/۸۸۔

ہوتی، فیض و برکت سے خالی ہے۔ اس کے بعد فقیر مُولِّف نے بعض افراد سے سنا کہ یہ ایک جانور کی قبر ہے کسی نے اس کو دفن کر دیا تھا اور دن گزرنے پر جاہلوں نے اس کو ضریح و مزار بنا لیا اور اس کا سلسلہ ونسب بھی فراہم کر لیا۔ وَاللهُ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْاَمْرِ۔

⑧ صاحب قبر سے استفادہ کا طریقہ

پہلے سلام پڑھے اگر الفاظ ماثورہ سے ہو تو بہتر ہے حضرت سیدی الوالد (مُولِّف) قدس سرّہ صاحب قبر پر ان الفاظ میں سلام پڑھا کرتے تھے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤمِنِيْنَ وَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَآءَ اللهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَ نَحْنُ بِالْاَثَرِ، نَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ، يَرْحَمُ اللهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَ الْمُسْتَاْخِرِيْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ مَكَّةَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ وَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمَاتِ اَلْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَ الْاَمْوَاتِ اِنَّكَ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ مُّجِيْبُ الدَّعَوَاتِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

"السلام علیکم اے مومنوں اور مسلمانوں کے شہر خموشاں والو! یقیناً ہم بھی تمہارے پیچھے آنے والے ہیں جب بھی خدا چاہے گا۔ تم ہمارے اگلے ہو اور ہم تمہارے نقش قدم پر ہیں ہم اللہ سے اپنے اور تمہارے لیے عافیت مانگتے ہیں، اللہ اگلے اور پچھلوں سب پر رحم فرمائے۔ اے اللہ! مغفرت فرما اہلِ مکہ و اہلِ مدینہ کی، اے اللہ مغفرت فرما میری اور

میرے والدین کی اور ان پر ترس کھا جیسا کہ انہوں نے چھٹپن (بچپنے)
میں میری پرورش کی، اے اللہ مغفرت فرما سارے مومن مردوں اور
مومن عورتوں اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی جو زندہ ہیں اور
جو مر چکے سب کی بے شک تو سننے والا ہے قریب ہے دعاؤں کو قبول
کرنے والا ہے اپنی رحمت سے، اے بڑے رحم فرمانے والے۔''

چاہیے کہ سلام کھڑے ہو کر ادب اور خشوع کے ساتھ پڑھے پھر صاحب قبر کے
سینے کے بالمقابل قبر کے نزدیک بقدر حد ادب فاصلے پر بیٹھے اور کلام الٰہی سے بقدر میسّر کچھ
بلند آواز سے کر کے ایصالِ ثواب کرے اور خود کو نسبت و کیفیت سے خالی کر کے اپنا سینہ
صاحب قبر کے سینے کے آمنے سامنے تصور کر کے متوجہ ہو اور جو کچھ انوار و آثار و کیفیات
پائے اسے صاحب قبر کی نسبت سمجھے۔

⑨ ازالہ سلب [1] مرض کا طریقہ

فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب حضرات پیرانِ سلسلہ کی روحوں کو پہنچائے پھر اسمِ
مُبارک یَا شَافِی اتنا پڑھے کہ اس کا اثر پڑھنے والے میں سرایت کر جائے تقریباً سو دفعہ

---

[1] ایک حدیث کے سلسلہ میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے عثمان بن ابی العاص سے فرمایا کہ امامت کرو
اپنی قوم کی تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے نفس میں کچھ پاتا ہوں آپ نے اپنے
قریب ان کو بٹھایا پھر دست مبارک ان کے سینہ پر چھاتیوں کے درمیان رکھا اسی طرح پیٹھ اور
کندھوں کے درمیان رکھ کر فرمایا کہ امام ہو اپنی قوم کا [ا] (الخ)

ا (مشکوٰۃ المصابیح، باب ما علی الماموم، قدیمی کتب خانہ کراچی صفحہ ۱۰۱۔
الجامع الصحیح لمسلم باب امر الائمۃ بتخفیف الصلوٰۃ فی تمام قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۸)

سانس لینے کے بقدر پھر اسم مبارک کے انوار شریفہ کی طرف متوجہ ہو جائے جب اسم مذکور کا فیض فائض ہونے لگے تو ازالۂ مرض پر توجہ کرے وہ اس طرح کہ مریض سامنے ہو اور ہمت کے ساتھ مرض کو اس کے بدن سے جدا کر کے اس کی پیٹھ کے پیچھے پھینکے اور اس عمل میں اس وقت تک مشغول رہے کہ آثار توجہ کا ظہور ہونے لگے۔ چند روز یہ عمل جاری رکھے۔

ایضاً، دوسرا طریقہ

ازالہ مرض کے لیے مریض کو اپنے سامنے بٹھائے اور بقدر پانچ سو انفاس کے نفی و اثبات کا شغل کر کے اس طرح سے کہ لَآ اِلٰہَ سے مرض کا زائل ہونا مراد لے اور اِلَّا اللّٰہُ سے شفا مراد لے یعنی مرض زائل ہو کر اس کی جگہ شفا نے لے لی۔

ایضاً، تیسرا طریقہ

ازالۂ مرض میں نفی و اثبات کے ذریعہ حضرت مظہر شہید قدس سرّہٗ سے منقول ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ نفی و اثبات کی صورت میں جو سانس اندر جائے۔ اس کے ساتھ تصوّر کرے کہ مریض کے عوارض جسمانی اس کے بدن سے جدا ہو رہے ہیں اور جو سانس چھوڑے یعنی باہر نکلے، اس کے ساتھ تصور کرے کہ عوارض معہودہ سلب کرنے والے یعنی اس طریقہ کے عامل کے اندر سے اس کی سانس کے ساتھ زمین پر گر رہے ہیں تا کہ سلب کنندہ یعنی عامل پر مرض کا اثر اور تکلیف نہ ہو۔

اسی قیاس پر یعنی جسمانی امراض کے طریق ازالہ سے امراض روحانی کے سلب کا طریقہ بھی واضح ہو گیا اور طریقہ سلب نسبت اور طریقہ رفع قبض اور بحال بسط کے لیے بھی یونہی ہے البتہ کسی کی نسبت سلب کرنے یا رفع قبض کرنے کی صورت میں حضرت مظہر شہید

قدس سرہٗ کے متذکرہ طریقہ کے مطابق باہر آنے والی سانس کے ساتھ یہ تصور کرنا کہ نسبتِ مسلوبہ یا قبض زمین پر گر رہے ہیں لازمی نہیں ہے کیونکہ اس معاملہ میں یہ اندیشہ نہیں کہ خود اذیت نہ پائے گا۔

اور پہلی صورت طریق ازالہ کی جس میں پروردگار کی صفتوں میں سے کسی صفت پر متوجہ ہونا ہے تو اس میں سلب نسبت اور رفع قبض کے لیے اسم شریف یَا قَابِضُ اور بَسط کے لیے اسم شریف یَا بَاسِطُ کے ذریعے متوجہ ہونا ہے اور اسی طرح قہر اعدا کے لیے یَاْ قَاھِرُ سے اور نصرت کے لیے یَا نَاصِرُ سے اور یونہی دیگر امور کے لیے دوسرے اسمائے شریفہ سے جو امر کے مناسب ہوں ان کے ذریعے متوجہ ہو۔

ایضاً طریقہ افاضہ والقا

اگر چاہے کہ آثار توبہ وصلاح وتقویٰ و پرہیزگاری کسی عزیز یعنی مرید کے باطن میں افاضہ کرے یعنی پہنچائے تو اس کو اپنے سامنے بٹھائے اور اگر وہ حاضر نہ ہو تو اس کی صورت مثالی اپنے سامنے تصوّر میں رکھے اور جو آثارِ توبہ وصلاح اپنے باطن میں پیدا ہوں اس کیفیت کو اس مرید حاضر یا غائب کی صورت مثالی کے باطن میں ڈالے یعنی القا کرے اسی طرح کی چند صحبتوں میں انشاء اللہ اثر ظاہر ہوگا اور اگر تاثیر کی جلدی مطلوب ہو تو ہر وقت اس کیفیت کو تصوّر میں رکھے۔

بہتر یہ ہے کہ پہلے اوصاف ذمیمہ کے سلب پر توجہ صرف کرے اور اسم شریف یَاْ قَابِضُ سے متوجہ ہو کر رذائل کو دور کرے اس کے بعد آثار اوصاف حسنہ کے القا پر اپنی توجہ مبذول کرے، تو سریع التاثیر ہے۔

اسی طرح سے جلب منفعت یا دفع مضرت وغیرہ جس کا حصول یا جس کا دفعیہ

مطلوب ہو ہمت وتوجہ صرف کرے ان شاء اللہ موفق ہو کر مقصد میں کامیاب ہوگا۔

افادات حضرت شاہ غلام علی قدس سرّہٗ

حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ نے اپنے مکتوب نوے میں لکھا ہے کہ اس طریقہ شریفہ کے اکابر متقدمین قدس اللہ اسرارہم کے کلام سے کمالِ عبادت ملکۂ حضور کے رسوخ اور حصولِ فنا و بقا سے معلوم ہوتا ہے فرماتے ہیں آخر کار انتظار ہے پس اگر طالب دوام حضور اور وسعت نسبت قلبی سے مشرف ہو اور حضور جہات ستہ کو احاطہ کرلے اور توجہ بے کیف ہو اور اسی پر بس کر کے اس کی پرداخت کرے تو متذکرہ درجات پر ضرور پہنچ جائے گا اور دریائے وحدت میں ڈوبا ہوا یعنی مستغرق اللہ کا دوست ہوگا اور قابل اجازت طریقہ بھی مگر طریقہ علیا مجددیہ میں جب تک فنائے نفس اور کمالات ولایت کبریٰ میں نہ پہنچ جائے اجازت مطلقہ نہیں ہوتی اور فنائے قلبی میں خطرہ دل سے چلا جاتا ہے مگر دماغ سے ٹپکا کرتا ہے اور فنائے نفس کے بعد دماغ سے بھی منتفی یعنی زائل ہو جاتا ہے اس کے بعد بھی خطرات کا ادراک کہ کہاں سے آتے ہیں حیرت کی بات ہے دل و دماغ سے خطرات کا زائل وفنا ہو جانا ارباب عقل کے نزدیک معقول نہیں ہے لیکن اولیاء اللہ کا طریقہ نظر و عقل سے ماوراء ہے۔ (الخ)

اور لکھا ہے کہ

عظیم الشان واقعات رویت باری تعالیٰ اور زیارت آں حضرت ﷺ کے اگر شائبہ وہم وخیال سے مبرا ہوں تو بھی حقیقت اور موہوم میں وجہ اشتباہ یہ ہوتا ہے کہ جھلک انوار ذکر کی یا محبت و اخلاص کی آں جناب ﷺ کے ساتھ مناسبت کی استعداد یا رضائے

مرشد یا اس کی نسبت باطنی سے یا کثرتِ ورد سے یا بعض اسماء کے پڑھنے سے یا کسی سنّت کے احیاء سے یا ترک بدعت سے یا خدمتِ سادات سے یا علم حدیث میں بہت انہماک آں حضور ﷺ کی صورت میں متصور ہوتا ہے اور سالک سمجھتا ہے کہ شرف زیارت سے مشرف ہو گیا ہے مگر حقیقتاً ایسا نہیں ہے بلکہ اس دریائے رحمت کی ذرا سی نمی سے سیراب ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ آں حضرت ﷺ کو مختلف صورتوں میں دیکھتا ہے اگر وہ صورت مبارکہ جو مدینہ منورہ میں موجود ہے اور صاحب شمائل نے اسے بیان کیا ہے دیکھے تو البتہ بڑی سعادت اور باطن کی بڑی ترقی اور ازدیادتوفیق کا موجب ہو گا۔ ورنہ صرف یہ ہے کہ دل وہم وخیال سے خوش ہو۔ (الخ)

ہر اک آدمی ہے مگن اپنی دھن میں
مجھے سب سے پیارا جمالِ محمد
شہنشاہ بن کر رہا وہ زمیں پر
ہوا جو کوئی پائمالِ محمد

مکتوب پنچانوے ۹۵ ر میں لکھا ہے:

ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور سویں بار مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سے عروج وجذبہ حاصل ہوتا ہے اگر چند بار کے بعد مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہے تو عروج ونزول حاصل ہو اور اگر مستقلا پورے کا پورا کلمہ طیبہ پڑھے تو جملہ نزول ہوتا ہے، اسم کی کثرت سے جذبہ ہوتا ہے اور کثرت تہلیل یعنی کلمہ طیبہ پڑھنے سے فنا حاصل ہوتی ہے خطرات اور آرزوئیں کم ہوتی ہیں اور کثرت درود سے اچھے خواب دیکھتا ہے اور کثرت تلاوتِ کلام مجید سے انوار بہت ہوتے

ہیں اور کثرت نماز سے تضرع ہاتھ آتا ہے۔

یا رب تو جانِ پاک دل آگاہ دے مجھے
راتوں کا گریہ آہِ سحر گاہ دے مجھے
کر مستِ شوق اتنا کہ گم ہوں حواس و ہوش
پھر بے خودی میں اپنی طرف راہ دے مجھے

اور مکتوب نمبر اکیاسی ۸۱ر میں لطائف خمسہ کے مراقبات کی نسبت لکھا ہے کہ

ہر لطیفے کے ساتھ حضرت محمد ﷺ کی طرف متوجہ ہونا اس لیے ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک مناسبت و التفات ظاہر ہو اور مجھ کو یہ بات ناگوار گزرتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سوا کسی اور طرف توجہ کی جائے اگرچہ ایمان و یقین حضرات انبیاء علیہم السلام پر حاصل ہے لیکن وحدت توجہ میں جو کہ اس راہ کی اصل ہے قصور پیدا ہوتا ہے اور مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کو مثل عینک کے تصور کر کے آں حضرت ﷺ اور حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں، ہر امر میں آں حضرت ﷺ کی متابعت کی نیت ضروری ہے ہر امر اور ہر عمل میں جو آں حضرت ﷺ سے امت کو پہنچا ہے۔ فرض ہو یا نفل اس پر توجہ رہے کہ اس عمل کا مبدأ آں حضرت ہی ہیں اور کھانے میں گوشت و سرکہ و کدو و شیرینی و خرپزہ (خربوزہ) و تربوز اور جو کچھ بھی کھایا جائے اس کے کھانے میں توجہ آں جناب مبارک پر رکھنا چاہیے، کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا اور کہا ہے تاکہ آں حضرت ﷺ سے عنایت حاصل ہو اور انوار اتباع کے رنگ میں رنگ جائے۔ (الخ)

ہر قوم کا ہے اک دین اور ایک اس کا قبلہ
ہے عشق دین اپنا محبوب اپنا قبلہ

معلوم ہو کہ وہ ساری تاثیرات جن کا خاتمے میں بیان ہوا ان کا ظہور اور ہر قسم کے تصرفات کی نمود و دولتِ فنا و بقا کے بغیر ہاتھ نہیں آتے اور اس راہ کے متوسط سالک لوگوں سے اس قسم کے تصرفات بیشتر ظہور میں آتے ہیں۔ منتہی حضرات اس قسم کے امور کے چکر میں نہیں رہتے کیونکہ ان کا التفات امور کونیہ میں نہیں ہوتا وہ تو مقام رضا میں پہنچے ہوتے ہیں اور انوار و تجلیات ذاتیہ کے مشاہدوں سے مشرف ہوتے ہیں۔

گھر بیٹھے جس کو لطف نظارا ملا کرے
لے کر وہ لالہ زار و بہاراں کو کیا کرے

منتہی بھی مثل مبتدی کے سالک ہی ہے مگر فرق اتنا ہے کہ مبتدی کو ان امور سے واقفیت نہیں ہوتی اور نہ امور پر قدرت رکھتا ہے اور منتہی باوجود واقفیت اور قدرت کے ان معمولی باتوں پر دھیان نہیں دیتا اور امور یقینیہ سے اشتغال رکھتا ہے یہ بزرگوار اس قسم کی باتوں پر توجہ کرنا تضییع اوقات سمجھتے ہیں ان کی رضا پروردگار کی رضا میں ہے یہ جو کام کرنا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بغیر ان کی توجہ و التفات کے انجام فرما دیتا ہے چنانچہ آں سرور عالمیان ﷺ نے اس کیفیت کی خبر دی ہے ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ

اِنَّہٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللہُ عَزَّوَجَلَّ یَا ابْنَ اٰدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِیْ اَمْلَأْ صَدْرَکَ غِنًی وَاَسُدَّ فَقْرَکَ وَاِنْ لَا تَفْعَلْ مَلَأْتُ یَدَکَ شُغْلًا وَلَمْ اَسُدَّ فَقْرَکَ۔ [1]

[1] الجامع الصحیح للترمذی ابواب صفۃ القیامۃ رقم الحدیث ۲۴۶۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت

''انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اے آدم کی اولاد خود کو میری عبادت کے لیے فارغ کر دے تو میں ترے سینے کو غنا سے بھر دوں گا اور تری ناداری کو روک دوں گا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تیرے ہاتھ کو مشغولیت سے بھر دوں گا اور تیری ناداری کو نہ روکوں گا۔''

دیا اس کے جلووَں کا جس نے نشاں
حقیقت میں ہے غرقِ بحرِ گماں
رہی راز کی بات ہی راز میں
کھلی آنکھ جب بند پائی زباں

تمّت بالخیر

◀◀ صفحہ ۵۸۵ مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۳۵۸/۲۔
سنن ابن ماجۃ ابواب الزھد باب الھم بالدنیا۔ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔ صفحہ ۳۱۲۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شجرۂ شریفہ نقشبندیہ مجدّدیہ

الٰہی کہاں مُشتِ خاکِ ذلیل
کہاں بارگاہِ رفیع و جلیل
تری رحمتوں نے اٹھایا اُسے
اِلَیۡہِ الۡوَسِیۡلَۃَ سنایا اُسے
وسیلے نے پھر اس کو پرواز دی
کرے عرض تجھ سے وہ آواز دی
وسیلے نے پہنچایا اس کو وہاں
ملک کی رسائی نہیں ہے جہاں
ترے در پہ آیا وہ عَبۡدِ ذلول
توسل سے اپنے تو کر لے قبول
توسّل بہ اسماءِ حسنٰی تمام
توسّل بہ اوصافِ زیبا تمام
توسل بہ اسمِ جلیل و عظیم
دُعاؤں کو سن لے بہ لطفِ عمیم

سلسلۂ مُبارکہ

توسل بہ نورِ مقدّس صفات
جناب محمد علیہ الصّلات
توسل بہ سالارِ کل اولیاء
ابوبکر صدیق رمز وفا
توسل بہ سلماں رفیق رسول
ہوا آلِ اطہر میں جن کا شمول
توسل بہ قاسم امام ھدا
زمانے میں اپنے وہی مقتدا
توسل بہ جعفر مبارک نسب
کہ صادق ہوا جن کا روشن لقب
توسل بہ شہباز اوج بعید
جنھیں کہتے ہیں حضرت بایزید
توسل بہ اسرارِ شیخ زمن
اویسی قدم حضرت بو الحسن
توسل بہ قطب جہاں بو علی
کہ جن کی نظر سے بنے صد ولی

توسل بہ یوسف مبارک لقا
خدا نے کیا ان کو غوث الورا

توسل بہ سر حلقۂ خواجگاں
جنھیں عبد خالق ہے کہتا جہاں

توسل بہ عارف زہے حق مَنِش
کہ پاکیزہ تھی جن کی ہر ہر رَوِش

توسل بہ محمود شائِستہ نام
مے وصل کے جو لٹاتے تھے جام

توسل بہ فرخندہ طینت ولی
کہ تھا نام جن کا عزیزاں علی

توسل بہ سر خیل بزم طَرَبْ
محمد کہ بابا تھا جن کا لقب

توسل بہ سیار برجِ کمال
خدا کے مقرب امیر کلال

توسل بہ داروئے ہر درد مند
وہ مشکل کشا حضرت نقشبند

توسل بہ عطار دیں کے علا
معطر ہوئی جن سے بزم صفا

توسل بہ یعقوب دانائے راز
ہوا جن سے چرخ صفا سرفراز
توسل بہ احرارِ عالی مقام
کہ شاہان عالم تھے جن کے غلام
توسل بہ زاھد محمد ولی
جو تھے واقفِ رمز ہائے خفی
توسل بہ درویش شب زندہ دار
محمد جو تھے مرشد روزگار
توسل بہ طاعاتِ روشن ضمیر
ہوئے بندگی خواجگی سے شہیر
توسل بہ سر چشمۂ نور حق
منور ہیں باقی سے چودہ طبق
توسل بہ احمد مجدّد خطاب
ہوئے الف ثانی کے وہ آفتاب
توسل بہ معصوم عالی ھمم
وہ قیوم دوراں وہ ابرِ کرم
توسل بہ سیفِ مجلّائے دیں
سلاطیں ہوئے جن کے زیرِ نگیں

توسل بہ سید چہ پاکیزہ جاں
وہ نورِ محمد ہے نورِ جہاں
توسل بہ مرزائے نازک دماغ
وہ ہیں جان جانانِ روشن چراغ
توسل بہ شاہِ غلامِ علی
خلائق کے ہادی خدا کے ولی
توسل بہ شیخِ عدیم المثال
شہِ بو سعید آفتاب کمال
توسل بہ فیضان قطبِ وحید
سعیدِ ازل شاہِ احمد سعید
توسل بہ شاہِ محمد عمر
مسیحا نفس کیمیاوی نظر
توسل بہ شاہِ ابو الخیر من
وہ خیرِ مجسم وہ قطبِ زمن
توسل بہ شہ زید پاکیزہ جاں
خدا نے کیا جن کو شیخ جہاں
ترے برگزیدہ تھے وہ کرد گار
ہے ان سے ہی وابستہ یہ شرمسار

نہیں گرچہ کوئی بھی حسنِ عمل
ہے ان سے تعلق مدارِ اَمَل
انھیں کے توسل سے یہ بینوا
کریما اُٹھاتا ہے دست دعا
کرم سے ترے پل رہا ہے جہاں
دعا میری سن لے مرے مہرباں
مرے جرم و عصیاں ہوں سارے معاف
گناہوں کے دھبّوں سے نامہ ہو صاف
رہے ربّ سَلِّم ہی وردِ زباں
ہوں جس دم بہشت بریں کو رواں
گنہ سے ہو اگرچہ میں خستہ حال
برابر یہ رہتا ہے دل میں خیال
نہ ڈر زیدؔ مرشد ہے خیر جہاں
نبی تیرا شافع خدا مہرباں

وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَسَلَّمْ ۔

آمین

شجرہ منثورہ بہ شرح یادگار مشائخ سلسلہ مُبارکہ

نقشبندیہ مجدّدیہ خیریہ قدّس اللہ اسرارہم

شمارہ	مرشدانِ طریقہ	وفیات	مزارات
۱	الٰہی بحرمت سید الکونین رسول الثقلین وسیلتنا فی الدارین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ	۱۲؍ربیع الاول ۱۱ھ	مدینۂ منورہ
۲	الٰہی بحرمتِ امیر المؤمنین امام المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۲۲؍جمادی الثانی ۱۳ھ	مدینہ
۳	الٰہی بحرمتِ صحابی مقبول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	۱۰؍رجب ۳۴ھ	مدائن
۴	الٰہی بحرمتِ شیخ المشائخ حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ	۲۴؍جمادی الثانی ۱۰۶ھ	مابین مکہ و مدینہ
۵	الٰہی بحرمتِ شیخ المشائخ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ	۱۵؍رجب ۱۴۸ھ	البقیع مدینہ
۶	الٰہی بحرمتِ شیخ المشائخ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷؍شعبان ۲۶۱ھ	بُسطام بغداد
۷	الٰہی بحرمتِ شیخ المشائخ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰؍محرم ۴۲۵ھ	خرقان نزد قزوین

۸	الٰہی بحرمتِ شیخ المشائخ حضرت ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ	۴/ربیع الاول ۴۷۷ھ	طوس
۹	الٰہی بحرمتِ شیخ المشائخ حضرت یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷/رجب ۵۳۵ھ	مَروْ
۱۰	الٰہی بحرمتِ شیخ المشائخ حضرت عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۲/ربیع الاول ۵۷۵ھ	غجدوان
۱۱	الٰہی بحرمتِ شیخ المشائخ حضرت عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ	۱/شوال ۶۱۵ھ	ریوگر
۱۲	الٰہی بحرمتِ شیخ المشائخ حضرت محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷/ربیع الاول ۷۱۵ھ	وابکنی بخارا
۱۳	الٰہی بحرمتِ شیخ المشائخ حضرت عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ	۲۸/ذیقعدہ ۷۲۱ھ	خوارزم
۱۴	الٰہی بحرمتِ شیخ المشائخ حضرت محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰/جمادی الاول ۷۵۵ھ	سماس
۱۵	الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت سید امیر کُلال سوخاری رحمۃ اللہ علیہ	۸/جمادی لاول ۷۷۲ھ	سوخار
۱۶	الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت امام الطریقہ سید بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ	۳/ربیع الاول ۷۹۱ھ	قصر عارفاں بخارا

۱۷	الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ	۵/صفر ۸۰۲ھ	توجقایان
۱۸	الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ	۵/صفر ۸۵۱ھ	ہلغتوں حصار شادماں
۱۹	الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت ناصر الدین عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ	۲۹/ربیع الاول ۸۹۵ھ	سمرقند
۲۰	الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت محمد زاہد ولی رحمۃ اللہ علیہ	۱/ربیع الاول ۹۳۶ھ	وخش شادماں
۲۱	الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ	۱۹/محرم ۹۷۰ھ	اسقرار
۲۲	الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ علیہ	۲۲/شعبان ۱۰۰۸ھ	امکنہ
۲۳	الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت رضی الدین محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۵/جمادی ثانی ۱۰۱۲ھ	دہلی
۲۴	الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ	۲۸/صفر ۱۰۳۴ھ	سرہند
۲۵	الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت عروۃ الوثقیٰ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ	۹/ربیع الاول ۱۰۷۹ھ	سرہند
۲۶	الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ	۱۹/جمادی اوّل ۱۰۹۵ھ	سرہند

۲۷	الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱/ذیقعد ۱۱۳۵ھ	دہلی
۲۸	الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت شمس الدین حبیب اللہ مرزا جانِ جاناں مظہر علوی شہید رحمۃ اللہ علیہ	۱۰/محرم شب عاشورہ ۱۱۹۵ھ	دہلی
۲۹	الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت شاہ غلام علی علوی رحمۃ اللہ علیہ	۲۲/صفر ۱۲۴۰ھ	دہلی
۳۰	الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت ابوسعید فاروقی مجددی رحمۃ اللہ علیہ	۱/شوال ۱۲۵۰ھ	دہلی
۳۱	الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت احمد سعید فاروقی مجددی رحمۃ اللہ علیہ	۲/ربیع الاول ۱۲۷۷ھ	مدینہ
۳۲	الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت محمد عمر فاروقی مجددی رحمۃ اللہ علیہ	۲/محرم ۱۲۹۸ھ	رامپور
۳۳	الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت محی الدین عبداللہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ	۲۹/جمادالثانی ۱۳۴۱ھ	دہلی
۳۴	الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت شیخ جہاں شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷/جمادی الثانی ۱۴۱۴ھ	دہلی

حرفِ آخر از حضرت مؤلف

حق تعالیٰ جل مجدہٗ حضرات مشائخ قدس اللہ اسرارہم کو بے حد و بے حساب اجر عنایت فرمائے کہ انہوں نے کتنی حسین وجمیل اور سہل ترین راہ ہم کم ہمتوں کے لیے تجویز فرمادی ہے جس سے لاکھوں انسان کعبۂ مقصود کو پہنچ کر اپنے دامنوں کو خوشہ ہائے مراد سے بھر کر راحت ابدی حاصل کر چکے ہیں۔

ہیں ارادت میں بعجز و انکسار
آستاں بوسِ بزرگان کبار

خوشہ چیں ہیں باغ حق آگاہ کے
خاک پا ہیں سالکان راہ کے

گر کرے فائز قبولِ ذی کمال
اس کی رحمت کو نہ پہنچے ہر خیال

یہی آخر ہے اس بات کا کہ جسے ہم نے اس کتاب میں پیش کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

جب فقیر مؤلف نے اس رسالہ شریفہ کا مسودہ صاف کیا تو اس کی تاریخ تالیف نظم کی۔

چو یافت زید فراغ از رسالۂ عرفاں
بہ عون مبدأ فیاض ذو المنن رحماں

چہ خوش سروش بگفت ایں نوید تاریخی
زہے مدارج خیر و مناھج لمعان
۱۳۷۶ھ

وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثیراً اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا وَ الصَّلَاۃُ وَ السَّلَامُ دَائِمًا اَبَدًا مُجَدَّدًا عَلٰی سَیِّدِنَا وَ سَنَدِنَا وَ وَسِیْلَتِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ و ذریتہٖ وَ مَنْ تَبِعَھُمْ بِاَحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْن۔

پنج شنبہ ۲۹/ جمادی الاخرہ ۱۳۷۶ھ

۳۱/ جنوری ۱۹۵۷ء

قطعات تاریخ تالیف وطبع اوّل رسالہ شریفہ

از برادرِ محترم (مولف) وابنِ حضرت العم المکرم صاحب المعرفت والفضل والکمال حضرت حافظ محمد ابوسعید مجددی مدظلہٗ فرزند اصغر حضرت شاہ محمد معصوم قدس سرّہٗ۔

رسالۂ کہ ازاں بوئے معرفت آید
چو دیدمش پئے طلّاب رہنما گفتم

مرتبش خلفِ حضرتِ ابو الخیر است
ز بہر علم و عمل زید باصفا گفتم

سعید خواست کہ تاریخ طبع او گردد
چہ خوش مناھج سیر وفا بجا گفتم

۱۳۷۶ ھ

دیگر

از برادر زادۂ عزیز فاضل حافظ قاری عبد الحمید مجددی سلمہ اللہ تعالیٰ فرزند حضرت محترم سابق الذکر۔

تَالِیفُ زَیْدٍ کَضَوْءِ الْفَجْرِ یَأْتَلِقُ
فِیْهِ الْهُدیٰ وَ بِهٖ الْاَسْرَارُ تَنْبَثِقُ

ذِکْرَاهُ خَلَّدَتْ فِی التَّارِیْخِ مُفْتَخِراً
مَنَاهِجُ السَّیْرِ فِیْهِ الرُّشْدُ وَ الطُّرُقُ

۱۳۷۶ ھ

وَلَهُ بِالْمَسِیْحِیِّ

سَفِیْنَةٌ فِیْ خِضَمِّ الذِّکْرِ مَنْجَاةٌ
لَهَا سَوَاحِلُهَا نَفْیٌ وَّ اِثْبَاتُ

نِعْمَ الْمَنَاهِجُ فِیْ تَارِیْخِهَا نَطَقَتْ
مَنَاهِجُ السَّیْرِ شَأْوُا الضَّوءِ ایَاتُ

۱۹۵۷ء

مسک الختام از مترجم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْعَمْنَا بِاِعَانَتِه عَلٰی ذِکْرِہٖ وَشُکْرِہٖ وَ حُسْنِ عِبَادَتِہٖ وَ ھَدَانَا لِسَبِیْلِہٖ وَ اَلْقٰنَا مَحَبَّةَ عَبْدِہٖ وَ رَسُوْلِہٖ وَ وَفَّقْنَا لِاِتِّبَاعِ سُنَّتِہٖ وَرَزَقْنَا اِرَادَةً لِاَوْلِیَائِہٖ وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ سَلَّمَ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَزِنَةَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ وَرِضَا نَفْسِہٖ مِنَ الْاَوَّلِ اِلٰی اٰخِرِہٖ۔

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور بزرگانِ سلسلہ مبارکہ کے فیوض و برکات اور ہمت و توجہات کا نتیجہ ہے کہ کتاب مستطاب مناھج السیر و مدارج الخیر مِن تالیف لطیف حضرت مرشدی الشیخ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ مِنْ فُیُوْضَاتِہٖ جو کہ ۱۳۷۶ھ میں بزبانِ فارسی زیورِ طبع وتحریر سے آراستہ ہوئی تھی اس کے ترجمۂ اردو کا کارِ عظیم ۱۵ر محرم ۱۳۹۷ھ مطابق ۶ر جنوری ۱۹۷۷ء روز جمعہ کو شروع ہو کر ۱۵ر صفر مطابق ۵ر فروری سالِ مذکور بروز جمعہ بعد العصر انجام کو پہنچا اور امتثالاً للامر بعد نظر ثانی اور چند اضافوں کے ساتھ مسودہ صاف کر کے مورخہ ۲۲ر ذی قعدہ ۱۴۰۳ھ یکم ستمبر ۱۹۸۳ر تمام ہوا۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

خادمِ عتبۂ عالی ابن عبد اللہ محمد نعیم اللہ خیالی
قاضی پورہ بہرائچ، یوپی

مشترکہ مادۂ تاریخ ترجمہ از مترجم

صریح مدارج الخیر (با عنوان مناھج السیر)

۱۳۹۷ھ + ۵۸۰ = ۱۹۷۷ء

ترجمہ

خیالی ترجمے کا سالِ تحریر
تمامی نقشبندِ مناج السیر
۱۳۹۷ھ

یہ نکلی عیسوی تاریخ بھی خوب
ہے مطلق ترجمانِ مدارج الخیر
۱۹۷۷ھ

طباعت

یہ سالِ طبع ہجری اے خیالؔی
ہے شاہد ترجمان مناج السیر
۱۴۰۴ھ

کہا ہاتف نے سنِ عیسوی بھی
ہے، نافع ترجمانِ مدارج الخیر
۱۹۸۴ء

محمد
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
چہ حسنت آنکہ دریک دم رُخت را صد نظر بینم
ہنوزم آرزو باشد کہ یک بار دگر بینم